إن الذين يلحدون في آياتنا لا يخفون علينا

كفر والحاد کی بے نظیر تحقیق

اکفار الملحدین

تصنیف

امام العصر حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ

مترجم

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ن الذین یلحدون فی ایٰتنا لا یخفون علینا (القرآن)

کفر و الحاد کی بے نظیر تحقیق

اکفار الملحدین

تصنیف:

امام العصر محدث جلیل حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم:

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021 34594144 Cell: 0331-3432343

نام کتاب .... اکفار الملحدین

مؤلف .... حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

اشاعت اول .... جون 2010ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... فیاض احمد 021-34594144

سیکٹر 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار
اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبۃ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست عنوانات

ترجمہ اکفار الملحدین

صفحہ	عنوان
۲۱	تقاریظ
۳۲	تعارف
۴۱	عرض مترجم
۴۶	خطبہ مسنونہ عربی اور اس کا ترجمہ
۴۷	مقدمہ
۴۷	وجہ تالیف، وجہ تسمیہ، ماخذ
۴۸	ضروریات دین (اجمالی بیان)
۴۹	ختم نبوت کی شہادت فوت شدہ انسانوں کی جانب سے
۴۹	ضروریات دین کی وجہ تسمیہ
۵۰	ضروریات دین کا مصداق (اجمالاً)
	ضروریات دین پر عمل کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں کسی خاص کیفیت کا انکار کرنے
۵۰	سے انسان کافر نہیں ہوتا
۵۰	مومن کے لئے تمام احکام شریعت کی پابندی کا عہد کرنا ضروری ہے
۵۱	حقیقت ایمان (اجمالاً)
۵۱	قطعیات کی طرح ظنیات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے
۵۱	ایمان میں زیادتی اور کمی ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کی حقیقت
۵۲	شیخین رضی اللہ عنہما کا متعین زکوۃ کے متعلق اتفاق رائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتباع
۵۳	ہر مسئلہ دین پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا ثبوت
۵۳	"تواتر" اور اس کی چند قسمیں
۵۳	۱) تواتر سند
۵۴	حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے

عنوان	صفحہ نمبر
۲) ـــ تواتر طبقہ	۵۴
۳) ـــ تواتر عمل یا توارث!	۵۴
تواتر سے متعلق فائدہ نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۳	۵۴
ضروریات دین میں سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے	۵۵
ضروریات دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے (اجمالی بیان)	۵۵
علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے	۵۵
ختم نبوت کا انکار یا اس میں کوئی تاویل کفر ہے	۵۶
ختم نبوت کا اعلان بر سر منبر	۵۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے اترنا "متواتر" ہے	۵۷
پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت وحی وغیرہ	۵۷
اس ملحد کی حقیقت	۵۷
مرزا کے خرق والحاد کے اصلی بانی اور موجد؟	۵۸
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان	۵۹
خلاصۂ کلام	۵۹
اس امر ضروری کی تفصیل جس کا منکر کافر نہیں ہوتا	۵۹
مرزا جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام	۶۰
مرزا غلام احمد کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور "لاہوری، قادیانی" کی تقسیم	۶۰
ایک دھوکہ	۶۰
مرزا غلام احمد کی تکفیر کے وجوہ	۶۱
پہلی وجہ! دعویٰ نبوت	۶۱
ملحدوں کے قول و فعل میں تاویلیں کرنے والے ان کی حمایت میں جھوٹ بولتے ہیں	۶۱
دوسری وجہ! انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام	۶۲
تیسری وجہ! توہین عیسیٰ علیہ السلام	۶۲
مرزائیوں کا حکم (اضافہ)	۶۳
غلط تاویل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں (احادیث سے ثبوت)	۶۳

عنوان	صفحہ نمبر
تاویل کہاں معتبر ہے (احادیث سے ثبوت)	۶۳
خلاصہ (از مترجم)	۶۴
زندیقین، ملحدین و باطنیہ کی تعریف اور تینوں کا حکم	۶۵
کافروں کی تقسیمیں اور نام (از شرح مقاصد)	۶۵
زندیق کی تعریف اور باطنی کی تحقیق (از مصنف)	۶۶
زندیقوں اور باطنیوں کا حکم (از مصنف)	۶۶
جن اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا جاتا، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟	۶۸
علماء اہل سنت کے اقوال (از شرح مقاصد)	۶۸
معتزلہ کے اقوال (از مصنف)	۶۸
ائمہ اہل سنت کی دلیل (از مصنف)	۶۹
ضروریات دین اور متفق علیہ عقائد کے منکر اہل قبلہ متفقہ طور پر کافر ہیں	۷۰
"لَا نُكَفِّرُ أَهْلَ الْقِبْلَةِ" کس کا مسلک ہے؟	۷۰
اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟ (ملا علی قاری کی تحقیق)	۷۱
غالی بہر صورت کافر ہے (مصنف تحقیق شرح حسامی کی تحقیق)	۷۱
موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کو کافر کہنے کا مطلب	۷۲
ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے	۷۲
اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے	۷۲
کفریہ عقائد و اعمال (محقق ابن امیر الحاج اور شیخ سبکی کی تحقیق)	۷۳
دین کے اساسی عقائد اور قطعی احکام کی مخالفت شریعت کی بیخ کنی کے مرادف اور موجب کفر ہے	۷۵
مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی تحقیق	۷۵
ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق حکمرانوں سے ہے (حضرت مصنف کی تحقیق)	۷۶
کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی (حضرت مصنف کی تحقیق)	۷۷
کون سی تاویل باطل اور غیر مسموع ہے (حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیق)	۷۷
خبر واحد کی مخالفت کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے (حافظ ابن حجر)	۷۸

عنوان	صفحہ نمبر
اہل قبلہ اگر صریح کفر کے مرتکب ہوں تو ان کو کافر کہا جائے گا اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ ہوں اور اگرچہ وہ اسلام سے خارج ہونے کا قصد بھی نہ کریں (حدیث صحیح سے ثبوت)...	۷۸
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے	۸۰
ملحدوں اور زندیقوں کا دجل و فریب (حضرت مصنف کی تحقیق)	۸۱
خلاصہ (از مترجم حاشیہ میں)	۸۲
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" کے اقتباسات جو جہل انکار اور تسامح پسند علماء کے شکوک و شبہات کے ازالہ اور ملحدوں کے دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں	۸۳
کسی بھی فرض شرعی کا انکار، اتمام حجت کے بعد منکر کے کفر اور اس سے باز نہ آنے پر قتل کا موجب ہے	۸۴
ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی	۸۴
خوارج اہل قبلہ ہونے کے باوجود کافر ہیں	۸۵
خوارج کے کفر کے دلائل	۸۵
شیخ سبکی رحمہ اللہ کا استدلال اور مخالفین کے شبہات کا جواب	۸۶
اہل قبلہ قصد و ارادہ کے بغیر بھی کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں...	۸۷
قرآن کی مراد کے خلاف باطل تاویلیں اور حرام کو حلال قرار دینے والے کافر ہیں	۸۸
امت کو گمراہ یا صحابہ کو کافر کہنے والا کافر ہے، اسلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں	۸۹
خوارج کے متعلق علمائے کلام کی احتیاط کوشی	۸۹
مخالفین کے دلائل	۹۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت	۹۱
محدثین کی جانب سے (اس روایت کا) جواب	۹۱
خوارج کو کافر کہنے اور نہ کہنے کا فرق	۹۲
۱: احادیث خوارج سے مستنبط فوائد و احکام	۹۳
ایک پیشین گوئی اور اس کا ظہور و وقوع	۹۳
۲: کفار و مشرکین کی بہ نسبت خوارج سے جنگ کرنا زیادہ ضروری ہے	۹۳
۳: جن آیات کے ظاہری معنی اجماع امت کے خلاف ہوں ان میں تاویل ضروری ہے...	۹۴

عنوان	صفحہ نمبر
۴: دینداری میں غلو خطرناک ہے	۹۴
۵: امام عادل کے خلاف جو بغاوت اور جنگ کرے، اس سے جنگ کرنا ضروری ہے	۹۴
۶: بلا قصد بھی مسلمان دین سے خارج (اور کافر ہو جاتا) ہے	۹۵
۷: خارجی فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے	۹۵
۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت	۹۶
۹: کسی کے دین و ایمان کی تصدیق محض اس کے ظاہر کو دیکھ کر نہ کر دینی چاہئے	۹۶
ایمان و اسلام کے شرعاً معتبر ہونے کے لئے "ماجاء به النبي عليه السلام" پر ایمان لانا اور اس کی پابندی کا اقرار کرنا ضروری ہے	۹۶
خوارج کے بارے میں امام غزالی رحمہ اللہ کی تحقیق	۹۷
اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے	۹۸
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا اقتباسات جو امور منقح ہوتے ہیں ان کا بیان اور مصنف رحمہ اللہ کی ان پر تنبیہ اور دوسرے مآخذ سے مزید تائید	۱۰۰
اول: خوارج و ملحدین کی تکفیر کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے	۱۰۰
ثانی: کسی بھی قطعی امر کا انکار کفر ہے، اگرچہ منکر اس کے قطعی ہونے کو نہ بھی جانتا ہو	۱۰۲
ثالث: کسی اہل قبلہ کے اسلام سے خارج اور کافر ہونے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد ضروری نہیں	۱۰۳
رابع و خامس: تکفیر خوارج سے متعلق حضرت مصنف رحمہ اللہ کا فیصلہ اور خوارج کا مصداق...	۱۰۵
سادس: خوارج کی طرح اس زمانہ کے ملحدین کی تکفیر بھی غیر مسلموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے	۱۰۶
ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں	۱۰۷
تکفیر کرنا تاجیر و اکراہ ولا مذموم نہیں ہے	۱۰۷
کفریہ عقائد رکھنے والے زندیقوں کے بارے میں ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مثلاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہم کے اقوال و آراء	۱۰۹
کفریہ عقائد رکھنے والے زندیق مستحق قتل ہیں، ان کی توبہ بھی معتبر نہیں	۱۰۹
ایسے زندیقوں کے پیچھے نہ نماز جائز ہے، نہ ان کی شہادت مقبول ہے، نہ ان کا احترام کرنا	

صفحہ نمبر	عنوان
۱۱۰	درست ہے، نہ سلام وکلام، نہ جنازہ کی نماز جائز ہے، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ جائز ہے، نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے
۱۱۱	متأخرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور وصیت
۱۱۱	کسی بھی قطعی حکم شرعی کا انکار "لا الہ الا اللہ" کی تردید ہے (امام محمد رحمہ اللہ)
۱۱۵	تمام کفریہ عقائد رکھنے والے اگرچہ متأول ہوں اور قرآن وحدیث سے استدلال کریں تب بھی کافر ہیں، علماء امت اس پر متفق ہیں
۱۱۵	سنت اور بدعت کا فرق اور معیار (محقق محمد بن وزیر الیمانی رحمہ اللہ)
۱۱۶	قطعی ارکان اسلام اور اسماء وصفات الٰہیہ کی کوئی نئی تفسیر بھی جائز نہیں
۱۱۶	گمراہ فرقے کس قسم کی آیات (واحادیث) سے استدلال کرتے ہیں؟
۱۱۶	احتیاط ــــ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے
۱۱۸	**ملحدین ومتأولین کے بارے میں حضرات محدثین، فقہاء، متکلمین اور کبار محققین ومصنفین کے بیانات**
۱۱۸	حدیث خوارج کی تخریج از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ
۱۱۸	امام شافعی رحمہ اللہ کی خوارج کے بارے میں احتیاط کوشی اور اس کے دلائل
۱۱۹	امام شافعی کے استدلال کا جواب از روئے روایت (از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)
۱۲۰	تمثیل
۱۲۰	کافر، منافق اور زندیق کا فرق (از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)
۱۲۱	تاویل کی قسمیں اور ان کا حکم اور زندقہ کی حقیقت (از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)
۱۲۳	حدیث مروق کی محدثانہ تحقیق از مصنف رحمہ اللہ اور خوارج کے کافر ومرتد ہونے پر استدلال
۱۲۳	خوارج کے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق
۱۲۴	تکفیر خوارج کے باب میں فقہاء کا اشتباہ اور وجہ اشتباہ (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)
۱۲۵	روزہ نماز کی پابندی کے باوجود مسلمان مرتد ہو جاتا ہے (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)
۱۲۵	انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن وتشنیع کرنے والا مسلمان بھی کافر ومرتد ہے
۱۲۶	زندیقوں اور ملحدوں کا الحاد وزندقہ ظاہر ہو جانے کے بعد ان کی توبہ بھی مقبول نہیں
۱۲۸	ضروریات دین کی طرح ہر قطعی امر کا انکار بھی موجب کفر ہے، ضروری اور قطعی کا فرق

صفحہ نمبر	عنوان
۱۲۹	تکفیر کا ایک کلیہ قاعدہ کسی بھی حرام قطعی کا حلال کہنے والا کافر ہے
۱۳۰	اصول دین اور امور قطعیہ کا منکر متفقہ طور پر کافر ہے (از کتب فقہ)
۱۳۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والا کافر ہے
۱۳۱	منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما مطلقاً کافر ہے (از کتب فقہ)
۱۳۲	علامہ شامی رحمہ اللہ کا تساہل (از کتب فقہ)
۱۳۳	وہ تمام خوارج کافر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں (از کتب فقہ)
۱۳۳	التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں (از شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ)
۱۳۴	رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ موجب کفر وارتداد ہے
۱۳۴	رسول اللہ ﷺ کی صورت وسیرت پر نکتہ چینی موجب کفر ہے
۱۳۵	رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حلیہ مبارکہ میں کسی قسم کی بھی کذب بیانی موجب کفر ہے (از خفاجی رحمہ اللہ)
۱۳۵	اللہ تعالیٰ کی صفات کو حادث یا مخلوق ماننا موجب کفر ہے
۱۳۵	اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق ماننا موجب کفر ہے (از خفاجی رحمہ اللہ)
۱۳۶	رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم یا آپ کی توہین وتنقیص کرنے والا کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے
۱۳۶	شاتم رسول کی توبہ بھی قبول نہیں (از کتب فقہ)
۱۳۶	ضروری اور قطعی امور دین کا منکر اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو کافر ہے، نیز اہل قبلہ کے معنی اور مراد (از ملا علی قاری رحمہ اللہ)
۱۳۷	رافضی اور غالی شیعہ (از تحفہ)
۱۳۷	تحقیر کی غرض سے نبی کے نام کی تصغیر بھی کفر ہے (از تحفہ)
۱۳۸	رافضی مطلقاً کافر ہیں (از علامہ مجلسی)
۱۳۸	کافر اور مبتدع کا فرق، کن امور پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جاتی ہے؟
۱۳۸	جو شخص کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے (از تمہید)
۱۳۹	حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو امت نے قتل کر کے سولی پر لٹکایا ہے (از قاضی عیاض رحمہ اللہ)

صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۹	متواتر اور مجمع علیہ امور کا منکر کافر ہے، نماز کے ارکان وشرائط یا اس کی صورت وہیئت کا منکر کافر ہے (از قاضی عیاض رحمہ اللہ)
۱۳۹	کن لوگوں کو کافر کہا جائے؟ (از خفاجی رحمہ اللہ)
۱۳۹	۱: جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانتا ہو
۱۴۰	۲: جو شخص خود اپنی نبوت کا مدعی ہو
۱۴۰	۳: جو نبوت کے اکتسابی ہونے کا مدعی ہو
۱۴۰	۴: جو شخص اپنے پاس وحی آنے کا مدعی ہو
۱۴۱	۵: جو آیات قرآن اور نصوص حدیث کو ان کے ظاہری اور مجمع علیہ معانی سے ہٹاتے ہیں
۱۴۱	۶: جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب والوں کو کافر نہ کہے
۱۴۲	۷: جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ کی تکفیر ہوتی ہو
۱۴۲	۸: جو مسلمان کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو خاص کفر کا شعار ہے
۱۴۲	۹: کسی کفریہ قول کے قائل کی تائید وتحسین کرنے والا بھی کافر ہے
۱۴۳	بالقصد کلمہ کفر کہنے والے کے قول کی کوئی تاویل صحیح نہیں (از کتب فقہ)
۱۴۳	کلمہ کفر کہنے والے کی نیت کا اعتبار کس صورت میں ہے؟ اور کہاں ہے؟
۱۴۴	ہنسی دل لگی اور کھیل تفریح کے طور پر کلمہ کفر کہنے والا مطلقا کافر ہے، اس کی نیت کا اعتبار ہے نہ عقیدہ کا (از کتب فقہ)
۱۴۴	جو لوگ حشر ونشر، نبوت "جسمانی، جنت ودوزخ وغیرہ کے اہل اسلام کی طرح قائل نہ ہوں وہ کافر ہیں (از کتب فقہ)
۱۴۵	جو انبیاء کے معصوم ہونے کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے (از کتب فقہ)
۱۴۵	محرمات شرعیہ قطعیہ کو جو شخص اپنے لئے حلال سمجھے وہ کافر ہے اور اس کا جہل عذر نہیں
۱۴۵	صحیح بخاری کی ایک حدیث اور قدرت باری تعالیٰ کے اعتقاد سے متعلق ایک اشکال اور اس کا حل (تحقیق خاص از مصنف رحمہ اللہ)
۱۴۷	بربنائے جہل حرام کو حلال سمجھ لینا کن صورتوں میں اور کن لوگوں کے لئے عذر ہے؟
۱۴۸	اتمام حجت سے کیا مراد ہے (تحقیق خاص مصنف رحمہ اللہ)
۱۴۹	ضروریات دین سے ناواقفیت اور جہل عذر نہیں ہے (از کتب اکابر)

صفحہ نمبر	عنوان
۱۴۹	یہ کہنا کہ "علماء محض ڈرانے دھمکانے کے طور پر کافر کہہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا" سراسر جہالت ہے
۱۵۰	ختم نبوت پر ایمان (از تفتازانی رحمہ اللہ)
۱۵۰	توحید ورسالت کی طرح ختم نبوت پر ایمان بھی ضروری ہے
۱۵۰	ختم نبوت پر ایمان کا ہر نبی سے عہد لیا گیا اور اعلان کرایا گیا ہے
۱۵۱	ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کا انکار کرنے والے کی توبہ اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ وہ خاص اس عقیدے سے توبہ نہ کرے
۱۵۱	رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہونا ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے کسی شخص کو خدا یا خدا کا اوتار کہنا (از ابن حزم رحمہ اللہ)
۱۵۲	ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے خدا اور رسول اور دین کے ساتھ استہزاء (ابن حزم رحمہ اللہ)
۱۵۲	امت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم یا عیب چینی موجب کفر وارتداد وقتل ہے (از ملا علی قاری رحمہ اللہ)
۱۵۳	متواترات کا انکار کفر ہے اور تواتر سے عملی تواتر مراد ہے (از مصنف)
۱۵۴	قطعی اور یقینی امور کا منکر کافر ہے (از کتب اکابر)
۱۵۴	کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے (از ابن حجر مکی رحمہ اللہ)
۱۵۶	ایک شبہ کا ازالہ (از مصنف رحمہ اللہ)
۱۵۷	ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ (از مصنف رحمہ اللہ)
۱۵۷	ایک اور فرق (از مصنف رحمہ اللہ)
۱۵۸	کفریہ اقوال وافعال کا ارتکاب کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ دل میں ایمان موجود ہو (از مصنف رحمہ اللہ)
۱۵۹	کافروں کے سے کام کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے
۱۶۰	بغیر کسی جبر واکراہ کے زبان سے کلمہ کفر کہنے والا کافر ہے، اگرچہ اس کا وہ عقیدہ نہ بھی ہو (از کلیات ابو البقاء وشرح فقہ اکبر)
۱۶۰	ناواقفیت کا عذر کس صورت میں مسموع ہے؟ اور کس میں نہیں؟

صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۰	زبان سے کلمۂ کفر کہنا اگرچہ دل لگی کے طور پر ہو موجب کفر ہے
۱۶۱	شارح ؒ نے کلمۂ کفر زبان سے کہنے کو موجب کفر قرار دیا ہے
۱۶۲	کفر کو کھیل بنالینا کفر ہے (از مصنف ؒ)
۱۶۳	مرزا غلام احمد اور اس کے ماننے والے تمام مرزائی کافر ہیں
۱۶۳	ضروریات دین کی مخالفت میں کوئی تاویل مسموع نہیں اور ان میں تاویل کرنے والا کافر ہے
۱۶۳	ضروریات دین اور امور قطعیہ کے علاوہ امور حقہ میں تاویل مسموع ہے
۱۶۳	ضروریات اور قطعیات میں کوئی بھی تاویل مسموع نہیں
۱۶۳	ممانعت تکفیر اہل قبلہ کس کا قول ہے؟ اور اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟
۱۶۵	اجماع ضروریات دین میں سے ہے (از کلیات)
۱۶۶	امر قطعی کا انکار بہر صورت کفر ہے (از فتح المغیث)
۱۶۶	لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق (از فتح المغیث)
۱۶۷	لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں قول فیصل
۱۶۸	**خاتمہ**
۱۶۸	کسی بھی امر مجمع علیہ کا منکر کافر ہے، مجمع علیہ سے کیا مراد ہے؟
۱۷۰	کبار محققین کے اقوال وحوالے (از کتب عقائد)
۱۷۱	ختم نبوت کا عقیدہ مجمع علیہ ہے جس میں کوئی بھی تاویل وتخصیص مسموع نہیں، اور اس کا منکر قطعاً کافر ہے (غزالی ؒ)
۱۷۲	قاعدہ کلیہ کون سی بدعت (گمراہی) بلاشبہ موجب کفر ہے اور کون سی نہیں (از کتب ائمہ)
۱۷۳	ضروریات دین کا منکر بہر صورت کافر ہے، امور قطعیہ کا منکر اگر بتلانے کے باوجود بھی انکار پر مصر ہے تو وہ بھی کافر ہے (از کتب ائمہ)
۱۷۳	موجب کفر بدعت (گمراہی) کے مرتکب کے پیچھے نماز جائز نہیں
۱۷۳	امام ابو حنیفہ ؒ کے مشہور قول ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی حقیقت
۱۷۳	ضروریات دین اور امور قطعیہ دین کا منکر قطعاً کافر ہے اور کوئی تاویل مسموع نہیں
۱۷۳	تاویل باطل خود کفر ہے (فتوحات الٰہیہ)
۱۷۳	لزوم کفر، کفر ہے یا نہیں؟ (از کلیات والیواقیت وغیرہ)

صفحہ نمبر	عنوان
۱۷۵	ضروریات دین میں تاویل کرنا بھی کفر ہے، بلکہ تاویل انکار سے بھی بڑھ کر ہے
۱۷۶	بعض تاویلیں خود کفر ہوتی ہیں، مثلاً جو تاویل ضروریات دین کے مخالف اور منافی ہو
۱۷۶	اسلام خود متبوع ہے، وہ کسی کے تابع نہیں (محقق یمانی ؒ)
۱۷۷	فرقہ باطنیہ کی تاویلیں (محقق یمانی)
۱۷۹	دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے (محقق یمانی ؒ)
۱۷۹	موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں (محقق یمانی ؒ)
۱۸۰	زیر بحث مسئلہ میں "العواصم والقواصم" کے اہم ترین اقتباسات
۱۸۰	جو تاویل عہد نبوت اور عہد صحابہ میں مسموع نہ ہو وہ معتبر نہیں (القواصم)
۱۸۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب (القواصم)
۱۸۲	شریعت کا ہر قطعی امر ضروری ہے (القواصم)
۱۸۲	تواتر معنوی حجت ہے (القواصم)
۱۸۲	ہر امر قطعی کے لئے ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے یا نہیں؟
۱۸۳	محقق موصوف محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی ؒ کی رائے
۱۸۳	کسی نص قطعی کے مفید یقین ہونے کا مدار (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۳	کسی نص قطعی میں تاویل حرام اور ممنوع ہونے کی دلیل (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۵	ہر امر قطعی کے مفید یقین ہونے کے لئے اس کا (متواتر) ہونا ضروری ہے (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۵	دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۶	کثرت دلائل، تعدد طرق اور قرائن سب مل کر یقین کے لئے مفید ہوتے ہیں (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۶	ابن حاجب ؒ کے نزدیک ضروری کے معنی (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۶	مدار کفر (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۶	تاویل معتبر ہونے کا مدار اور ضابطہ (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۷	حاصل (محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۷	احتیاط (محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۷	معتزلہ، شیعہ وغیرہ کا مسلک تکفیر کے بارے میں (الوزیر الیمانی ؒ)
۱۸۸	تکفیر کا ضابطہ (الوزیر الیمانی ؒ)

عنوان	صفحہ نمبر
مصنف نور اللہ مرقدہ کی رائے	۱۸۹
نبی کی تکذیب عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے (از رحال)	۱۹۰
تاویل و تجوز کا ضابطہ (از حافظ ابن قیم رحمہ اللہ)	۱۹۰
جو تاویل دھوکہ اور فریب سے کی جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں	۱۹۱
تاویل کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں قرائن حالیہ کو بھی دخل ہے	۱۹۳
نتیجہ بحث و حاصل تحقیق، نیز مانعین زکوٰۃ کے متعلق شیخین رضی اللہ عنہما کے اختلاف کی تنقیح و تحقیق	۱۹۵
ایک نئی حقیقت کا انکشاف (از حضرت مصنفؒ)	۱۹۶
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع	۱۹۸
کوئی بھی حرام چیز کسی بھی تاویل سے حلال نہیں ہو سکتی اور اس کو حلال سمجھنے والا اگر توبہ نہ کرے تو کافر اور واجب القتل ہے (از امام طحاوی رحمہ اللہ)	۱۹۸
جیسے قرآن کے منکر کافر ہیں اور ان سے جنگ کرنا فرض ہے، اسی طرح قرآن کے معنی و مراد کے منکر بھی کافر ہیں اور ان سے قتال کرنا فرض ہے	۲۰۰
قرآن و حدیث کے عرف اور متقدمین کی اصطلاح میں تاویل کے معنی قرآن کی مجمع علیہ مراد و معنی کا انکار قرآن کے انکار کے مرادف اور موجب کفر و قتل ہے (از مصنف)	۲۰۱
جو شخص کسی کافر و مرتد کو تاویل کر کے مسلمان ثابت کرے، یا کسی جہمی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)	۲۰۷
قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرنا اور ہیر پھیر کر اس کی مراد و معنی کو بیان کرنا کفر ہے (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۰۸
قرآن حکیم سے ثبوت (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۰۹
مذکورہ بالا احادیث و آیات سے مستنبط نتیجہ (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۱۰
روزہ و نماز کی پابندی اور ظاہری دینداری کے باوجود بھی مسلمان کفریہ عقائد و اعمال کی بناء پر کافر ہو جاتا ہے (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۱۰
مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین میں اختلاف کی حقیقت (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۱۱
مشہور مقولہ ''اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے'' کی حقیقت (از حضرت مصنف رحمہ اللہ)	۲۱۱
مصنف نور اللہ مرقدہ کا اس رسالہ کی تصنیف سے مقصد اور اس کی وضاحت	۲۱۱

عنوان	صفحہ نمبر
دین کے محافظ علماء حق کا فریضہ	۲۱۲
اردو ترجمہ اور اس کی نشر و اشاعت کا مقصد (حاشیہ از مترجم)	۲۱۲
کبار علماء کی تصانیف سے اہم ترین اقتباسات	۲۱۳
کفریہ عقائد اور اقوال و افعال پر سکوت جائز نہیں (از غزالی رحمہ اللہ)	۲۱۳
رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب و شتم یا گستاخی کا حکم (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)	۲۱۳
کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کو نقل کرنے کا حکم	۲۱۵
مرزائے قادیان علیہ ما علیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں کی ہوئی پر فریب توہین و تذلیل اور گستاخیاں	۲۱۸
ترجمہ قصیدہ ''صدع النقاب عن جساسة الفنجاب''	۲۲۰
تاویل باطل سے علمائے حق کی ممانعت	۲۳۳
صفات الٰہیہ پر بے چوں و چرا اور بغیر کسی تاویل کے ایمان لانا فرض ہے	۲۳۳
ائمہ احناف کی طرف ''جہمی'' ہونے کی نسبت بعض حساد کا مغالطہ ہے	۲۳۴
تاویل باطل کی مضرت اور مؤول کا فرض (از ابن قیم رحمہ اللہ)	۲۳۵
ثبوت و تائید (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)	۲۳۶
مانعین زکوٰۃ کو مسلمان باغی سمجھنا سخت غلطی اور گمراہی ہے (از مصنف رحمہ اللہ)	۲۳۷
بعض مرتبہ تاویل زوال ایمان کا سبب بن جاتی ہے (از مصنف رحمہ اللہ)	۲۳۷
جو شخص نبوت کو اکتسابی کہتا ہے وہ زندیق ہے	۲۳۷
نبوت کو اکتسابی ماننے والوں کے قول کی تفصیل اور تردید (ابن تیمیہ رحمہ اللہ)	۲۳۸
اس عقیدہ کی سزا	۲۳۹
تکفیر کی دلیل ظنی بھی ہو سکتی ہے (از غزالی رحمہ اللہ)	۲۳۹
تکفیر کا حکم قیاس پر بھی مبنی ہو سکتا ہے	۲۴۰
جس تاویل سے دین کو نقصان پہنچتا ہو اگرچہ اس کی گنجائش بھی ہو تب بھی مؤول کی تکفیر کی جائے گی	۲۴۰
کبھی تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ بھی محل تردد اور محتاج غور و فکر بن جاتا	

عنوان	صفحہ نمبر
بہ ایسی صورت میں بھی ظن غالب سے فیصلہ کیا جائے گا	۳۳۰
ایک ہی بات کبھی موجب تکفیر ہوتی ہے، کبھی نہیں (از مصنف رحمہ اللہ)	۳۳۱
تتمہ	۳۳۱
تکفیر کے لئے تکذیب ضروری نہیں (از مصنف رحمہ اللہ)	۳۳۱
کفر کی ایک ہی قسم محض خواہش نفسانی اور سرکشی کی بنا پر انکار کرنا	۳۳۲
"ما انزل اللہ" کے اقرار کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے (از ابن تیمیہ رحمہ اللہ)	۳۳۲
مسلمان ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں عمل بھی ضروری ہے	۳۳۳
تاویل کلام شارع ﷺ کی تنقیص کے مرادف ہے (از مصنف رحمہ اللہ)	۳۳۳
شیخ المشائخ خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کی تحقیق انیق	۳۳۵
مسئلہ تکفیر میں ایک تضاد اور اس کی تحقیق	۳۳۵
علامہ شمس الدین خیالی کی تحقیق	۳۳۵
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اس تحقیق پر اعتراض	۳۳۵
میر سید شریف کی تحقیق	۳۳۶
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق	۳۳۶
ضروریات دین	۳۳۶
جو شخص ان امور کو نہیں مانتا اس کا ایمان معتبر نہیں	۳۳۷
ضروریات دین کی تعریف	۳۳۸
اس تعریف کے متعلق حضرت مصنف رحمہ اللہ کی رائے	۳۳۸
شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کے مقولہ کے متعلق شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے	۳۳۸
اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر جائز نہیں	۳۳۸
ایک اور نظریہ	۳۳۸
اس نظریہ کے متعلق شاہ صاحب کی رائے	۳۳۸
کفر تاویل	۳۳۹
کن امور پر تکفیر کرنی چاہئے؟	۳۳۹
ایک اعتراض اور اس کا جواب، کفر و ایمان میں تقابل "عدم ملکہ" ہے	۳۳۹

عنوان	صفحہ نمبر
کفر کی چار قسمیں ہیں: ۱: کفر جہل۔ ۲: کفر عناد۔ ۳: کفر شک۔ ۴: کفر تاویل	۳۵۰
تتمہ بحث	۳۵۱
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ایک استفتا اور اس کا جواب مذکورہ تاویلات کرنے والے کا حکم	۳۵۲
مسجدوں سے ملحدوں کا اخراج اور داخل ہونے کی ممانعت (از مصنف رحمہ اللہ)	۳۵۳
حدیث سے ثبوت	۳۵۳
قرآن سے ثبوت	۳۵۵
جو مستحق تکفیر ہے اس کا حکم مرتد کا سا ہے	۳۵۶
خلاصہ کتاب (از مصنف رحمہ اللہ)	۳۵۶
تصنیف رسالہ ہذا کا مقصد	۳۵۶
ایک زعم باطل کی تردید	۳۵۷
ایک شبہ کا ازالہ جہل عذر نہیں ہے	۳۵۷
مرتد مرد و عورت کا حکم	۳۵۸
دلوں میں ایمان ڈالنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، ہم تو صرف توبہ کرانے کے مامور ہیں	۳۵۹
توبہ کس سے کرائی جائے؟ اور کس سے نہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ	۳۶۱
ایک جاہلانہ اعتراض کا جواب	۳۶۲
آخری تنبیہ	۳۶۳
خاتمہ	۳۶۳
حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ کا سلسلہ نسب	۳۶۳
فہرست کتب حوالہ "اکفار الملحدین"	۳۶۵

ترجمہ تقاریظ معتبرہ

حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقہاء اور محدثین اور متکلمین کی کلام میں اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ بہت پیچیدہ سا ہو گیا تھا اور سمجھ میں آنے والا نہ تھا ہاں اگر کسی خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے عقل سلیم عطا فرماتے اور قبول حق کی توفیق عنایت فرماتے تو اور بات تھی اور بعض لوگ تو اپنی کج فہمی کی وجہ سے فقہاء و محدثین کی عبارات سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے پس حضرت مولانا الشیخ الحاج مولوی محمد انور شاہ صاحب نے جو دارالعلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدے پر جلوہ افروز ہیں اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور مسئلہ تکفیر اہل قبلہ کی تحقیق میں دن رات ایک کرتے ہوئے حق اور باطل میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی واضح کر دیا۔

پس اس رسالہ کی عبارات جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں متقدمین و متاخرین علماء سے نقل کی گئیں ان پر جب میں مطلع ہوا اور اس مسئلہ سے جمال اور ہمت [illegible] کے واضح ہونے پر مطلع ہوا تو میں نے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس تحقیق اور اس مذہب پر کشادہ سینہ کے ساتھ تصدیق کر دی۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں جو ان کی کوشش و ہمت کو کافی اور وافی ہو جائے اور دعا ہے کہ یہ مجموعہ بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے نوازا جائے۔

خلیل احمد

ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپوری

☆☆☆☆☆☆

حضرت اقدس مجدد الملۃ والدین والشریف

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حامداً و مصلیاً بندہ نے [illegible] رسالہ [illegible] اور خواص علماء کے درمیان بھی [illegible] موقوف اہل قبلہ [illegible] معتقد [illegible] ہے۔ اگرچہ وہ ضروریات دین کا انکار کریں

یا ضروریات دین میں تاویل فاسد کریں، یا ان کی باتوں سے کفر لازم آئے جب کہ اس نے التزام نہ کیا ہو تو ایسے آدمی کو کافر قرار دینا منع ہے اور بعض لوگ تو نام لے کر مرزائیوں کے عدم تکفیر کا نتیجہ نکالتے تھے خاص کر ان مرزائیوں کو کافر قرار نہ دیتے تھے جو ظاہراً مرزا قادیانی کے نبی ہونے کے منکر تھے اور مرزا کے دعویٰ نبوت کی تاویل کرتے تھے۔

میری عمر کی قسم! اگر معاملہ ایسے ہوتا جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھ لیا تو پھر ان لوگوں کو کافر قرار دینا کیا حق رکھتا ہے جو مسیلمہ کذاب بھائی پر ایمان لائے حالانکہ وہ بھی تو نمازیں پڑھتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیتے تھے اور مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کی تاویل کرتے تھے اور مسیلمہ کذاب بھی ہمارے سردار نبی ﷺ پر ایمان لایا تھا اور میں نے تو مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اس بات کا قائل ہو کر مسیلمہ کذاب یا اس کے متبعین کافر نہیں اور جب یہ لازم "یعنی مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کافر نہیں" بالاتفاق باطل ہے تو ملزوم یعنی "مرزا اور اس کے تاویل کرنے والے کافر نہیں"۔

پس اللہ تعالیٰ "اکفار الملحدین" نامی رسالہ کے مصنف کو جزیل عطا فرمائیں جنہوں نے ایسی وضاحت کر دی جس سے زیادہ وضاحت ہو بھی نہیں سکتی اور ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ یہ کامل و مکمل ہے اور دلائل تو انصاف کا دامن چھوڑے بغیر برابر برابر بیان فرمائے۔ پس اس وقت جو یہ رسالہ میرے پاس ہے مقصود میں کافی اور شافی ہے اور بوقت بحث جن دلائل کی ضرورت پڑتی ہے ان سے نے کافی وافی ہے پس اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرما کر اسے نافع اور مفید بنائیں اور اس عالم کو شکوک و شبہات کے اندھیروں سے دور کرنے والا بنائیں۔

اپنے رب کی رحمت کا محتاج بندہ
محمد اشرف علی تھانوی
بروز جمعہ ۲ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆

حضرت اقدس حضرت مولانا و مرشدنا مفتی اعظم

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد کچھ لوگ ایسے تھے جن کے دلوں میں مرزا قادیانی کی نبوت کے قائلین قادیانی گروہ کو کافر قرار دینے کے بارے میں علماء کا فتویٰ کھٹکتا تھا اور اس فرقہ احمدیہ کو کافر قرار دینے میں بھی وہ لوگ متردد تھے جو مرزا قادیانی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مسیح موعود تھا اور امام مہدی

مفتری تھا اور بہت بڑا مجدد دین تھا اور بہت بڑا ولی تھا اور کہتے ہیں کہ اگرچہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو نبوت اور رسالت سے موسوم کر لیا تھا وحی اور الہام کا دعویٰ کیا تھا اور اس نے اپنی وحی اور دوسرے انبیاء کی وحی میں برابری کر دی تھی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے حقیقۃً دعویٰ نبوت نہ کیا تھا۔

تو اس طرح کی تاویلات سن کر بعض سلف صالحین نے ان کو متاول سمجھ کر ان کے کفر میں توقف اور تردد کیا اور ان جیسوں کی شکل میں بھی توقف کیا۔ اسی اثناء میں اپنے زمانے کے لوگوں میں سے محدث ترین اور اپنے وقت کے معتبر عالم والے ارباب فضل کے جڑے اور اصحاب تصنیف کے لئے قابل فخر بہت بڑے عالم علامہ العصر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ دارالعلوم میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہیں) اس مسئلہ کی تحقیق میں ہر قسم کی کوشش کی اور تدقیق کے جھنڈے کو بلند کر دیا، مقصود سے پردہ ہٹا دیا اور اندھیروں کو مٹا دیا۔ ایک رسالہ میں جس کو انہوں نے "اکفار الملحدین" کے نام سے موسوم کیا اسے بے رونق بنا یا موتیوں سے اور معاملے کو اتنا واضح کر دیا کہ دل کی کھٹکن اور شک کی کوئی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ جب تمہاری نظر ان موتیوں پر پڑے گی تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ حصول اطمینان کے لئے کشادہ راستے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ملحدین کی جڑ کو اکھاڑ پھینکیں جو کہ ظاہر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ دین متین کے رنگ کو واضح کر دیں اور اللہ تعالیٰ ظالم اور خائن لوگوں کی تدابیر کو مٹا دیں۔

کفایت اللہ غفی عنہ
۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆

حضرت العلامہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد جب قادیان کے ایک باغی اور سرکش گروہ نے اسلام سے بغاوت کی اور سرکشی کی اور بہت بڑی نافرمانی اور زمین میں فساد برپا کر دیا اور انہوں نے اپنے مرشد کے لئے حتی عامہ یا اس کے نبی مسیح موعود ہونے کو یا مہدی مجدد دین متین ہونے کو ثابت کیا تو کمر بستہ ہوئے ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کو باطل کرنے کے لئے اور ان کی جھوٹی باتوں کو مٹانے کے لئے۔ علامہ زمانہ شیخ الحدیث اور صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے قائدہ نامہ پہنچایا اور محدث ترین مضبوط اور مستحکم کام کر دکھایا اور دونوں گروہوں کو ثابت کر دیا جو کہ ملحد سرکش

ربانی قادیانی کے پیروکار ہیں اور ایسے دلائل کے ساتھ رد فرمایا کہ اس سے زیادہ کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ظاہری، باطنی نعمتیں عطا کرنے والا ہے، رحمتیں اور سلام ہوں ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جو خاتم الانبیاء والرسل ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو نیک اور منتخب ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد۔ میں مطلع ہوا اکفار الملحدین نامی واضح رسالہ پر اور میں اس رسالہ کے مطالعہ سے قطع مستفید ہوا بحمد اللہ جو حضرت شیخ علامہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی تصنیف لطیف ہے جو بلند مرتبہ رکھتے ہیں، اپنے زمانہ میں بے مثال ہیں اور بے نظیر ہیں اسلاف کی نشانی ہیں اور بعد والے لوگوں کے لئے حجت ہیں علم میں سمندر کی مثال رکھتے ہیں خوب چمکنے والے چراغ کی مانند ہیں وہ ایسے آدمی ہیں کہ جس کی مثال کو موجودہ زمانہ میں آنکھوں نے نہیں دیکھی اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے اور نہی عن المنکر سے اور پاک دامنی اور تقویٰ سے وافر ترین حصہ عطا فرمایا ہے اور وہ ہمارے سردار اور ہمارے شیخ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سایہ شفقت کو طلباء اور مریدین کے لئے تادیر قائم رکھے۔ اس وقت زمانہ کی ضرورت اس جیسے عمدہ رسالہ کی طرف داعی تھی کیونکہ مسئلہ بڑا اہم تھا اور اقوال مضطرب تھے اور ان کا شیرازہ بکھرا پڑا تھا اور وہ قول تھے بھی بہت زیادہ۔ اس وجہ سے بعض اہل علم اور نیک ارادہ والے بھی غلط فہمی اور شک وتردد میں مبتلا ہو گئے پس اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور تمام فائدہ حاصل کرنے والوں کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائیں حضرت الشیخ علامہ کو جو اس رسالہ کے مصنف ہیں کیونکہ انہوں نے حق اور درستگی کے چہرے سے پردہ چاک کر دیا اور اشتباہ اور شک کی شہ رگ کو کاٹ دیا۔ اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ کی وضاحت کرائی اور صاف شفاف کر دیا تاویل کرنے والے کے عدم تکفیر کے ضابطے کو، ایسی وضاحت فرمائی کہ اس سے زائد کچھ کہنے کی گنجائش نہیں حتیٰ کہ آنکھوں والوں کے لئے صبح کو واضح کر دیا اور کافی شافی بیان فرمایا حتیٰ کہ شبہ اور انکار کی گنجائش کو باقی نہ رکھا لیکن اس شخص کے لئے شبہ اور انکار کی گنجائش نہیں جس کا قلب سلیم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے شرح صدر بھی

کر دیا ہو، یا جس نے سننے کے لئے کان دھرے ہوں اور اس کا دل اور دماغ بھی حاضر ہوں پس اللہ کے لئے اول آخر اور ظاہر باطناً تمام تعریفات ہیں اس لئے کہ وہ تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔

العبد شبیر احمد عثمانی

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

☆☆☆☆☆☆

العلامۃ الفقیہ المحدث المفتی مولانا ابو المحاسن محمد سجاد دام اللہ ظلہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد! جب عوام بلکہ اہل علم جو بڑے سمجھدار شمار ہوتے تھے ان کا گمان ہو گیا تھا کہ جن لوگوں کی زبانیں کلمہ شہادت سے گونجتی ہیں اور ایمان باللہ کا بھی اظہار کرتی ہیں وہ تو پکے مومن ہیں اگرچہ انکار کر دیا انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ہزاروں معانی مختلفہ کا، حالانکہ جمہور کے ہاں وہ قطعی الثبوت ہیں اور وہ ایسی تاویل کرتے ہیں جو باطل کر دیتی ہے منقول ومشہور عقیدے کو۔ تو ان لوگوں کے ہاں ایمان بالبعض ایسا ایمان ہو گیا کہ بعض کا کفر ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اور ائمہ مجتہدین سے یہ بات عام ہو گئی کہ ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہ کریں گے شاید کہ یہ لوگ ائمہ مجتہدین کے اس قول کی مراد پر مطلع نہ ہو سکے تو خاص وعام کی ضرورت نے تقاضا کیا کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جو ایمان کے ختم ہونے کی صورتوں کو کھول کر بیان کر دے اور دلیل کے ساتھ اسلاف کے مسلک کو واضح کر دے اور زائل کر دے شک کرنے والوں کے وہموں کو ان زنادقہ اور ملحدین کو کافر قرار دینے میں جو تاویل باطل کے ساتھ اور گمراہ کرنے والی تحریف کے ساتھ اپنی خواہشات کے متبعین ہیں اس طور پر مسلک حق کو واضح اور شک کرنے والوں کے شک کو زائل کرے کہ حق صریح واضح ہو جائے اور اس میں کسی قسم کا شک وخلل نہ ہو سکے اور نہ اس میں عقل سلیم کے مالک کو شک باقی رہے۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے بہت بڑے علم رکھنے والے کو توفیق عطا فرمائی جو بہت بڑے محقق اور اپنے زمانہ کے فقیہ اور اپنے زمانہ کے محدث جو روایت میں ثقہ اور فہم وفراست میں حجت ہیں وہ شیخ العلماء مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب ہیں اللہ تعالیٰ ہم پر اور سارے مسلمانوں پر ان کے سایہ کو لمبا کر دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو باقی رکھیں اور ان کی جماعت میں انہیں کامیاب بنائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس بحث میں عمدہ تصنیف پیش فرمائی اور اس کو موسوم کیا "اکفار المتأولین والملحدین فی شیء من ضروریات الدین" انہوں نے اس

میں فیصلہ کیا ہے، ایسے اصولوں کو جمع کر دیا کہ ان اصولوں سے کفر اور اسلام کا مدار واضح ہو جاتا ہے اور اہل حق اور سرکش لوگوں کے درمیان امتیاز آسان ہو جاتا ہے اور ہر باب میں مفہوم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مدلل کر دیا اور بڑے بڑے ائمہ سے روایات لائے۔ سو ایسی عمدہ کتاب لائے کہ دل اس کے لئے حرکت میں آجاتے ہیں اور اس سے دل ٹھنڈے ہو جاتے ہیں ان کی اس کوشش پر اللہ کا شکر ہے اللہ ان کو ہماری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائیں پوری پوری اور مکمل جزا۔ اور آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی النبی الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(علامہ حضرت اقدس) ابوالمحاسن محمد سجاد ؒ

حضرت العلامہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب، ناظم تعلیم دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد۔ پس پنجاب کے مسیلمہ کذاب نے بے شک ختم نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا اور اس کے حق میں تحریف کی اور اس کے کفر میں اجماع کی اور دعویٰ کر دیا کہ حقیقی اور شرعی نبوت کا بلکہ نئی شریعت کا اور وحی اور نئی کتاب کا اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی خاص کر ہمارے سردار نبی حضرت عیسیٰ ؑ کی واضح طور پر اور ضروریات دین کا تاویلات فاسدہ کے ساتھ انکار کر دیا اور اس کا یہ انکار اس کے اپنے اقرار کے ساتھ ہے بغیر کسی تاویل اور حجاب کے۔

لہٰذا بلا ریب اور بلا شک مرزا قادیانی خود اور جو اس کی اتباع کرے وہ ملحد ہے زندیق ہے، کافر اور مرتد ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حق ہے اور یہی درست ہے۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو مرزا کی کفریہ باتوں پر مطلع ہو جانے کے بعد اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے۔ اسی پر وبال ہے جتنا ہے اس پر دنیا میں لعنت ہے اور آخرت میں ذلت اور رسوائی ہے عذاب و عقاب ہے۔

اگر مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اسلام سے خارج اور مرتد نہ سمجھے جائیں تو پھر مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کا اسلام سے خارج ہونا اور مرتد ہونا چہ معنی دارد، اور اسی طرح مسیلمہ کذاب کے سارے امثال کیسے خارج اور مرتد ہیں آخرت میں۔ سو اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کے ٹھکانہ کو اچھا کرے۔ وہ شیخ الاسلام والمسلمین ہیں اور علوم دنیاوی اور اخروی کے سمندروں کا جامع ہیں یعنی محمد انور شاہ صاحب کشمیری ؒ جو دار العلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں انہوں نے اپنے رسالہ المسمّٰی باکفار المتاولین والملحدین فی شیء من ضروریات الدین میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ

کرام ؓ اور محدثین اور فقہاء اور اصحاب اصول اور مفسرین کی تصریحات کو اس مسئلہ میں فصل خطاب کے ساتھ بیان کیا۔ اس بات کو کہ بے شک ضروریات دین میں سے کسی کا انکار یا تاویل ناجائز ہے۔

پس یہ رسالہ کافی شافی وافی ہے اپنے موضوع میں اور اصول و فروع اور عمدہ موتیوں اور روشن مضامین پر مشتمل ہے اور عجائبات اور غرائب پر مشتمل ہے اور بھر حوبہ ہے کہ اس سے منافع اور فوائد کو حاصل کرنا مشکل نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر اس کا مطالعہ لازم ہے اور اس کے مفہوم اور مضامین کی اشاعت بھی لازم ہے اور مسیلمہ کذاب کے گروہ کو اصول و فروع سمیت ختم کرنا بھی مسلمانوں پر لازم ہے اور اس کی عبارات میں کچھ عبارات کو زبانی یاد کرنا بھی لازم ہے، تا کہ اس سے کفر و الحاد اور زندیقیت کے سمندر کے قطرہ سے تذکرہ اور تبصرہ آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرنے والے ہیں، اور اللہ کے لئے اول آخر تعریفیں ہیں اور صلوٰۃ و سلام ہوں اس کے نبی اور حبیب پر اور اس کی آل اور اس کے صحابہ ؓ پر جب تک کہ اتفاق و تفرق باقی ہے۔ اے اللہ اپنی رحمت کے طفیل قبولیت سے نواز دے۔ اے اسلام اور قرآن اور دین اور دین والوں کی حفاظت کرنے والے۔

بندہ سید مرتضیٰ حسن

☆☆☆☆☆

حضرت اقدس مولانا شیخ حبیب الرحمٰن (نائب مہتمم دار العلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفوں کے لائق وہ اللہ ہے جو دین متین کی حفاظت کا ذمہ دار بن گیا، جس نے ہر دور اور زمانہ میں ایسا گروہ مقرر فرما دیا جو دین میں فہم سلیم رکھتے ہیں تا کہ اس دین کو درست شکل میں باقی رکھیں اور اللہ کے عذاب سے ہر اس شخص کو ڈراتے رہیں جو دوسروں کو واضح گمراہی کے کنارے پڑے جانے کی کوشش کرے، اور تا کہ دین کے حرم کو پاک کریں کفر کی پلیدیوں اور الحاد و زندقہ کی گندگیوں سے یہاں تک کہ حق کی صبح روشن اور واضح ہو جائے۔

اور رحمت کاملہ اور سلامتی نازل ہو ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے ہمیں ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات اور اس کا دن برابر روشن ہیں پس اب گمراہی کی گھاٹیوں میں صرف وہی شخص گرے گا جو توفیق و یقین سے محروم کر دیا گیا ہو۔ اور رحمت کاملہ و سلامتی نازل ہو آپ کی آل اور آپ ﷺ کے ان صحابہ پر جنہوں نے شریعت کے جھنڈوں کو بلند کیا اور شریعت کے

مینار کو مضبوط بنایا۔ پس (ان کی محنت کے بعد) اب آفاقِ عالم میں ہر افق خوب چمک رہا ہے جیسا کہ آفتاب عالم آسمان وزمین پر چمکتا ہے، اور انہوں نے دین کی حمایت میں اپنے مال وجان کھپا دیے اور ہر ذلیل، جھوٹے اور سرکش کو دین سے دور کیا حتیٰ کہ جس کسی نے بھی ضروریاتِ دین میں سے کسی کا بھی انکار کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے قتل کر دیا، یا جس کسی نے بھی اپنی ذات کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا اگرچہ وہ سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا معترف ہی کیوں نہ ہو اسے قتل کیا، جیسے اسود عنسی، مسیلمہ کذاب۔ پس دینِ اسلام میں کسی ٹیڑھی نے انہیں نہ روکا اور نہ ہی مہربانوں نے انہیں دینِ حق سے نکلنے والے ان طعنہ زنوں پر شدت کرنے سے روکا۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد، اس میں کوئی شک نہیں کہ آغازِ آفرینش سے کوئی ایک زمانہ نہیں گزرا جو فتنوں سے خالی ہو حتیٰ کہ ہر زمانہ میں ایسا فتنہ موجود رہا جس نے اہلِ زمانہ کو بے قرار و بے چین کر دیا اور اس فتنہ کی ہولناکی نے اس کی شدت اور اس کی آگ کے اشتعال نے اور اس کے انگاروں کے اشارے نے اہلِ زمانہ کو ذلیل کر دیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کا وعدہ پورا فرمایا اور اس فتنے کے وقت بادشاہوں اور کامل یقین والے علماء ربانیین کو توفیق سے نوازا کہ انہوں نے بتوفیق اللہ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس فتنہ کی بنیادوں کو گرا دیا، اور انہیں شکوک وشبہات کے اندھیروں کو دین کے روشن چہرے سے ہٹا دیا حتیٰ کہ ہر فتنہ ان کی کوششوں سے اپنے پھیلاؤ کے بعد کافور ہو گیا اور اپنی شکست کے بعد معدوم ہو گیا اور اپنے منتشر ہونے کے بعد سکڑ گیا اور کمزور پڑ گیا۔ حتیٰ کہ اس فتنہ کا صرف نام ہی باقی بچا یا فقط ایک چھوٹے سے گروہ کی شکل میں اس کا نشان بچا، پس ایسے لوگ نہیں تھے جو اس مسترد شدہ قلیلہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے اس فتنہ کو قبول کریں۔ پس ان کی تعداد وقعت نہ ان کا لشکر۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ باطنیہ اور قرامطہ (یہ دونوں گمراہ فرقے ہیں) جن کی مدت بڑا لمبی ہے اور ان کی قوت مضبوط ہوئی حتیٰ کہ انہوں نے مطاف اور عرفات میں حجاجِ کرام کا ناحق خون بہایا اور انہوں نے حجرِ اسود کو اکھاڑ پھینکا اور اس کو ہجر کی طرف لے گئے۔ کہاں چلے گئے وہ؟ اور اب یہ قرامطہ فرقے کے لوگ کہاں ہیں جو شہروں پر قابض ہونے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ترقی کی اور انہوں نے گھروں میں فساد بپا کیا۔ کیا اے مخاطب تو ان میں سے کوئی ایک کو دیکھ سکتا ہے یا تو ان میں سے کسی ایک کی آہٹ کو سن سکتا ہے، کہاں فرقہ مہدوی والے اور جون پوری کے متبعین کہاں ہیں؟ کیا کوئی باقی ہے ان میں سے سوائے چند لوگوں کے جیسے وہ کھودی ہوئی جیل کے قیدی ہیں اور مردے ہیں قبروں میں۔ بے شک بدبختی کے لحاظ سے سب سے زیادہ فتنہ اور فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی معصیت جس کو فتنہ قادیان کہا جاتا ہے اور فتنہ مرزائیہ کہا جاتا ہے جس کے سردار مرزا غلام احمد نے ختمِ نبوت کا

انکار کیا اور اس نے اپنے متعلق یہ خیال کر لیا کہ وہ نبی ہے خواہ ظلی ہو یا بروزی یا تشریعی یہ سب کچھ اس کی ان کتب میں ہے جو اس نے اپنی ذریت کے لئے کالی کیں۔ وہ اپنی زہر آلود باتیں اپنے متبعین پر ڈالتا رہا یہاں تک کہ ان کے دلوں میں اس کی جھوٹی نبوت نے گھر کر لیا اور وہ ایمان لا بیٹھے اس کی وحی پر اور اس کی معجز کلام پر اور اس کے (جھوٹے) معجزات پر۔ سو اس کی اُمت امتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الگ مستقل اُمت بن گئی اور جو شخص مرزا کی جھوٹی نبوت کا انکار کرے قادیانی گروہ اس کے مسلمان ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ پوری دنیا کے مسلمانوں میں سے قادیانی ان مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ جنازہ اور نہ ان مسلمانوں سے قادیانی عورتوں کا نکاح جائز سمجھتے ہیں۔

اس جھوٹے مدعیٔ نبوت نے اس پر بس نہ کی، بلکہ اپنی ذات کے لئے تمام انبیاء اور رسل پر فضیلت کا بھی دعویٰ کر دیا حتیٰ کہ سردار الانبیاء ﷺ پر بھی فضیلت کا دعویٰ کر بیٹھا اور ہمارے سردار حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ اور اللہ کے سچے پیغمبر ہیں کی توہین کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گندے کلمات کا مرتکب ہوا۔ ایسے کلمات کہ ان کے سننے کی کوئی مسلمان طاقت نہیں رکھتا۔

پھر اس کے متبعین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ سو ایک نے تو اس کے اصلی دعویٰ نبوت کو لازم پکڑا اور اعلانیہ اس کی نبوت کا اعلان کرتا رہا۔ نہ ان کو دین نے اس غلط سے روکا اور نہ ہی شرم وحیا نے ان کو روکا۔ یہ فرقہ ہی جمہور مرزائیہ ہیں اور دوسرا گروہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتا رہا اور اعتقاد سے اسی عقیدہ پر جما رہا جس کا مرزا قادیانی دعویٰ کرتا تھا اور منافقانہ طور پر بطورِ دھوکہ دینے کے کہا کہ مرزا نے اپنی نبوت کا دعویٰ چھوڑ دیا تھا اور ہم بھی اس کو نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو مصلح اور مجدد اور مسیح موعود خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا صریح جھوٹ تھا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اور مرزا کی خفیہ سازشوں اور اس کی لغزشوں کی تلقین کے لئے۔ اور یہ فرقہ زیادہ خطرناک تھا بنسبت پہلے فرقے کے۔ کیونکہ بہت سے مسلمان کہ جن کو مرزا کی خفیہ سازشوں کا علم نہیں اور نہ ہی ان کو ان حیلہ باز منافقین کی تدابیر کی اطلاع ہے، جب وہ ان کی باتوں کو سنتے ہیں تو مرزا قادیانی کے بارے میں اس کے خیالات کو اچھا اور درست سمجھتے ہیں۔ پھر مرزا قادیانی کے فضائل کو کان لگا کر سنتے ہیں جو قادیانیوں کے ہاں کثرت سے ہیں اور اس کے ان اوصاف کو جن میں انہوں نے خود اختلاف کیا تو یہ بھولے بھالے مسلمان یقین کر لیتے ہیں کہ وہ نیک آدمی تھا اور یہ ایک جال ہے جس کے ذریعے غافل اور لاعلم مسلمانوں کو شکار کیا جاتا ہے۔

اے بیدار مغز آدمی تو کچھ غور تو کر کہ ان ظالموں کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ کہاں تک پہنچ گیا اور ان کی تکفیر میں وہ شخص توقف کرتا ہے جو ان کی مراد و مقصود پر مطلع نہ ہوا ہو اور سنت اللہ جاری ہے

ابتداء آفرینش سے کہ فتنہ ایک حد معلوم تک باقی رہے، اس کی آگ بھڑکتی رہے اور اس کے شعلے اڑتے رہیں۔ پھر وہ بجھ جائے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو باقی اور ثابت رکھے اور باطل کو مٹا دے۔ پس باقی رہ جائے اسلام ایسا خالص تازہ جیسا اصل میں اور شروع تھا اور مسلمانوں کی مدد کی جاتی رہے گی اور مضبوط رہیں گے حق پر اور یہ فتنے اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور مسلمانوں کو کم نہ کر سکیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ دین دار امراء اور بادشاہوں اور علماء ربانی کامل یقین والوں پر لازم تھا کہ وہ اس فتنے کا قلع قمع کرنے کے لئے متحد ہو کر کھڑے ہوتے رہیں تاکہ اس کو مل کر ختم کر دیا جائے اور وہ اس کے مقابلہ میں اپنی کوششوں کو خرچ کرتے اور اسلام کی نصرت میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرتے۔ ورنہ تو مسلمان رسوا ہو جاتے اور دین سے پشت پھیرنے والے ہو جاتے اور اس بات کے حق دار بن جاتے کہ ان کے نام تک کو مٹا دیا جائے اور اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم بدل میں لے آئیں۔ پس علماء کا ایک گروہ اس ذمہ داری کے لئے اور نصرت حق کے لئے کمربستہ ہوا تاکہ اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اس کے چھپے دعووں کو ظاہر کر دیں۔ پس انہوں نے کتب اور رسائل کو عام کیا حتیٰ کہ حق واضح ہو گیا اور باطل رسوا ہو گیا۔ عوام و خواص اس چیز پر مطلع ہو گئے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے کفر اور ارتداد کی خفیہ سازشیں کیں۔ پس اس کے متبعین میں سے ایک گروہ باقی بچا کہ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی اور ان کے سینوں کو تنگی سے بند کر دیا۔ سو ایسے لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ دردناک عذاب سے ملاقات نہ کر لیں۔

مسلمانوں میں سے وہ سعادت مند آدمی جو اس فتنے کا سر پھوڑنے کے لئے کھڑا ہوا اور اس باغی سرکش فتنہ جس کا شمار مسلمانوں کے فرقے میں سے نہیں کے باطل دعووں کے قلع قمع کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور تکفیر الملحدین والمتاولین اہل قبلہ کے مسئلہ کی تحقیق کے لئے کمربستہ ہوا وہ شیخ عادل، پرہیزگار، متقی، الحافظ اور حجت مفسر اور محدث اور فقیہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں متعدد جیسے علم رکھنے والے اور مسائل مشکلہ میں تحقیق کے جھنڈے کو بلند کرنے والے، ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا شاہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری ہے اور دارالعلوم دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی امان میں رکھے اور ان کی مزید مدد فرمائیں۔

پس انہوں نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا اس میں اس مسئلے کے بارے میں ہر وہ چیز کہ جس کی طرف علماء محتاج ہوتے ہیں جمع کر دیا ہے اور محفوظ فرما دیا ہے اور اس میں تحقیقات مفیدہ لائے اور اس میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح کر دی کہ مرزائی مسلمانوں میں نہیں رہے اور مسلمانوں کے تمام فرقوں سے خارج ہیں۔

یہ ایسا رسالہ ہے کہ جب اس کو انصاف والا اور بیدار مغز دیکھے گا تو اس کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ

رہے گا اور اس مسئلہ میں کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ اسلام کے فرقوں میں سے مرزائی گروہ کے اسلام سے خارج ہونے میں تردد نہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھائیں اور ان کے اوقات میں برکت عطا فرمائیں اور اس رسالے سے مسلمانوں کو نفع مند کریں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائیں جو مرزائیوں کے بارے میں شک کر رہے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد ﷺ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

انا العبد الضعیف
حبیب الرحمٰن الدیوبندی العثمانی

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد رحیم اللہ بجنوری ادام اللہ ظلہٗ

بعد حمد وصلوٰۃ!

کہتا ہے بندہ گنہگار ضعیف جو امید رکھنے والا ہے اپنے طاقت والے رب کی رحمت کی، محمد رحیم اللہ بجنوری۔ بے شک میرے پاس بہترین، نافع بلکہ کامل نفع والی کتاب ہے، بلکہ اس کتاب کا ہونا شدید ضروری تھا حق اور تحقیق کے طلب کرنے والوں کے حق میں ان اہم دینی امور کے معاملہ کہ جن میں مکمل اطلاع نہیں رکھتے اور ان کا یقین کامل نہیں رکھتے۔

☆☆☆☆☆

تعارف

الحمدللہ رب العلمین ولاعدوان الاعلی الظالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

سرزمین بیت الحرم میں "غار حرا" کے افق سے نبوت کبریٰ کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا اور زندگی مخلوق کے لئے آسمانی پیغام ہدایت کی ضیاء پاشیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ "خاتم النبیین" کے منصب پر فائز ہو گئے۔ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہو گیا کفار مکہ اور جزیرۃ العرب کے یہود و نصاریٰ پوری مخالفت بلکہ ضد و عناد پر اتر آئے لیکن اسلام کے خلاف ان کی ساری تدبیریں خاک میں مل گئیں اور نہ صرف عہد نبوت میں بلکہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں بھی اسلام کے روز افزوں عروج و استحکام کی یہی صورت حال قائم رہی اور اسلام شرقاً و غرباً تمام دنیا میں بن کی آگ کی طرح پھیلتا چلا گیا مگر اس کے ساتھ ساتھ اعداء اسلام کے حلقوں میں اسلام کے خلاف غیظ و غضب بھی بڑھتا چلا گیا، مشیت الٰہی سے عہد عثمانی میں عہد فاروقی جیسا تدبر و تیقظ قائم نہ رہ سکا اس لئے مریض القلب لوگوں نے خصوصاً نام نہاد مسلمان یہودیوں نے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں تا آنکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور اب چاروں طرف سے علی الاعلان فتنوں نے سر اٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان فتنوں کا بازار "حرب و پیکار" کی شکل میں گرم ہونا شروع ہو گیا اور اسلام کو شدید ترین داخلی و خارجی خطرات کا سامنا کرنا پڑا، اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت نہ ہوتی تو شاید اسلام ختم ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے علم و فراست کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی۔ جس طرح عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کا فتنہ پوری قوت کے ساتھ رونما ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حزم و عزم صدیقی کی برکت سے اسلام کی حفاظت فرمائی تھی ٹھیک اسی طرح فتنہ خوارج و شیعیت کی شدت کی وجہ سے خلافت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں بھی اسلام کا قصر ویران ہو گیا تھا، اسلام تو بچ گیا لیکن "جنگ جمل" اور "جنگ صفین" جیسے دردناک واقعات اور خونچکاں حوادث رونما ہوئے اور اسلام کی مقدس سرزمین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے خون سے سرخ ہو گئی اور انہی فتنوں کے نتیجے میں "فتنہ شیعیت"، "فتنہ رفض"، "فتنہ خارجیت"، "اعتزال" وغیرہ سیاسی و دینی فتنوں نے جنم لیا اور وہ پھیلے ہیں اور پہلی مرتبہ علمی اعتبار سے "مسئلہ ایمان" و "مسئلہ کفر" سامنے آیا اور اس کی علمی تحقیق کی ضرورت پیش آئی۔

لطف کی بات یہ تھی کہ خوارج و معتزلہ بھی ایمان و توحید کے مدعی تھے اور شیعہ و روافض بھی اسلام

و حب اہل بیت کے دعویدار تھے، مگر دونوں فرقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر پر متفق تھے اور اپنے ایمان و اسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے پھر انہی دونوں شاخوں سے پھوٹ کر "جہمیہ"، "مرجیہ"، "کرامیہ" وغیرہ وغیرہ بیسیوں اسلامی فرقے پیدا ہوتے چلے گئے جن میں سے ہر ایک فرقہ اپنے سوا سب کو کافر کہتا تھا۔

اس لئے "اسلام" کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ محققانہ انداز میں اس مشکل کو حل کیا جائے کہ "مناط" و مدار نجات کیا چیز ہے؟ اور "ایمان" کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور "کفر" کی اصل بنیاد کیا ہے؟

چنانچہ امام احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابو عبیدہ قاسم بن سلام، محمد بن نصر مروزی، محمد بن اسلم طوسی، ابو الحسن بن عبدالرحمٰن بن رستہ، ابن حبان، ابوبکر بیہقی وغیرہ ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے "مسئلہ ایمان" پر محدثانہ کتابیں لکھیں۔ محدثین کے طرز پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "کتاب الایمان" شاید آخری کتاب ہو، لیکن علمی و فکری مکاتب فکر کے نقطہ نظر سے یہ محدثانہ تالیفات کافی نہ تھیں اس لئے متکلمین نے اس میدان میں قدم رکھا اور قدماء متکلمین کی تصانیف میں بھی یہ مسائل زیر بحث آئے۔ امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ سے لے کر حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تک کبار متکلمین نے خوب علمی و فکری تحقیقات کی داد دی اور ان مسائل پر سیر حاصل عقلی و نقلی (غیر نقلی) بحثیں کیں، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی طوسی رحمہ اللہ متوفی ۵۰۵ھ غالباً پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر مستقل محققانہ کتاب لکھی جس کا نام "فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ" ہے، مصر و ہندوستان دونوں جگہ طبع ہوئی ہے۔

رفتہ رفتہ فقہاء کے حلقہ میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور فقہاء کرام نے اپنے مخصوص فقہی انداز میں بھی خوب خوب لکھا، لیکن ایک طرف تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول: "لانکفر احدا من اھل القبلۃ" امت کے سامنے تھا دوسری طرف یہ اجماعی مسئلہ طے شدہ تھا کہ "ضروریات دین میں سے کسی بھی امر ضروری کا انکار کفر ہے۔" بلکہ "ضروریات دین میں "تاویل" بھی موجب کفر ہے۔"

اسی طرح ایک طرف یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ "لازم مذہب مذہب نہیں ہے، جب تک التزام کفر نہ کیا جائے محض لزوم کفر سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ اس بحث کے ذیل میں یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ "ضروریات دین" کے باب میں بھی یہ ضابطہ جاری ہے یا "ضروریات دین" اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں؟ نیز مسئلہ تکفیر میں "دلیل قطعی" ضروری ہے یا "ظنی ادلہ" سے بھی تکفیر کی جا سکتی ہے؟

الغرض موضوع اپنی اہمیت کے پیش نظر اور نزاکت کے اعتبار سے زیادہ سے زیادہ الجھتا گیا اور ایمان و کفر کا بدیہی مسئلہ نظری بن کر رہ گیا، ادھر اعداء دین کو ان علمی بحثوں اور کاوشوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مواقع ملتے چلے گئے۔

اسی اثنا میں سرزمین پنجاب کے اندر ایک "مدعی نبوت" پیدا ہو گیا جس نے اپنی مستقل نبوت کو منوانے کی غرض سے "قطعی امور دین" کا انکار کرنا شروع کر دیا "ختم نبوت" جیسے اجماعی واساسی طے شدہ مسئلہ کو از سرِ نو زیر بحث لایا "جہاد" اور "حج" کے اس زمانہ میں منسوخ ہونے کا اعلان کیا اسی کے ساتھ ساتھ ازراہ تلبیس "تبلیغ اسلام" کے بلند و بانگ دعوے بھی کرتا رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف جہات سے دین کی حفاظت کے لئے شدید ضرورت پیش آئی کہ ان موضوعات پر ایک فیصلہ کن محققانہ تالیف امت کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے تاکہ ان دقیق اور الجھے ہوئے مسائل میں آئندہ نسلوں کو کفر و اسلام کے اندر امتیاز کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

لیکن ان موضوعات سے عہدہ برآ ہونا نہ ہر عالم و فقیہ کا کام تھا اور نہ ہر صاحب قلم مصنف و مؤلف کا، بلکہ اس کے لئے ایک ایسے محقق روزگار کی ضرورت تھی جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی، متکلم بھی ہو اور اصولی بھی، مورخ بھی ہو اور تاریخ ملل و نحل کا محقق بھی، وسیع النظر بھی ہو اور منصف مزاج بھی، اس کی زندگی علوم و مشکلات علوم کی تحقیق اور عقدہ کشائی میں گذری ہو، مجتہدانہ ذوق کا مالک ہو، مذہبوں اور فرقوں کی تاریخ سے بصیرت افروز واقفیت رکھتا ہو۔

حق تعالیٰ نے اس علمی و دینی عظیم الشان خدمت کے لئے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی نور اللہ مرقدہ کا انتخاب فرمایا جو اپنے عہد میں علوم اسلامیہ میں "امامت کبریٰ" کا درجہ رکھتے تھے، ایسے یگانہ روزگار تھے جن کی مثال گذشتہ صدیوں میں بھی مشکل سے ملے گی، قدماء و متأخرین میں چند نفوس قدسیہ جس جامعیت علمی کے حامل گزرے ہیں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ بھی انہی جیسی نادرہ روزگار ہستی کے مالک تھے۔

اس موضوع پر قدماء و متأخرین فقہاء، متکلمین، محدثین و مفسرین کے علمی کارناموں یعنی تصانیف میں جہاں بھی "فقر منقول" (زریں اقتباسات) تھے، اگرچہ بعید سے بعید ترین مظان (مقامات) میں تھے، ان سب کے جواہر و درر کو حیرت انگیز غواصی کے کرشمے دکھا کر امت کے سامنے رکھ دیا اور یہ تفحص و تجسس کا دائرہ مطبوعات تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اس مقصد کے لئے نادر ترین "مخطوطات" (قلمی کتابوں) کے عام دسترس سے باہر علمی سمندروں میں بھی شناوری اور غواصی فرمائی ہے اور نہ صرف خاص خاص ابواب متعارفہ اور مظان متوقعہ (متوقع مقامات) کی مراجعت فرمائی ہے بلکہ بعض مخطوطات کو اول سے آخر تک مطالعہ کر کے پوری کتاب میں جہاں جہاں وہ بیش بہا (قیمتی اقتباسات) ہاتھ آتے گئے، چنتے گئے، محقق ابن وزیر یمانی کی محققانہ ضخیم غیر مطبوعہ کتاب "العواصم والقواصم" پوری مطالعہ کر کے سارے متعلقہ ٹکڑے (اقتباسات) ایک جگہ جمع فرما دیئے، اسی طرح "فتح الباری" جیسی ضخیم تیرہ

جلدوں کی کتاب میں جہاں جہاں کوئی مفید مطلب مضمون ملا جمع فرما دیا، کیا کوئی بھی عالم و محقق تصور کر سکتا ہے کہ "ادیب قلقشندی" کی خالص ادبی کتاب "صبح الاعشیٰ فی فن الانشاء" میں بھی اس خالص دینی موضوع سے متعلق کوئی چیز ہوگی؟ لیکن امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے وہ بھی اوجھل نہ رہ سکی اس سے بھی استفادہ فرمایا، امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "خلق افعال العباد"، امام ذہبی رحمہ اللہ کی "کتاب العلو"، بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب "الاسماء والصفات"، ابن حزم کی "کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل"، عبد القاہر تمیمی بغدادی کی کتاب "الفرق بین الفرق"، ابو البقاء کی کتاب "الکلیات"، شیخ اکبر کی "الفتوحات المکیہ"، شعرانی کی "الیواقیت والجواہر"، سیوطی کی کتاب "الخصائص" وغیرہ وغیرہ کے اقتباسات و حوالے اسی طرح آتے ہیں جیسے کتب کلام و کتب فقہ، کتب اصول و کتب حدیث و اصول حدیث اور تفاسیر کے اقتباسات و حوالہ جات آتے ہیں، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف: "کتاب النبوات" جلد ۲، "المنہاج"، "الصارم المسلول"، "بغیۃ المرتاد"، "کتاب الایمان" اور "الجواب الصحیح" میں جہاں جہاں مفید مطلب مسئلہ نظر آیا نقل فرما دیا۔ حافظ ابن قیم کی تصانیف: "شفاء العلیل"، "زاد المعاد" وغیرہ میں جہاں جہاں اہم نقول (اقتباسات) ملی ہیں، بجنسہ نقل فرما دی ہیں۔ اس طرح تقریباً دو سو کتابوں کے صدہا اقتباسات اور حوالہ جات ہر مسئلہ اور ہر عنوان کے تحت اس حیرت انگیز استقصاء کے ساتھ جمع فرمائے ہیں کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا ہے کہ شاید ساری زندگی اسی کتاب کی نذر ہو گئی لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب در تعجب ہوگا کہ اس انداز کی یہ جامع کتاب صرف چند ہفتوں میں تصنیف فرمائی ہے۔ لیکن یہ اسی جلیل القدر و محیر العقول ہستی کا کارنامہ ہو سکتا تھا جس نے سارے علمی کتب خانے کھنگال ڈالے تھے اور ہر مطالعہ کی ہوئی کتاب ہمہ وقت اسی طرح مستحضر رہتی تھی جیسے ابھی دیکھی ہے۔

پھر بڑی خوبی یہ ہے کہ تنہا کتب حنفیہ سے نقول (اقتباسات) جمع نہیں کئے ہیں تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ "یہ تو مخصوص کتب فقہ کا نقطہ نظر ہے"۔ بلکہ کتب مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور کتب ائمہ اور بعد کے نوادر نقول (اقتباسات) پورے استیعاب و استقصاء کے ساتھ جمع کئے ہیں تا کہ یہ ثابت ہو کہ یہ پوری امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اور تمام ائمہ مذاہب کا متفقہ فیصلہ ہے اور کسی پہلو سے بھی حرف گیری یا شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے، اسی طرح متکلمین میں سے "ماتریدیہ"، "اشاعرہ" اور "حنابلہ" کی کتب عقائد و کلام سے بھی موقع بموقع اقتباسات پیش کئے ہیں اور کسی بھی پہلو سے کوئی سر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

پھر جتنے محقق اہل علم اکابر دیوبند تھے ان سب کی تصدیقات صرف اس لئے حاصل کی گئیں تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ کوئی "شخصی رائے" نہیں ہے بلکہ دورِ حاضر کے اکابر امت کا اجماعی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی عالم دین بھی مخالف نہیں ہے۔ "تقریظ لکھنے والے قابل ذکر حضرات یہ ہیں":

۱۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی مفتی دارالعلوم دیوبند۔

۲۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی۔

۳۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری المدنی۔

۴۔ حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری، شاگرد حضرت نانوتوی۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی۔

۶۔ امیر شریعت بہار حضرت مولانا محمد سجاد بہاری۔

۷۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعا رحمۃ واسعۃ۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس آخری دور میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اسی قسم کی علمی مشکلات حل کرنے کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ ان کی تالیف، تصنیفی ہو یا املائی، سب میں یہ خصوصیت جلوہ گر ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"حضرت شاہ صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ علوم وفنون کی ارواح وحکمات پر حاوی ومطلع ہیں، جب کوئی شخص ان سے کسی بھی علم کا کوئی دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مسئلہ حل کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو فوراً برجستہ جواب مستحضر پاتا ہے اس طرح جیسے مدتوں سے اس مشکل کو حل کئے بیٹھے ہیں"۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ اکابر امت اور کبار محققین کے علوم کی نقول (اقتباسات) پیش کر دینے پر اکتفاء کیا ہو، اگرچہ اس انداز سے ایک موضوع پر ان سب اقتباسات کو ایک جگہ جمع کر دینا بھی افراد امت ہی کا کام ہے، بلکہ ان نقول واقتباسات سے جو علمی فوائد ونکات اخذ کئے ہیں اور زیر نظر موضوع کی تائید میں جو مجتہدانہ استنباطات کئے ہیں یہ صرف انہیں کا کام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس گوناگوں اور نت نئے فتنوں کے دور میں کہ کہیں "مرزائیت" کا فتنہ ہے تو کہیں "خاکساریت" کا، کہیں "پرویزیت" کا فتنہ ہے تو کہیں "فضل الرحمن" کی مستشرقانہ تحقیقات کا، اگر ایسی محققانہ اور جامع کتاب نہ ہوتی تو آج "کفر وایمان" کا مسئلہ شدید بحران اور پیچ در پیچ اشتباہ میں پڑا ہوتا اور دور حاضر کے علماء میں سے کسی عالم کے بس کا نہ تھا کہ ایسا مدلل ومنقح اور بصیرت افروز ومحققانہ ذخیرہ جمع کر سکے کہ ہر فتنہ کی سرکوبی وتردید کے لئے کافی ہو اور امت کے ذمہ یہ "فرض کفایہ" یونہی رہ جاتا، لیکن الحمد للہ علی احسانہ یہ مسئلہ اتنا واضح ہو گیا کہ اب کسی کے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش اور عذر باقی نہ رہا۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اور سارے نقول (اقتباسات) بھی عربی زبان میں تھے اور ان سے اخذ کردہ نتائج اور حضرت شیخ کے استنباطات بھی چیستان کی حد تک دقیق عربی زبان میں تھے، چنانچہ

سرسری نظر سے پڑھ کر عربی داں اور علماء بھی اس کو ایک اقتباسات کی فہرست سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ علاوہ ازیں بہت سے مقامات پر یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا تھا کہ اقتباس کتنا ہے اور حضرت شیخ کی عبارت کتنی؟ غرض علماء کے لئے بھی اس وقت واختصار کی وجہ سے کما حقہ استفادہ بڑے غور وخوض کا محتاج تھا۔

مجلس علمی کراچی کا یہ احسان ہے کہ اس نے وقت کی اہم دینی ضرورت کا احساس کیا اور ایک محقق عالم واستاذ فاضل کو، جسے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ اور خصوصی تعلق کے ساتھ ہی ان کے علوم سے فی الجملہ مناسبت بھی ہے اور ساری عمر علوم وفنون کی بادیہ پیمائی میں گزری ہے، کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے انتخاب کیا۔

اس قسم کی جامع اور دقیق کتاب ہو اور پھر امام العصر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تالیف ہو، جن کی دقت تحریر علماء کے حلقہ میں معروف ہے اور ان کی دوسری تصانیف اس پر شاہد ہیں اور پھر اس نازک اور لائق صد احتیاط موضوع پر ہو، اس کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا، لائق مترجم وفقہ اللہ لکل خیر ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس مشکل کو سر کیا اور اس "خوان یغما" کو نہ صرف عام علماء بلکہ اردو داں طبقے کے لئے بھی وقف عام کر دیا اور علماء وطلبہ دارباب فتویٰ پر بھی احسان کیا اس لئے کہ امام العصر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی تحریر بلکہ تقریر سے بھی پورا استفادہ کرنا ہر عالم کے بس کا کام نہیں ہے۔

بہر حال وقت کی ایک اہم دینی وعلمی ضرورت تھی جو نہایت خوبی کے ساتھ پوری ہوگی، جن حضرات (جن کو ان موضوعات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے) خصوصاً ارباب فتویٰ اس کی قدر کریں گے اور امام العصر حضرت مؤلف نور اللہ مرقدہ کو اور مترجم علامت حیات فی الخیر دونوں کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

کتاب کے اواخر میں امام العصر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر کہ ان مسائل میں علماء کی تحقیق کے مآخذ کتاب وسنت میں کیا کیا ہیں؟ اور علماء وفقہاء کے درمیان اختلاف نظر کیوں رہا ہے؟ عجیب مجتہدانہ انداز سے تحقیق فرمائی ہے اور محققانہ انداز سے اس اختلاف نظر کی توجیہ فرمائی ہے اور پھر فرمایا ہے:

"ہم نے اس مسئلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے، ایسا نہیں کیا کہ ایک جانب کو پیش نظر رکھ کر دوسری جانب سے غفلت برتی ہو اور اس طرح غیر شعوری طور پر ہم بے احتیاطی میں مبتلا ہو گئے ہوں، ہم نے اس مسئلہ میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے جس پر ہمارا ایمان وعقیدہ ہے، ہمارا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہے وہی ہمارا گواہ اور وکیل ہے"۔

"اس علم دین کو آئندہ نسلوں تک وہی لوگ پہنچائیں گے جو اہلِ سے وجید عادل ومنصف مزاج ہوں گے، وہی اہل الغلو (حد سے تجاوز کرنے والوں) کی "تحریفات" سے اہلِ باطل کی "تزویرات" (فریب کاریوں) سے اور جاہلوں کی "تاویلات" سے دین کو بچائیں گے"۔

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے۔ ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ حق تعالیٰ علم فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ: "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق سے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسر پیکار رہے ہیں اور قوم در قوم جنگ (تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس) کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دوٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین سے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، مغالطات، تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر وارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف و متنوع حربے بطور سپر استعمال کئے ہیں، مثلاً

۱۔ کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و متکلمین کے یہ تکفیر وارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ ۲۳۳ پر آپ فتاوی بزازیہ کے حوالے سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲۔ کبھی کہتے ہیں: ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی حقیقت حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳۔ کبھی کہتے ہیں: ہم تو "متأول" ہیں، باتفاق فقہاء متأول کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و فعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور متأول کے بارے میں بھی سیر حاصل بحث و تحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴۔ ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور بد دینوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل

علاوہ کافر و مرتد ملحد و زندیق و جاہل و بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں جو دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے قطعی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرما دی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء به الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو، صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح دینی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے یہ الفاظ بھی ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فرض ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مومن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر یعنی عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) و تعیین کریں تاکہ نہ کسی مومن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جا سکے اور نہ کسی کافر کو مومن اور مسلمان کہا جا سکے ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوں گی تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے!!

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہا جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ تمام لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" "ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطروں پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے۔ ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ علم و فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق ہم سب کو نصیب فرمائے۔

ایک ضروری تنبیہ: "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم و سرد جنگ یعنی تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے "آفتاب نصف النہار" سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دو ٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین سے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویشات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر وارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے علماء حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے بطور سپر استعمال کیے ہیں، مثلاً:

۱: کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و متکلمین کے یہ تکفیر وارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں، ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ ۲۳۳ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے اس قسم کے جاہلانہ نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲: کبھی کہتے ہیں ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی حقیقت حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳: کبھی کہتے ہیں ہم تو "متأول" ہیں، اور تاویل کرنے والوں کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و عمل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور متأول کے بارے میں بھی یہ حاصل بحث و تحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴: ہمارے زمانہ میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے اس لئے وہ زیادہ بے باکی اور دریدہ دہنی کے ساتھ علماء حق کے ان تکفیر کے فتووں کو "دشنام طرازی"

سے، کافر و مرتد، ملحد و زندیق، جاہل، بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ: "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں، قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے تفصیلی طور پر ان کی تعیین و تحدید فرمادی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء به الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے، جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح اگر کوئی تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں، تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، افعال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے یہ الفاظ بھی اور ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مومن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح ان کو ترک کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، بلکہ یہ عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) تعیین کریں تاکہ نہ کسی مومن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جاسکے اور نہ کسی کافر کو مومن اور مسلمان کہا جاسکے، ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اسی طرح مشخص و متعین نہ ہوں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے!!

اسی لئے علمائے امت پر کچھ بھی ہو اور کیسے ہی طعنے کیوں نہ دیے جائیں اور حق دنیا تک یہ فریضہ عائد ہے اور رہے گا کہ وہ خوف و خطر اور "لومۃ لائم" (ملامت کرنے والوں کی ملامت) کی پرواہ کئے بغیر جو شرعاً "کافر" ہے اس پر "کفر" کا علم اور فتویٰ لگائیں اور اس میں پوری پوری دیانت داری اور طرز تحقیق سے کام لیں اور شرعاً جو "ملحد" "فاسق" ہے اس پر "الحاد" "فسق" کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور جو بھی فرد یا فرقہ قرآن و حدیث کی نصوص کی رو سے "اسلام" سے خارج ہو اس پر اسلام سے خارج اور دین سے بے تعلق ہونے کا حکم اور فتویٰ لگائیں اور کسی بھی قیمت پر اس کو مسلمان تسلیم نہ کریں جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہ ہو یعنی قیامت تک۔

بہرحال "کافر" "فاسق" "ملحد" "مرتد" وغیرہ شرعی احکام و اوصاف ہیں جو فرد یا جماعت کے عقائد و اقوال و اعمال پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ ان کی شخصیتوں اور ذاتوں پر، اس کے برعکس "گالیاں" جن کو دی جاتی ہیں ان کی شخصیتوں اور ذاتوں کو دی جاتی ہیں لہٰذا اگر یہ الفاظ صحیح محل میں استعمال ہوتے ہیں تو یہ شرعی احکام ہیں ان کو "سب و شتم" اور ان احکام کے لگانے کو "دشنام طرازی" کہنا جہالت ہے یا بے دینی۔

نیز علماء حق جب کسی فرد یا جماعت کی تکفیر کرتے ہیں تو وہ اس کو "کافر" نہیں بناتے۔ "کافر" تو وہ خود اپنے اختیار سے کفریہ عقائد یا اقوال و افعال اختیار کرنے سے بنتا ہے وہ تو صرف اس کے کفر کو ظاہر کرتے ہیں، کسوٹی سونے کو کھوٹا نہیں بناتی وہ تو اس کے کھوٹا ہونے کو ظاہر کر دیتی ہے، کھوٹا تو وہ خود ہوتا ہے، اس حقیقت کے باوجود یہ کہنا کہ "مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کیا آتا ہے؟" شرمناک جہالت ہے۔

امید ہے کہ اس ضروری تنبیہ کے بعد قارئین ان ملحدوں اور بے دینوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف اور ہوشیار ہو جائیں گے اور جس کسی فرد یا جماعت کو اس قسم کا پروپیگنڈا کرتے پائیں گے یقین کرلیں گے کہ یہ صرف شریعت کے حکم اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج بد اور الحاد و زندقہ کی سزا سے بچنے کے لئے علماء محققین کے خلاف بد اعتمادی پھیلا کر دوگونہ جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

واللہ سبحانہ ولی الهداية والتوفيق وصلى الله على خير خلقه صفوة البرية سيدنا ومولانا محمد الهاشمي العربي وعلى آله وصحبه وبارك وسلم۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

عرض مترجم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى خصوصاً على خاتم الانبياء سيدنا محمد المصطفى المجتبى، وصلى الله عليه وعلى آله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا. اللهم صل وسلم عليه كلما ذكره الذاكرون وصل وسلم عليه كلما غفل عن ذكره الغافلون وبعد!

کمترین خلائق بندہ محمد ادریس بن مولانا محمد اسحٰق بن مولانا عبداللہ (نو مسلم کا بیٹا) میرٹھی، غفر اللہ له ولوالدیہ خود کو امام العصر حضرت الشیخ مولانا محمد انور شاہ الکشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات والا صفات کی جانب منسوب کرنے سے بھی ہچکچاتا ہے کہ "بدنام کنندہ نکو نامے چند" کا مصداق نہ بن جائے لیکن جس طرح ایک ذرۂ بے مقدار کو آفتاب عالم تاب سے کوئی نسبت نہیں، مگر اس کو کیا کیجئے کہ ذرہ کی نہ صرف تابانی بلکہ ہستی بھی آفتاب کے نور کے ساتھ قائم و وابستہ ہے، ٹھیک اسی طرح کی صورت حال ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا تو سوال ہی کیا میں تو حافظہ پر بہت زور ڈالتا ہوں کہ زبان مبارک سے سنے ہوئے کچھ کلمات ہی یاد آجائیں مگر بجز "حسبنا اللہ" اور "ہاں بھائی" کے اور کچھ یاد نہیں آتا، صرف ایک چیز کہ جسے ایک سعادت سمجھتی اور ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گی اور شاید آخرت میں بھی وہی کام آئے اور وہ ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ عقیدت اور اگر والہانہ محبت بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا، اسی بے پناہ محبت کی بدولت حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کے علوم و معارف سے ایک ایسی بسیط اور اجمالی مناسبت، جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں نصیب ہوگئی کہ بس وہی اس ذرۂ بے مقدار کے نہ صرف علم و معرفت بلکہ پوری علمی ہستی کا سرمایہ ہے، جس نے چالیس سالہ زمانہ تدریس میں بڑے بڑے معرکوں میں شرمساری سے بچایا ہے اور ہر روز ذہن میں وہی آیا ہے اور زبان و قلم سے وہی نکلا ہے جس کا غیر محسوس پرتو، حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہوا غیر شعوری طور پر محفوظ تھا۔

اس علمی بے بضاعتی کے ہوتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق و عمیق تصانیف، (جو اپنی دقت و اغلاق میں علماء کے حلقہ میں ضرب المثل ہیں) کے کما حقہ سمجھ لینے کا حوصلہ بھی نہ ہونا چاہیے تھا چہ جائیکہ ان کا اردو جیسی غیر علمی زبان میں ترجمہ و تسہیل، مگر اسی بسیط اور اجمالی مناسبت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے علوم و معارف کی افادیت (فائدہ رسانی) اور انتفاع (منفعت) کو عام اور سہل الحصول (آسان) بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کر دیا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف کا موضوع عموماً یا معروف اختلافی مسائل ہیں، یا پھر علم حقائق واسرار، لیکن گرامی عمر کے آخری حصہ میں فتنہ مرزائیت کی دین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مضرت رسانی کا اس قدر شدت سے احساس دامن گیر ہوا کہ نہ صرف قلم تصنیف و تالیف بلکہ زبان وبیان بھی اسی فتنہ کے استیصال کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

لیکن موجودہ عہد میں "الحاد و زندقہ" کے خیمہ ہائے (تاریک فتنہ) نے فتنہ مرزائیت کو بھی مات کر دیا ہے، آج تو "دین" کا نام لے کر "لادینی" پھیلانے اور "اسلام" کا نام لے کر "اسلام کو مسخ کرنے کی مہم پوری قوت کے ساتھ چلائی جا رہی ہے اور زبان و بیان کی راہ سے نہیں، بلکہ قلم و قرطاس یعنی تحریر و انشاء اور تصنیف و تالیف کی راہ سے یہ سیلاب آ رہا ہے، "اسلام" کی تعبیر نو کے عنوان سے دین کے چودہ سو سالہ مجمع علیہ مسلمات اور "شعائر و ضروریات دین" میں نت نئی تاویلیں اور تحریفیں کی جا رہی ہیں۔

زیر نظر رسالہ "اکفار الملحدین فی شیء من ضروریات الدین" کا ہدف اولین تو اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ اور "مرزائی امت" ہے مگر جو دلائل و براہین اور اقتباسات و حوالہ جات حضرت شیخ قدس سرہ نے اس رسالہ میں جمع فرمائے ہیں وہ "الحاد و زندقہ" کی جملہ انواع و اقسام کی تردید پر حاوی اور ملحدین و زنادقہ کے جملہ افراد و فرق کے استیصال کے لئے کافی و وافی ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ مرزائیت کے بہانے ایک ایسی جامع و ہمہ گیر تصنیف کی توفیق حضرت شیخ رحمہ اللہ کو عطا فرمائی جو رہتی دنیا تک ہر قسم کے فتنوں کی تردید و سرکوبی کے لئے ایک محکم اور جامع دستاویز ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک تمام فتنوں کی بیخ کنی کے لئے اہل حق اس سے استفادہ اٹھاتے رہیں گے کہ اس کے دلائل و براہین اور نقول و اقتباسات اور حوالہ جات کے بعد اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہ رہے گی بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع سے متعلق متقدمین و متاخرین کی تصانیف میں کوئی قابل ذکر چیز چھوڑی ہی نہیں اور "الحاد و زندقہ" کی تردید و الزام سے متعلق اتنے دلائل و براہین جمع کر دیے ہیں کہ "ان پر اضافہ مشکل ہے" تو بے جا نہ ہوگا (ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو عقیدت و محبت کے غلو سے تعبیر کریں)۔

یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ یہ تمام عصری تقاضے اور "اکفار الملحدین" کی یہ عظیم افادیت ترجمہ کے لئے "اکفار الملحدین" کو انتخاب کرتے وقت میرے سامنے تھے اور اس انتخاب کا محرک بنے ہیں، تو یہ سمجھئے اس انتخاب کی محرک تو صرف یہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم سے بعید اور اجمالی مناسبت تھی اور بس! "اکفار الملحدین" کی یہ اہمیت اور افادیت تو بلا مبالغہ مسلسل تین سال تک "اکفار الملحدین" کے مندرجات پر غور و فکر اور خامہ فرسائی کرنے کے بعد سامنے آئی ہے اور اس چھوٹے سے رسالہ کے یہ جوہر کھلے ہیں۔

سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت

اس سہ سالہ غور و فکر اور خامہ فرسائی کی سرگزشت یہ ہے کہ میں نے مذکورہ بالا غیر اختیاری جذبہ کے تحت مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی سے سرسری مشورہ کے بعد بغیر یہ سمجھے "اکفار الملحدین" کے ترجمہ کا قصد کر لیا (کہ یہ چھوٹی سی تو کچھ عرصے کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے انفاس قدسیہ کی رفاقت تو میسر آ جائے گی) اور مدرسے سے کتاب لے کر مختلف مطبوعہ (پرچوں) پر ترجمہ کرنا شروع کر دیا، چند ماہ میں ترجمے سے فارغ ہو کر اس کا الٹا سیدھا، جیسے اور جہاں کہیں اپنے ہی کی غرض سے اس منتشر مسودہ کی تبییض (صاف کرنے) کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ از سر نو کتاب اور مسودہ سامنے رکھ کر تبییض (صاف کرنا) شروع کر دیا، اس تبییض میں خاصی دیر لگی اور دماغ کی چولیں بھی کافی ڈھیلی ہو گئیں، تاہم سات آٹھ ماہ میں تبییض کا کام ختم ہوا، اب جو اصل کتاب (عربی) کو سامنے سے ہٹا کر خالی ترجمہ کو پڑھتا ہوں تو عربی سے زیادہ دشوار اور پیچیدہ محسوس ہوئی، معلوم ہوا کہ ترجمہ کو مطلب خیز بنانے کے لئے قوسین (بریکٹوں) کے درمیان کافی وضاحتوں کی ضرورت ہے، چنانچہ سہ بارہ کتاب سامنے رکھ کر تسہیل و توضیح کا کام شروع کیا، (اس امر کا اطمینان کئے بغیر کہ عبارت کا جو مطلب میں سمجھ کر توضیح کر رہا ہوں یہی صاحب عبارت کا مطلب ہے؟ اور جس مقصد کے لئے کسی اقتباس کو پیش کیا ہے وہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے کہ یہ اطمینان فراغت کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم اور تصانیف سے مناسبت و مزاولت رکھنے والے کسی متبحر عالم کو دکھا کر کیا جائے گا) کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا، اس توضیح و تسہیل اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مقاصد کی تفہیم میں تو تبییض سے بھی زیادہ مشکلات پیش آئیں اور وقت بھی بہت زیادہ لگا، بہر حال بتوفیق اللہ تعالیٰ اس کٹھن کام سے فراغت کے بعد دیکھا تو وہ مبیضہ (صاف شدہ) خود مسودہ (رف) بن کر محتاج تبییض بن چکا تھا، لہٰذا اصل کتاب کو سامنے رکھ کر نفس ترجمہ اور توضیحات پر نظر ثانی کی اور اس کو سہ بارہ صاف کیا اور ارادہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کو بغرض تصویب و اصلاح پیش کر دوں کیونکہ خادم کی نظر میں اس وقت روئے زمین پر امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم و معارف کا حامل و وارث اور ان کے انفاس طیبہ کا حافظ، علوم و فنون کے دقائق و غوامض پر حاوی اور ہر مسئلہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی نہ صرف رائے و تحقیق بلکہ الفاظ و وقائع تک کا محافظ جس کا علمی مزاج حضرت شیخ رحمہ اللہ کے سانچے میں ڈھلا ہو، بجز مولانا بنوری موصوف کے اور کوئی نہیں ہے۔

سوچا کہ فہرست بھی ساتھ بنا کر حضرت رحمہ اللہ کو مکمل کتاب پیش کروں، اس مقصد کے لئے جو

کتاب اور ترجمے کو لے کر بیٹھا تو عجیب الجھن محسوس ہوئی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ فہرست بناتے وقت محسوس ہوا کہ پورا رسالہ مختلف کتابوں کے اقتباسات کا ایک مجموعہ کہئے یا فہرست ہے، جو دس بارہ کلی عنوانات کے تحت جمع کئے گئے ہیں لیکن یہ مطلق پتہ نہیں چلتا کہ ایک اقتباس پیش کرنے کے بعد دوسرا اقتباس کس مقصد کے لئے پیش کیا گیا ہے؟ اور متعلقہ موضوع سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور وہ کون سی نئی بات ہے جس کی غرض سے دوسرا اقتباس پیش کیا گیا ہے؟ اسی طرح تیسرا اور چوتھا اقتباس۔ غرض ہر اقتباس پر اس نقطۂ نظر سے غور کرنا ناگزیر ہو گیا کہ اس اقتباس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کس غرض یا نئے فائدہ کے لئے لائے ہیں؟ پھر ایک مرحلہ سخت (مشکل کشائی) یہ پیش آیا کہ عربی رسالہ کی کتابت میں فی الجملہ اہتمام کے باوجود اکثر مقامات پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ اقتباس کی عبارت کتنی ہے؟ اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی کتنی ہے؟ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے کتب حوالہ کی مراجعت ناگزیر ہو گئی، چنانچہ تقریباً ہر اقتباس سے مستنبط فائدہ اور غرض کی (اپنی مقدور کے مطابق) تعیین کر کے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کا اضافہ کیا تاکہ کتاب کی فہرست بھی بن سکے اور قارئین بھی بآسانی معلوم کر سکیں کہ کس اقتباس کو کس مقصد کے لئے لایا گیا ہے؟ اور وہ زیر بحث مسئلہ میں کس طرح مفید ہے؟ تاکہ رسالہ صرف اقتباسات کی ایک فہرست بن کر نہ رہ جائے کتب حوالہ کی ایک طویل فہرست تیار کر کے اقتباسات کو اصل کتابوں سے (جو میسر آ سکیں) ملایا گیا تب جا کر اطمینان ہوا کہ اقتباس کی عبارت اتنی ہے اور حضرت مصنف رحمہ اللہ کی اتنی، اس تشخیص کے بعد اقتباسات کو پیش کرنے کے مقاصد و فوائد بھی زیادہ آسانی کے ساتھ واضح ہوئے، جن حوالوں کے صفحات درج نہ تھے وہ درج کئے، غرض اس "جوئے شیر" لانے میں وقت بھی سب سے زیادہ صرف ہوا اور ایک ایک لفظ پر غور و خوض بھی بہت زیادہ کرنا پڑا، آخر بحمد اللہ تعالیٰ چوتھا مسودہ سرخ پنسل سے بغلی سرخیوں (ذیلی عنوانات) کے ساتھ تیار کر کے اس قابل ہوا کہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی اصلاح و ترمیم کے بعد کاتب کو لکھنے کے لئے دیا جا سکے۔ حضرت مولانا موصوف نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی محبت و عظمت کی بناء پر نیز اس اندیشہ کی بناء پر کہ کوئی غلط یا غیر واقعی بات مترجم کی کم علمی کی بناء پر حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، اصل کتاب سامنے رکھ کر بنظر اصلاح و ترمیم بالاستیعاب دیکھنا شروع کیا، حضرت مولانا بنوری کی ہدایت کے بموجب قوسین (بریکٹ) کے درمیان جو کئی کئی سطروں کی طویل عبارتیں یا ہر باب کے شروع میں تمہید یا آخر میں خلاصے تھے ان سب کو "حواشی از مترجم" کی صورت میں تبدیل کر دیا، بقدر ضرورت توضیحی عبارتیں درمیان میں رہنے دیں علاوہ ازیں جہاں جو لفظ یا فقرہ غیر مناسب تھا اس کو موصوف نے کاٹ دیا یا صحیح اور مناسب لفظ سے بدل دیا اور اس طرح

حضرت استاذ رحمہ اللہ کے علوم کی حفاظت کا حق ادا فرمایا اور خادم کو سرخرو فرمایا تب مطمئن ہو کر خادم نے کاتب کو لکھنے کے لئے مسودہ دینا شروع کیا۔

کتابت کی تصحیح: ــــ ایک مرتبہ تمام کاپیوں کو مسودہ سے ملا کر تصحیح کی اور غلطیاں بننے کے بعد نظر ثانی کر کے جو غلطیاں رہ گئی تھیں پھر بنوائیں، اس طرح پوری کتابت کی تصحیح ہو جانے کے بعد از راہ احتیاط مسودہ کے بجائے اصل کتاب (عربی) سامنے رکھ کر پوری کتابت کی تصحیح دوبارہ کی اور عربی کا مفہوم ترجمہ میں ادا ہونے میں جہاں خامی نظر آئی اس کی اصلاح کی اور اس دوسری تصحیح کی غلطیاں بننے کے بعد پھر ان پر نظر ثانی کی اور جو غلطیاں بننے سے رہ گئی تھیں وہ بنوائیں، بعد ازاں کتاب کی فہرست تیار کی، ذیلی عنوانات میں کثرت سے سرسری نظر میں تکرار محسوس ہوا تو ہر عنوان کے ساتھ قوسین کے درمیان مصنفین اور ارباب اقتباسات کے ناموں کا اضافہ کیا تاکہ فرق محسوس ہو جائے اور ذیلی عنوانات کے تکرار کی وجہ ظاہر ہو جائے، آخر میں کتب حوالہ اور ان کے مصنفین کے ناموں کی فہرست کا اضافہ کیا۔

اس قدر اہتمام و احتیاط کے باوجود ڈرتا ہوں کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بناء پر کوئی غلط یا حضرت استاذ رحمہ اللہ کے منشاء کے خلاف بات ان کی طرف منسوب نہ ہو گئی ہو، اس لئے اہل علم خصوصاً حضرت شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ رکھنے والے حضرات علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت مولانا بنوری مدظلہ کی طرح اصل کتاب سامنے رکھ کر اس ترجمہ خصوصاً توضیحات کو پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی رہ گئی ہو اس پر بحوالہ صفحہ اردو و عربی خادم کو یا مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی میری و جیہ ناور کو مطلع فرمائیں کہ حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ کے دامن علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

بندہ محمد ادریس غفرلہ

خطبہ مسنونہ●

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الحق یعلو ولا یعلی حتی یاخذ من مکانۃ القبول مکانا فوق السماء یتبسم عن بلج جبین وعن ثلج یقین ویبھر نورہ وضیاءہ ویصدع صبحہ ومضاءہ ویفت عن مساوئہ، وجعلہ یدمغ الباطل، فکیفما تقلب وصار امرہ الی الھاویۃ یتقھقر حتی یذھب جفاء ویصیر ھباء وحیث سطع الحق واستطار کعمود الصبح لوی الباطل ذنبہ کذنب السرحان وتلون تلون الحرباء ومن تولاہ تبوّء مقعدہ من النار وحقت علیہ کلمۃ العذاب وادرکہ درک الشقاء وسوء القضاء وکم من شقی احاطت بہ خطیئتہ اعاذنا اللہ من ذلک) والحمد للہ علی العافیۃ والمعافات الدائمۃ من البلاء.

والصلوۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ نبی الرحمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل والانبیاء الذی انقطعت بعدہ الرسالۃ والنبوۃ ولم یبق الا المبشرات وقد کان بقی من بیت النبوۃ موضع لبنۃ فکانھا وقد کمل البناء وعلی آلہ واصحابہ والتابعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین کل صباح ومساء الی یوم الجزاء!

تمام تر حمد وثنا اس اللہ جل شانہ کے لئے مخصوص ہے، جس نے حق کو ایسا بلند و برتر بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے، کبھی پست و مغلوب نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ قبول اور پسندیدگی کے اس مقام رفیع پر متمکن ہو جاتا ہے جو آسمانوں کے بھی اوپر ہے، وہ روشن پیشانی اور یقین و اطمینان کی (حیات آفرین) خنکی کے ساتھ ہمیشہ تبسم ریز رہتا ہے اور اس کی روشنی اور نور کی شعاعیں (تمام کائنات پر) چھا جاتی ہیں، اور اس کی شہرت و دبدبہ (شکوک و شبہات کے) پردوں کو چاک کر دیتا ہے اور وہ ظلمت و فجور کے افق و ارفع مقام پر مسکراتا رہتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ شانہ نے حق کو باطل کی سرکوبی اور بیخ کنی کی ایسی قدرت عطا فرمائی ہے کہ باطل کوئی بھی پہلو بدلے اور کسی بھی روپ میں آئے حق اس کو جہنم رسید کر کے رہتا ہے اور جھاگ (بہتے پانی کے) جھاگوں اور (تیز ہوا کے

● [illegible]

[illegible]

آندھیوں کے) گرد و غبار کی طرح اس کا نام تک باقی نہیں رہتا، جہاں بھی حق عمود اور صبح صادق کے ستون کی طرح برقرار ہوا تو باطل نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے اور گیدڑ کی طرح دم دبا کر بھاگا، پھر جس شخص نے بھی اس باطل کی حمایت کی اس نے بھی اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا اور عذاب ابدی کا ازلی فیصلہ اس شخص کے حق میں محقق ہو گیا اور وہ بدبختی و شقاوت و انجام بد کے پست ترین طبقہ (گڑھے) میں (اندھے منہ) جا پڑا، نہ معلوم کتنے ایسے شقی لوگ دنیا میں ہوئے ہوں گے جن کا جرم (حمایت باطل) اس طرح دامن گیر و گریبان گیر ہوا کہ وہ جہنم کی تہہ میں جا پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم (مسلمانوں) کو (اپنے فضل و کرم سے) اس انجام بد سے بچایا ہے، اس نجات و عافیت اور (دنیوی و اخروی بلاؤں سے) حفاظت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول، نبی رحمت محمد ﷺ پر قیامت تک ہر صبح و شام (بے شمار) صلوۃ و سلام ہوں، جو آخری نبی اور آخری رسول ہیں، نبوت و رسالت ان پر ختم ہو گئی اور ان کے بعد خوشخبری دینے والے (سچے) خوابوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا ہے، قصر نبوت کی تعمیر و تکمیل کی آخری اینٹ باقی رہ گئی تھی وہ خشت آخری خاتم الانبیاء (ﷺ) کی ذات گرامی بن گئی، پس (آپ کی بعثت کے بعد) وہ قصر نبوت کامل و مکمل ہو گیا (اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)۔

"اور آپ کی آل و اولاد اور صحابہ و تابعین اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی صلوۃ و سلام ہو"۔

مقدمہ●

وجہ تالیف: یہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں سپرد قلم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد صرف قلب بیدار اور گوش شنوا کے لئے نصیحت اور تنبیہ و تذکیر کا سامان مہیا کرنا ہے۔

وجہ تسمیہ: میں نے اس رسالہ کا نام "اکفار الملحدین والمتاولین فی شیء من ضروریات الدین" (ضروریات دین میں تاویل کرنے والوں اور ملحدوں کی تکفیر) رکھا ہے۔

ماخذ: اس رسالہ کا نام اور احکام دونوں قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ ہیں:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ، اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" (حٰمٓ السجدہ ۴۰)

● [illegible]

ترجمہ: "بے شک جو لوگ ہماری آیات میں کجروی (اختیار) کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے نہیں رہ سکتے تو کیا وہ شخص بہتر (حالت میں) ہے جو جہنم میں ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو قیامت کے دن مطمئن آئے گا؟ کئے جاؤ جو تمہارا جی چاہے، بے شک وہ تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے"۔

یعنی● اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگرچہ یہ ملحد (مخلوق) سے اپنے کفر کو چھپانے اور بغرض اخفاء اس پر باطل تاویل کا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہم تو ان کی فریب کاری سے خوب واقف ہیں، وہ ہم سے ہرگز نہیں چھپ سکتے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ "یلحدون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یضعون الکلام فی غیر موضعہ"

ترجمہ: "وہ کلام الٰہی کو بے محل استعمال کرتے ہیں (یعنی قرآن کریم کی آیات میں باطل تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں)"۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۵ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکاتب العربی قاہرہ مصر)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الخراج"● میں ملحد اور زندیق کا حکم بیان فرماتے ہیں:

"وکذلک الزنادقۃ الذین یلحدون وقد کانوا یظہرون الاسلام۔"

ترجمہ: "ایسا ہی (اختلاف) ان زندیقوں کے بارے میں ہے جو ملحد ہو جائیں اور خود کو مسلمان کہتے ہوں (ان سے بھی توبہ کرائی جائے، توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے یا توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے، بلکہ الحاد کی بنا پر قتل کر دیا جائے)"۔

ضروریات دین:...... جیسا کہ عقائد و کلام کی کتابوں میں مشہور ہے "ضروریات دین" وہ تمام قطعی اور یقینی امور دین مراد ہیں جن کا دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہے اور حد تواتر و شہرت عام تک پہنچ چکا ہے، حتیٰ کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں● مثلاً توحید، نبوت، ختم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا، آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہو جانا، حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ زندہ ہونا) جزا و سزائے اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کا فرض ہونا، شراب اور سود وغیرہ کا حرام ہونا۔

● حاشیہ کی عربی عبارتوں کا ترجمہ متن کے ساتھ ہی کر دیا ہے۔ مترجم● کتاب الخراج۔ فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام [illegible] امام قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ زندیق سے توبہ طلب کی جائے [illegible] قتل کر دیا جائے [illegible] عبارت کا ترجمہ ہے۔ مترجم● ۔ حضرت مصنف [illegible] حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "شہرت عام کا معیار یہ ہے کہ عوام کے [illegible] میں اس کا علم پہنچ جائے [illegible] ضروری نہیں [illegible] عوام کے [illegible] سے کوئی [illegible] علم کے ان باتوں تک [illegible] ضروری [illegible] ہوں تو وہ خود [illegible] "اس زمانے کے لحاظ سے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تشریح [illegible] ضروری ہے۔ مترجم

ختم نبوت کی شہادت نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ مرے ہوئے انسانوں نے بھی دی ہے

خصوصاً "ختم نبوت" تو ایک ایسا یقینی عقیدہ ہے کہ جس پر نہ صرف کتاب اللہ بلکہ سابقہ کتب سماویہ بھی شاہد ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث بھی اس پر شاہد ہیں اور نہ صرف زندہ انسانوں نے بلکہ وفات شدہ انسانوں نے بھی اس پر شہادت دی ہے۔ جیسا کہ زید بن حارثہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انہوں نے وفات کے بعد "خرق عادت" کے طور پر کلام کیا اور کہا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نبی امی اور خاتم الانبیاء ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اسی طرح پہلی کتابوں میں ہے" اور پھر فرمایا کہ "سچ ہے سچ ہے"۔ (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ج ۷ ص ۳۸۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

یہ واقعہ "مواہب لدنیہ" وغیرہ سیرت کی کتابوں میں انہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔

ضروریات دین کی وجہ تسمیہ: ایسے تمام عقائد و اعمال کو ضروری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر خاص و عام شخص قطعی اور یقینی طور پر ان کو دین سمجھتا اور جانتا ہے کہ مثلاً فلاں عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے (یعنی "ضروری" اصطلاح میں قطعی، ناقابل انکار اور یقینی امر کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یہ معنی معروف معنی بدیہی کے قریب ہی قریب ہیں)۔

لہٰذا ایسے تمام امور کا دین ہونا یقینی اور داخل ایمان ہے اور ان پر ایمان لانا فرض ہے، یہ مطلب نہیں کہ ان پر عمل کرنا ضروری اور فرض ہے جیسا کہ بظاہر متوہم ہوتا ہے اس لئے کہ ضروریات دین میں بہت سے امور شرعاً مستحب اور مباح بھی ہوتے ہیں (ظاہر ہے کہ ان پر عمل کرنا فرض نہیں ہو سکتا) مگر ان کے مستحب یا مباح ہونے پر ایمان لانا یقیناً فرض اور داخل ایمان ہے اور بطور عناد ان کا انکار کرنا موجب کفر ہے۔● (مثلاً مسواک کرنا تو ایک مستحب ہے مگر اس کے مستحب ہونے پر ایمان لانا فرض

● چنانچہ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" کے حاشیہ میں ۱۱۰ کے [illegible] سے نقل فرماتے ہیں کہ "بعض جو امور ایسے ہیں جن سے جاہل ہونے [illegible] انکار کرنے پر تکفیر نہیں کیا جاتی [illegible] کے بعد بھی اگر [illegible] ضروری [illegible] ہوتی ہے [illegible] ہیں اسی طرح "موافقات" ج ۱ ص ۳۷ کے حاشیہ میں [illegible] "مجمل" کے [illegible] کے حقیقی ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن مسائل میں [illegible] (یعنی اتفاق) [illegible] اس میں اس کی حقیقت سے واقف ہے [illegible] (یعنی اگر اتفاقیت [illegible] ضروریات دین میں سے کسی "امر ضروری" کا کوئی انکار کرے [illegible] اس کا انکار نہیں کیا جائے گا [illegible] کی [illegible] کی اور [illegible] نہیں [illegible] کی [illegible] مسائل [illegible] سے کسی امر ضروری [illegible] "ازالۃ الخفاء" ج ۱ ص [illegible] "ملحد" سے متعلق [illegible] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے [illegible] "قطعی و [illegible]" کے [illegible] اسی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "بزرگ" کے [illegible] قرآن کی [illegible] ضروری ہے۔ مترجم

ہے جو شخص مسواک کے مستحب ہونے سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہے)۔

ضروریاتِ دین کا مصداق: لہٰذا ضروریاتِ دین ان "مجموعہ عقائد واعمال" کا نام ہے جن کا دین ہونا یقینی اور بارگاہِ رسالت سے ان کا ثبوت قطعی ہے۔

ضروریاتِ دین پر عمل کرنے، یا نظری ہونے کی صورت میں کسی خاص کیفیت کا انکار کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا

بدنی عمل کے اعتبار سے یا اس کے علم نوعیت یا کیفیت کے اعتبار سے "قطعی" اور "یقینی" ہونے پر مدار نہیں ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک حدیث حدِ تواتر کو پہنچ چکی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت یقینی اور لابدی ہو، لیکن اس حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ عقلی اعتبار سے محل نظر و فکر ہو اور یقینی طور پر اس کی مراد متعین نہ کی جا سکے، جیسا کہ عذابِ قبر کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ سے ثبوت کے اعتبار سے تو یہ حدیث حدِ تواتر اور شہرتِ عام کو پہنچ چکی ہے (لہٰذا اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے) مگر اس عذابِ قبر کی کیفیت کو متعین کرنا دشوار ہے (یعنی قطعی طور پر اس کی کوئی صورت متعین کی کہ جس کے انکار کرنے والے کو کافر کہہ دیا جائے ناممکن ہے، یہی کہا جا سکتا ہے کہ عذابِ قبر تو یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

ایمان: ایمان ایک عمل قلبی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح بخاری ج:۱ ص:۷ پر "وان المعرفة فعل القلب" کے الفاظ سے) اشارہ فرمایا ہے کہ دین کے ہر ہر حکم کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنے کا پختہ قصد کرنا ہی ایمان کے لئے لازم ہے۔ (بالفاظ دیگر محض کسی چیز کا یقینی علم اور معرفت ہی ایمان نہیں ہے، بلکہ دل سے اس کو مان لینا اور اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کرنا بھی ایمان میں داخل ہے)

مؤمن ہونے کے لئے تمام احکامِ شریعت کی پابندی کا عہد کرنا ضروری ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ● میں تصریح فرماتے ہیں کہ "التزامِ شریعت، صحتِ ایمان کے لئے ضروری ہے" وہ فرماتے ہیں:

● یہاں اصل کتاب میں حاشیے کے اندر [illegible] مضمون میں [illegible] غرض سے اصل کتاب کی عبارت کے ساتھ ترجمہ کر دیا ہے [illegible]

"اہلِ نجران کے واقعہ سے جو احکامِ شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی کافر کا صرف نبوت کا اقرار کر لینا اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، جب تک کہ وہ تمام احکامِ اسلام پر عمل کرنے کا التزام نہ کرے (اس وقت تک مسلمان نہ ہوگا)"۔

(فتح الباری، ج:۸ ص:۹۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے "زاد المعاد" میں اس کی بہت اچھی طرح وضاحت کی ہے، مراجعت کیجئے۔

حقیقتِ ایمان: لہٰذا اب ایمان کی حقیقت یہ ہوئی:

۱) ان تمام عقائد و احکام کی تصدیق کرنا، ان کو دل سے ماننا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔
۲) آپ ﷺ کے لائے ہوئے تمام احکامِ شریعت کی پابندی اپنے ذمہ لینا اور قبول کرنا۔
۳) آپ ﷺ کے دین کے علاوہ باقی تمام مذاہب و ادیان سے بے تعلقی کا اعلان کرنا۔

قطعیات کی طرح ظنیات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جن علماء متکلمین نے اس تصدیق اور التزامِ احکام کو "ضروریات" یعنی قطعی اور یقینی امور تک محدود رکھا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ متکلمین کے فن (علم کلام) کا موضوع ہی "یقینیات" ہیں (وہ غیر یقینی یعنی ظنی امور سے بحث ہی نہیں کرتے) مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ متکلمین کے نزدیک "غیر یقینی" یعنی ظنی امور ایمان میں داخل نہیں ہیں (اور ان پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے) ہاں وہ کسی کو کافر صرف "ضروریات" (امور یقینیہ) کے انکار پر ہی کہتے ہیں۔

ایمان کے زائد اور ناقص ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کی حقیقت

اب جو علماء کہتے ہیں کہ "ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور طاعت سے زیادہ اور معصیت سے کم ہوتا ہے" ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک مومن کامل اور گنہگار مسلمان میں فرق کرنا بس ضروری ہے (اور یہ فرق اسی طرح ممکن ہے کہ عمل کو بھی ایمان میں [illegible] لہٰذا ایمان قول و عمل کا نام ہے) اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ "ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا" ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایمان فعل قلب ہے اور بسیط ہے اس میں کسی طرح بھی تجزیہ نہیں ہو سکتا اور [illegible] جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ایمان لانا ضروری ہے اسی لئے انہوں نے ایمان کی [illegible] سے احتراز کیا (فریق اول ایمان کے فعل قلب ہونے سے انکار نہیں کرتا اسی طرح فریق ثانی مومن کامل اور گنہگار مسلمان سے یعنی ایمان کے اعتبار سے فرق کا منکر نہیں ہے [illegible] سب کے نزدیک ضروری ہے فرق

صرف نزاع لفظی کا ہے اور بس، یعنی ایمان کے کم و بیش ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں حقیقی اختلاف کی حقیقت ہے) اس کے بعد جب ان متاخرین کا دور آیا جو اختلاف ہی کے دلدادہ تھے تو انہوں نے ہر دو فریق کے اقوال کی تعبیر ایسے انداز میں کی کہ ایک طرف نفس اعتقاد تک میں کمی بیشی پیدا کر دی دوسری طرف عمل کو سرے سے ایمان سے اس طرح خارج کر دیا کہ مرجیہ کے اعتقادات سے جا ملے۔ اس افراط و تفریط نے حقیقت ایمان کو ہی محل اختلاف اور آماجگاہ نزاع بنا دیا۔

مزید تحقیق کے لئے "میزان الاعتدال" (ج ۲ ص ۱۳۰) میں عبد العزیز بن ابی رواد کے ترجمہ "تہذیب التہذیب" (ج ۸ ص ۱۷۰) عون بن عبد اللہ کے ترجمہ اور "ایثار الحق" (ص ۴۰۰) کی مراجعت کیجئے۔

بہرکیف ایمان عمل قلب ہے اور دین کے ہر ہر حکم پر عمل کرنے کا پختہ قصد اور التزام ایمان کے لئے لازم ہے یہ قصد و ارادہ بھی تمام احکام دین پر بیک "بسیط حقیقت" ہے۔ اس میں بھی کسی کمی بیشی و تجزیہ کا کوئی امکان نہیں لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور "ان لوگوں میں سے ہے جو کتاب اللہ کے کسی حکم کو مانتے ہیں اور کسی حکم کا انکار کرتے ہیں"۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ باتفاق امت قطعاً کافر ہیں، اگرچہ یہ لوگ ● اپنے ایمان و دینداری اور خدمت اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتے پیٹتے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیں اور یورپ و ایشیا کو ہلا ڈالیں۔ بقول شاعر

کل یدعی حبا لیلی ☆ ولیلی لا تقر لھم بذاکا

ترجمہ "لیلیٰ کی محبت کا دعویٰ تو ہر شخص کرتا ہے مگر لیلیٰ ہر کسی کی محبت کو تسلیم نہیں کرتی"۔

یہی وہ نکتہ ہے جس پر آغاز عہد خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص سے جنگ کرنے کا اعلان کر دیا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرتا ہے۔ (یعنی نماز کو مانتا ہے اور زکوٰۃ کو نہیں مانتا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی تھا کہ جو شخص پورے دین کو ماننے کے لئے تیار نہیں وہ مومن نہیں (کافر اور مباح الدم یعنی واجب القتل ہے)

شیخین رضی اللہ عنہما کا اتفاق رائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع: آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی شرح صدر عطا فرمایا اور یہ حقیقت ان کی سمجھ میں آگئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق ہو گئے۔

● یہ لوگوں سے مراد "مرزائی" ہیں اسی طرح آج کل کے ملحد بے دین جو "مدعیان اسلام" ہیں، سب ہی اس کا مصداق ہیں۔ مترجم

اس کا ثبوت کہ پورے دین پر ایمان لانا ضروری ہے۔ (۱) چنانچہ اسی سلسلہ میں امام مسلم رحمہ اللہ "صحیح مسلم" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہ دیں اور مجھ پر اور "جو دین میں لے کر آیا ہوں" اس پر ایمان نہ لے آئیں، جب وہ اس کو تسلیم کر لیں گے تو ان کو (مسلمانوں کی طرح) احکام شریعت کے مطابق جان و مال کی امان حاصل ہو جائے گی بجز اسلامی حقوق کے، باقی ان کے دلوں کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے (کہ وہ دل سے ایمان لائے ہیں یا کسی خوف و طمع سے)"۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷)

(۲)۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ اس امت کا جو شخص بھی، خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی ہو، میری بعثت کی خبر سن کر میری نبوت اور اس دین پر جس کو میں لے کر آیا ہوں ایمان لائے بغیر مر جائے گا وہ جہنمی ہے"۔ (ج ۱ ص ۸۶)

(۳)۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت کا جو بھی آدمی خواہ یہودی ہو یا نصرانی، میری بعثت کی خبر سن کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر دل میں کہنے لگا کہ قرآن کریم کی کون سی آیت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے؟ تو آخر آیت ذیل میرے ذہن میں آئی۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (ہود ۱۷)

ترجمہ "اقوام و ملل میں سے جو کوئی بھی (اس دین کا) انکار کرے گا جہنم اس کی وعدہ گاہ (ٹھکانہ) ہے"۔

(اس آیت کریمہ کے لفظ "احزاب" میں دنیا کے تمام ادیان، مذاہب اور اقوام و ملل آگئے اور رسول اللہ ﷺ کے قول کی تصدیق ہو گئی)۔" (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۳۴۲)

مزید تحقیق کے لئے لفظ "مرجیہ" کے تحت "دائرۃ المعارف" کی مراجعت کیجئے۔

"تواتر" اور اس کی چند قسمیں ●

۱) **تواتر سند** ... (کسی حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں (شروع سے آخر تک) اتنے لوگ رہے ہوں کہ کسی زمانہ میں بھی ان سب کا کسی بے اصل حدیث کی روایت کرنے پر آپس میں

● ضروریات دین کے بیان کے ذیل میں "تواتر" کا ذکر آیا تھا جس سے مصنف رحمہ اللہ تواتر کی قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ مترجم

اتفاق کر لینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث: "من کذب علیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" شرح صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۰۳) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی مختلف● صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بے شمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے: اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں، جن کی تعداد دو سو سے زائد تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو "صحاح ستہ" کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

۲) **تواتر طبقہ:** ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں، مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور عہد کے مسلمان اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہٖ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ و تلاوت کرتے چلے آئے ہیں۔ تم عہد بعہد پڑھتے اور بڑھتے چلے جاؤ، جناب رسالت مآب ﷺ تک پہنچ جاؤ گے، نہ کسی سند کی ضرورت ہے، نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔

باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں، چاہے انہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہوسکتا)

۳) **تواتر عمل یا توارث!:** ہر زمانے کے لوگ جن "امورِ دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری و ساری رہے ہوں وہ سب امور و احکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو، پھر وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نماز با جماعت، اذان و اقامت وغیرہ)

فائدہ ۱: بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہوجاتا ہے، مثلاً وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہوگئی ہیں۔

فائدہ ۲: بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث و احکام بہت کم ہیں حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

● حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مقام پر [illegible] صحابیوں [illegible] ذکر کیا ہے۔ مترجم

فائدہ: بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں لیکن جب تتبع اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں بس بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور غور و فکر کرنے میں ایسا منہمک ہوجاتا ہے کہ "بدیہیات" اس کی نظر سے بالکل اوجھل ہوجاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں)۔●

ضروریاتِ دین سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے

ضروریاتِ دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱) نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو فرض نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲) اور مسواک کرنا سنت ہے مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا حرمان ثواب کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے۔ (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان کافر ہوجاتا ہے)۔

ضروریاتِ دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے: ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "ضروریاتِ دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جواب تک ہر زمانے کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔●

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے: علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے، اگرچہ وہ ضروریاتِ دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے "مسایرہ" میں (ص ۱۴۸ طبع جدید، مصر) میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے

● پچھلے زمانے کے اہل [illegible] "صلوٰۃ" کو عربی کے لفظ "صلی" [illegible] "صلوٰۃ" [illegible] کہتے ہیں [illegible] سب کو نقل کیا ہے۔ مترجم

اتفاق کرلینا عادۃً محال ہو) مثلاً حدیث "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" "شرح صحیح بخاری" (ج ۱ ص ۲۰۰) میں بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف● صحابیوں سے مختلف صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ بے شمار راویوں نے روایت کی ہے۔

حدیث ختم نبوت از روئے سند "متواتر" ہے اسی طرح ہمارے اصحاب میں سے مولوی (مفتی) محمد شفیع صاحب دیوبندی نے (ایک رسالہ میں) احادیث ختم نبوت جمع کی ہیں، ان کی تعداد دو سو سے زائد تک پہنچ گئی ہے، ان میں سے تقریباً تیس روایتیں تو "صحاح ستہ" کی ہیں اور باقی دوسری کتب کی۔

۲) **تواتر طبقہ** ہر عہد کے لوگ اپنے سے پہلے عہد کے لوگوں سے کسی روایت یا عقیدہ یا عمل کو سنتے اور نقل کرتے چلے آئے ہوں، مثلاً قرآن کریم کا تواتر کہ مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین پر ہر زمانہ اور عہد کے مسلمان اپنے سے پہلے عہد اور زمانہ کے مسلمانوں سے بعینہٖ اسی قرآن کو نقل کرتے، پڑھتے پڑھاتے اور حفظ و تلاوت کرتے چلے آئے ہیں، ہر عہد پچھلے عہد سے پڑھتے اور پڑھتے چلے جاؤ، حتیٰ کہ رسالت مآب ﷺ تک پہنچ جاؤ گے، نہ کسی سند کی ضرورت ہے، نہ کسی راوی کا نام لینے کی۔

باقی ہر عہد کے لوگوں کا دوسرے عہد کے لوگوں سے یہ نقل کرنا اور اس پر یقین کرنا کہ یہ قرآن بعینہٖ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، اس میں تو سب ہی مسلمان شریک ہیں، چاہے انہوں نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو (اس لئے کہ اس یقین کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا)

۳) **تواتر عمل یا توارث!:** ہر زمانے کے لوگ جن "امور دین" پر عمل کرتے چلے آئے ہوں اور وہ ان میں جاری و ساری رہے ہوں وہ سب امور و احکام "متواتر" ہیں (مثلاً وضو پھر وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، نماز باجماعت، اذان و اقامت وغیرہ)

فائدہ ۱: بعض احکام میں تینوں قسم کا "تواتر" جمع ہو جاتا ہے، مثلاً وضو میں مسواک کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا کہ یہ احکام ایسے ہیں جن میں تینوں قسمیں تواتر کی جمع ہو گئی ہیں۔

فائدہ ۲: بعض لوگ (تواتر کی تینوں قسموں کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے) یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ "متواتر" احادیث و احکام بہت کم ہیں، حالانکہ فی الواقع ہماری شریعت میں متواترات اتنے بے شمار ہیں کہ انسان ان کے گننے اور فہرست بنانے سے عاجز ہے۔

● حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر [illegible] صحابیوں سے اس حدیث کے مروی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ مترجم

فائدہ ۳: بہت سے ایسے احکام و مسائل ہیں کہ ہم ان کے "تواتر" سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں، لیکن جب تتبع اور تجسس کرتے ہیں تو کسی نہ کسی اعتبار سے وہ متواتر نظر آتے ہیں، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بسا اوقات انسان "نظری" مسائل کے سمجھنے اور غور و فکر کرنے میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ "بدیہیات" اس کی نظر سے بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں (اور جب توجہ کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تو "بدیہی" ہیں)۔

ضروریاتِ دین سے کسی متواتر امر "مسنون" کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے

ضروریات دین اور متواترات کی اس تشریح و تحقیق کے بعد اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً:

(۱)... نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کے فرض ہونے کا اعتقاد بھی فرض ہے اور نماز سیکھنا بھی فرض ہے اور نماز سے انکار یعنی اس کو نہ ماننا یا نہ جاننا کفر ہے۔

(۲)... اور مسواک کرنا سنت ہے، مگر اس کے سنت ہونے کا اعتقاد فرض ہے اور اس کی سنیت کا انکار کفر ہے، لیکن اس پر عمل کرنا اور علم حاصل کرنا سنت ہے اور اس کے علم سے ناواقف رہنا محرومی (ثواب) کا باعث ہے اور اس پر عمل نہ کرنا (رسول اللہ ﷺ) کے عتاب یا (ترک سنت کے) عذاب کا موجب ہے۔ (دیکھا آپ نے ایک سنت کی سنیت کے انکار سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے)۔

ضروریات دین میں "تاویل" کرنا بھی کفر ہے: ہم آنے والی فصلوں میں زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ ثابت کریں گے کہ ارباب حل و عقد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ "ضروریات دین" میں کوئی ایسی تاویل کرنا بھی کفر ہے جس سے اس کی وہ صورت باقی نہ رہے جو تواتر سے ثابت ہے اور جو اب تک ہر زمانے کے خاص و عام مسلمان سمجھتے سمجھاتے چلے آئے ہیں اور جس پر امت کا تعامل رہا ہے۔●

علماء احناف کے نزدیک تو کسی بھی "قطعی" امر کا انکار کفر ہے: علماء احناف تو اس پر اور اضافہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی بھی "قطعی" اور "یقینی" "حکم شرعی" یا "عقیدہ" کا انکار کفر ہے اگرچہ وہ ضروریات دین کے تحت نہ بھی آتا ہو، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "مسایرہ" (ص ۲۰۸ طبع جدید، مصر) میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور دلائل کے اعتبار سے علماء احناف کی یہ رائے

● جیسے اس زمانہ کے بعض بے دین ملحد "صلوٰۃ" کو جو کہ لفظ "صلوٰۃ" [illegible] "صلوٰۃ" کو ایک "ورزش جسمانی" قرار دیتے ہیں اور "اقامت صلوٰۃ" کے معنی "جسمانی ورزش کرنا" کہتے ہیں، اسی طرح [illegible] سے تعبیر کرکے [illegible]۔ مترجم

ثابت وجہ قوی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہر وہ "قطعی" اور "یقینی" امر شرعی، جو اس قدر واضح ہو کہ اس کے تعبیر کرنے والے الفاظ اور ان کے معنی کو ہر اعلیٰ و ادنیٰ اور متوسط درجہ کا آدمی بآسانی جانتا اور سمجھتا ہو اور ان کی مراد بھی اتنی واضح ہو کہ اس کے متعین کرنے کے لیے دلائل و براہین کی کھینچ تان کی ضرورت نہ ہو ایسا "امر شرعی" جب صاحب شریعت ﷺ سے بطور "تواتر" ثابت ہو اس پر بعینہٖ اور ہو بہو اسی ظاہری صورت میں بغیر کسی تاویل و تصرف کے ایمان لانا فرض ہے اور اس کا انکار یا اس میں کوئی "تاویل و تصرف" کرنا کفر ہے۔

ختم نبوت کا انکار یا اس میں کوئی تاویل کفر ہے چنانچہ ختم نبوت کا عقیدہ کہ اس کے سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی شخص کو کوئی دشواری یا اشکال نہیں، چنانچہ ہر زمانے میں تمام روئے زمین کے مسلمان حدیث ذیل کے الفاظ سے اس عقیدہ کو بخوبی سمجھتے رہے ہیں:

"ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی."
(جامع الترمذی ج۲ ص ۵۱)

ترجمہ: "بے شک رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پس میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی"۔

یا حدیث شریف کا مذکورہ ذیل جملہ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ہر خاص و عام شخص کے لئے کافی و وافی ہے:

"ذهبت النبوة وبقيت المبشرات". (ترمذی ج۲ ص ۵۱)

ترجمہ: "نبوت تو ختم ہو گئی اب تو صرف "بشارت دینے والے خواب" رہ گئے ہیں"۔

اس لئے کہ ان ہر دو حدیثوں کے ظاہری الفاظ اور ان کے متبادر معنی ختم نبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے (اور ہر عالم و غیر عالم آدمی بغیر کسی تردد و تذبذب اور اشکال و دشواری کے ان احادیث کے الفاظ سے یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ نبوت و رسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو چکا اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)۔

ختم نبوت کا اعلان بر سر منبر:..... جب یہ عقیدہ "شہرت و تواتر" کے اس مرتبہ کو پہنچ چکا ہے کہ خود صاحب نبوت ﷺ بر سر منبر ایک سو پچاس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار واضح اور غیر مبہم الفاظ (احادیث) میں مختلف مواقع اور مجامع میں اس کا اعلان اور تبلیغ فرماتے ہیں اور کبھی ادنیٰ اشارہ بھی اس طرف نہیں فرماتے کہ اس میں کسی "تاویل" کا امکان ہے اور عہد نبوت سے اب تک امت

کا ہر حاضر و غائب فرد بعد اس عقیدہ کو سنتا، سمجھتا اور مانتا چلا آتا ہے حتیٰ کہ ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا اس پر ایمان رہا ہے کہ: "خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا"۔ بجز اس کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب اسی امت کے ایک "عادل حاکم" کی حیثیت سے اس وقت آسمان سے اتریں گے جب کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عالمگیر خون ریز لڑائیاں اور ہولناک خونی حادثے پیش آ چکے ہوں گے۔ اس وقت حضرت مہدی علیہ الرضوان مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کی اصلاح فرمائیں گے اور یہودیوں کو تہ تیغ کریں گے ان ہر دو بزرگوں کی برکت اور مساعی سے پھر ایک مرتبہ تمام نوع انسانی صرف خدائے وحدہ لاشریک کی پرستار اور فرماں بردار بن جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے اترنا "متواتر" ہے: چنانچہ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے "فتح الباری" ج۶ ص ۴۹۲، ۴۹۳ اسی طرح "التلخیص الحبیر باب الطلاق" میں اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۵۸۲، سورۂ نساء اور ج۴ ص ۱۳۲ سورۂ زخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر امت کے "اجماع" اور "تواتر" کی تصریح نقل فرمائی ہے۔

پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت و عیسویت: لیکن تیرہ سو سال بعد پنجاب سے ایک ملحد اٹھتا ہے جو ان تمام نصوص صحیحہ میں، ماضی کے زندیقوں کی طرح تحریفیں اور تاویلیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے "ابن مریم" میرا نام رکھا ہے اور وہ "عیسیٰ ابن مریم" میں ہی ہوں جس کے آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کی پیش گوئی احادیث میں کی گئی ہے اور وہ یہودی جن کو ابن مریم قتل کریں گے اس سے مراد عہد حاضر کے وہ علماء اسلام ہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائیں اس لئے کہ وہ یہودیوں کی طرح ظاہر پرست اور روحانیت سے محروم ہیں"۔

اس ملحد کی حقیقت:..... حالانکہ اس ملحد کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ اگلے زمانے کے وہ "زندیق و ملحد" جن کا نام و نشان بھی آج صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے وہ اس "روحانیت" میں (اگر یہ "بے دینی" ہی روحانیت ہے) اس ملحد سے بہت بڑھ چڑھ کر اور غیر معمولی طاقتوں کے مالک تھے۔

چنانچہ اس بے دین کا روحانی باپ اور پیر و مرشد "باب" اور اس کے بعد "بہاء" اور "قرۃ العین" (یعنی بابی اور بہائی وغیرہ لیڈر) جن کو ہلاک ہوئے کچھ زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا ہے (بلکہ صفحات تاریخ پر) ہمارے سامنے ہیں ان لوگوں نے بھی اسی قسم کے دعوے کئے تھے جن کی نقل یہ ملحد اتار رہا ہے ان کے ماننے والے اشقیاء اور ان کے پیرو دس گنا تھے اس بے دین کے ماننے

والوں سے بعد جہاز اندر تھی اور اس بے دین کو تو وہ جاہ و جلال بھی نصیب نہیں ہوا جوان کو میسر تھا خون ریز لڑائیوں اور جان لیوا معرکوں میں ان کی ثابت قدمی اور پامردی دشمنوں کی گولیوں کے سامنے سینہ تان کر آنا اور ان کے سینوں پر گولیوں کا لگنا اور ہلاک نہ ہونا اور پہلے سے اس کی خبر دے دینا (کہ ہم ہلاک نہ ہوں گے) اور پھر اس کے مطابق ہی واقع ہونا (اور ان کا زندہ بچ جانا) وہ حیران کن اور شاندار کارنامے ہیں جو اس بزدل کے تصور میں بھی نہ آئے ہوں گے۔

بھلا اس زندیق کو وہ سحر آفرینی، شیریں زبان اور ولولہ انگیز شاعری کہاں نصیب؟ جس کی مشہور خاتون "قرۃ العین" مالک تھی؟ جس کا تذکرہ ایک عرب شاعر ذیل کے الفاظ میں کرتا ہے۔

لها بشر مثل الحرير و منطق ☆ رخيم الحواشي لا هراء ولا نزر

ترجمہ "اس کا جسم تو ریشم کی طرح نرم و نازک ہے اور زبان و بیان بے حد شیریں و دل گداز ہے اور کمی بیشی و بے ہودہ گوئی سے بالکل پاک و صاف ہے۔"

اس بے دین کی تو کل پونجی ہی "تجلی" اور "بروز" جیسے صوفیاء کرام سے سنے سنائے چند کلمات اور اصطلاحات ہیں اور بس، ان کی بھی اصلی صورت کو اس ظالم کی تحریفوں نے مسخ کر دیا ہے، یوں سمجھئے شیروانی کو چرا کر اور کاٹ چھانٹ کر کے قمیص بنا لیا ہے، یا پھر جدید فلسفہ اور اہل یورپ کی تحقیقات کو لے کر ان کا نام اپنے شیطان کی بھیجی ہوئی "وحی" رکھ دیا ہے۔

مرزا کے زندقہ والحاد کے اصلی بانی اور موجد اور یہ بھی کیا دھرا اس زندیق کا نہیں ہے بلکہ حکیم محمد حسن امروہی ("غایۃ البرہان فی تفسیر القرآن" کے مصنف) جیسے ملحد اور بے دین زندیقوں نے اس بے وقوف کے لئے نبوت کی زمین ہموار کی ہے، مگر وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھے کہ انہوں نے خود نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

یہ ہے اس زندیق اور مدعی نبوت کی وہ حقیقت حال جس کی بنا پر ہم نے (یہ رسالہ لکھا ہے اور) اس کی تکفیر کی ہے اور اس کی مع اس کے متبعین کے جہنم رسید کیا ہے۔

عرب کے مشہور شاعر "متنبی" کا درج ذیل شعر اس "متنبی" (جھوٹے مدعی نبوت) پر کس قدر چسپاں ہے!

لقد ضل قوم باصنامهم ☆ واما بزق رياح فلا

ترجمہ "سونے چاندی کے بتوں سے تو لوگ گمراہ ہوتے سنے ہیں۔ لیکن ایک گوز بھری مشک سے تو کوئی بھی گمراہ نہ ہوا ہوگا۔"

ایک اور شاعر نے اس سے بہتر اور زیادہ حسب حال تر جمانی کی ہے وہ کہتا ہے:

وكان امرأ من جند ابليس فارتقى ☆ به الحال حتى صار ابليس من جنده

ترجمہ "شروع میں وہ شیطان کی فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا۔ لیکن ترقی کرتے کرتے اس مرتبہ کو پہنچ گیا کہ شیطان اس کی فوج کا معمولی سپاہی ہو گیا۔"

امام مالک رحمہ اللہ پر بہتان یہ سب کچھ ایک طرف، مجھے تو اس کے ایک طرف دار اور مرید کا ایک قول پہنچا ہے کہ "امام مالک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔" میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ امام مالک رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت صریح جہالت اور بہتان ہے، چنانچہ ابی شارح "صحیح مسلم" اپنی شرح ص: ۲۶۶ میں لکھتے ہیں کہ "امام مالک رحمہ اللہ نے بھی "عتبیہ" میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ جمہور امت کا اس پر اجماع ہے۔"

خلاصۂ کلام ...... الغرض وہ ضروریات دین اور امور شرعیہ متواترہ جن کی مراد اور معنی اتنے واضح ہوں کہ کسی الہام و تعلیم کی حاجت نہ ہو، جیسے ختم نبوت یا نزول عیسیٰ علیہ السلام اس کا انکار کرنا یا ان میں کوئی تاویل کرنا یقیناً کفر ہے۔

اس امر ضروری کی تفصیل جس کا منکر کافر نہیں ہوتا ہاں وہ امور ضروریہ اور اعتقاد جو حد درجہ دقیق اور بعید از فہم ہوں کہ ان کا سمجھنا اور سمجھانا عام عقول انسانی کے بس کا نہ ہو، مثلاً تقدیر کا مسئلہ، عذاب قبر کی حقیقت اور کیفیت، استواء علی العرش کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کے آخر شب میں آسمان دنیا پر اترنے کی حقیقت و کیفیت اور اسی قسم کے "متشابہ" امور، نیز ذات و صفات الٰہیہ کی نوعیت وغیرہ، اگر ایسے امور ضروریہ حد شہرت و تواتر کو پہنچ جائیں تو جو شخص ان سے واقف ہونے کے بعد سرے سے انکار کرے گا (کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں) یقیناً ہم اس کو کافر کہیں گے اور اگر بالکل انکار تو نہیں کرتا مگر ان کی نوعیت اور کیفیت کی بحث و تمحیص اور چھان بین کے تحت اس کا قدم پھسل جاتا ہے اور اپنی رائے سے کوئی ایک صورت متعین کر کے دعویٰ کرتا ہے کہ بس "یہی حق" ہے اور وہ اہل حق کے نزدیک باطل ہے (مثلاً عذاب قبر کو صرف روحانی عذاب کہے یا استواء علی العرش کے معنی "عرش پر بیٹھنا" کرے اور کہے خدا عرش پر "بیٹھا ہے") تو ایسے گمراہ مسلمان کو ہم معذور سمجھیں گے اور اس کی گمراہی کو جہالت کا نتیجہ قرار دیں گے، مگر اس کی بنا پر اس کو کافر نہیں کہیں گے۔

مذکورہ بالا تحقیق و تفصیل کے لئے ابن رشد الحفید کے رسالہ "فصل المقال والکشف عن مناہج الادلہ" کی مراجعت کیجئے، اس نے منطقی طرز پر ایسے گمراہ شخص کے متعلق ثابت کیا ہے کہ ایسا مسلمان گمراہ اور ضرور دیا طل ہے، مگر کافر نہیں۔

کتاب کے بالکل آخری حصہ میں فرماتے ہیں

"یہ دین نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ جائے اور نہ ہی یہ دین ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور اس کے کفر سے چشم پوشی کی جائے۔ آج کل لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں اور کسی نے سچ کہا ہے کہ "جاہل یا تو افراط میں مبتلا ہوگا یا تفریط میں" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔

لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہ رہا ہے لیکن اس عدیم الفرصتی کے عالم میں ان چند سطور پر اکتفا کرنا ناگزیر ہے، ان شاء اللہ یہ چند سطریں ہی اس بے نظیر کتاب اور اس کے ترجمہ میں کافی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ علم و فہم صحیح، انصاف و دیانت اور عمل صالح کی توفیق سب کو نصیب فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ: "دین" اور "اسلام" کے خلاف ملحد و بے دین لوگ اور اہل حق کے خلاف باطل پرست افراد اور فرقے ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں اور گرم و سرد جنگ یعنی تیغ و تفنگ یا قلم و قرطاس کے معرکے ہمیشہ جاری رہے ہیں اور جب بھی اہل حق اور اہل ایمان نے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن دلائل اور تیغ تیز سے بھی زیادہ قاطع اور دو ٹوک فیصلہ کر دینے والے براہین سے باطل پرستوں کے شکوک و شبہات، تاویلات و تحریفات، تلبیسات و تشویہات کا قلع قمع کیا ہے اور ان پر کفر و ارتداد کا حکم لگایا ہے تو ان باطل پرستوں نے اہل حق کی تکفیر سے بچنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے بطور سپر استعمال کئے ہیں، مثلاً:

۱: کبھی عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا کہ فقہاء و محققین کے یہ تکفیر و ارتداد کے فتوے تو محض ڈرانے، دھمکانے کے لئے ہوتے ہیں، ان کے تکفیر کے فتووں سے کوئی مسلمان فی الحقیقت کافر و مرتد نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ اسی کتاب میں صفحہ ۲۲۳ پر آپ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے اس قسم کے بے جا نعروں کی تردید ملاحظہ فرمائیں گے۔

۲: کبھی کہتے ہیں ہم تو "اہل قبلہ" ہیں اور خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بڑی شدت کے ساتھ اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت کی ہے۔ اس کی حقیقت حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں بے نقاب کی ہے۔

۳: کبھی کہتے ہیں ہم تو "متأول" ہیں، یہ محقق فقہاء متأول کی تکفیر جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ یا قول و فعل میں ننانوے وجوہ تکفیر کی ہوں اور ایک وجہ بھی اس کو کفر سے بچاتی ہو تو اس کی بھی تکفیر نہ کرنی چاہئے۔ تاویل اور متأول کے بارے میں بھی یہ حاصل بحث و تحقیق آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

۴: ادھر عہد حاضر میں چونکہ بدقسمتی سے ان ملحدوں اور زندیقوں کو تحریر و تقریر کی مکمل آزادی حاصل ہے اس لئے وہ زیادہ بے باکی اور بے دینی کے ساتھ اہل حق سے ان تکفیر کے فتووں کو "دشنام طرازی"

سے اور کافر، مرتد، ملحد، زندیق، جاہل، بے دین وغیرہ احکام شرعیہ کو "گالیوں" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ "علماء کو گالیاں دینے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے اساسی احکام و عبادات ہیں اور دین اسلام میں ان کے مخصوص و متعین معنی اور مصداق ہیں ٹھیک اسی طرح کفر، نفاق، الحاد، ارتداد اور فسق بھی اسلام کے بنیادی احکام ہیں، دین اسلام میں ان کے بھی مخصوص معنی اور مصداق ہیں قرآن کریم نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ ان کی تعیین و تحدید فرمائی ہے۔

ایمان کا تعلق قلب کے یقین سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت اور "ما جاء به الرسول" (رسول کے لائے ہوئے دین و شریعت) کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان کے متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے، جو کوئی ان کو نہ مانے قرآن کریم کی اصطلاح میں اور اسلام کی زبان میں وہ "کافر" ہے اور اس نہ ماننے کا نام "کفر" ہے جس طرح ترک نماز، ترک زکوٰۃ، ترک روزہ اور ترک حج کا نام "فسق" ہے اور ترک کرنے والے کا نام "فاسق" ہے، بشرطیکہ ان کے فرض ہونے کو مانتا ہو صرف عمل نہ کرتا ہو، اسی طرح ان تعبیرات صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج کو تسلیم و اختیار کرنے کے بعد ان کو معروف و متواتر شرعی معنی سے نکال کر غیر شرعی معنی میں استعمال کرے اور ایسی تاویلیں کرے جو نہ صرف قرآن و حدیث کے خلاف ہوں بلکہ چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی بھی عالم دین نے نہ کی ہوں تو اس کا نام قرآن کی اصطلاح اور اسلام کی زبان میں "الحاد" ہے اور اس شخص کا نام "ملحد" ہے۔ قرآن کریم نے ان الفاظ: کفر، نفاق، الحاد، ارتداد کو انسانوں کے خاص خاص عقائد، اقوال، اعمال و اخلاق کے اعتبار سے افراد اور جماعتوں کے لئے استعمال فرمایا ہے اور جب تک روئے زمین پر قرآن کریم موجود ہے گا یہ الفاظ بھی، ان کے یہ معنی اور مصداق بھی باقی رہیں گے۔

اب یہ علمائے امت کا فریضہ ہے کہ وہ امت کو بتلائیں کہ ان کا استعمال کہاں کہاں، یعنی کن کن لوگوں کے حق میں صحیح ہے اور کہاں کہاں غلط ہے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جس طرح ایک شخص یا فرقہ ایمان کے مقررہ تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد مومن ہوتا اور مسلمان کہلاتا ہے، اسی طرح ان کو نہ کرنے والا شخص یا فرقہ کافر اور اسلام سے خارج ہے، نیز علمائے امت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان حدود و تفصیلات کو یعنی ایمان کے مقتضیات اور موجبات کفر، کفریہ عقائد و اقوال و افعال کی تحدید (حد بندی) تعیین کریں تاکہ نہ کسی مومن کو کافر اور نہ اسلام سے خارج کہا جاسکے اور نہ کسی کافر کو مومن اور مسلمان کہا جاسکے ورنہ اگر "ایمان و کفر" کی حدود اس طرح مشخص و متعین نہ ہوں تو ایمان و کفر کا امتیاز مٹ جائے گا اور دین اسلام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا اور جنت و جہنم افسانے"

مرزا جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا انجام: یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ذیل آیت میں مرزا غلام احمد جیسے بے دینوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے المناک انجام اور رسواکن حشر کا حال بیان فرمایا ہے۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ" (سورۃ الانعام: ۹۳)

ترجمہ: "اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے (۱) جو خدا پر جھوٹا بہتان لگائے (کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے)۔ (۲) یا جو کوئی دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے (اور میں صاحب وحی نبی ہوں) حالانکہ اس کے پاس قطعاً کوئی وحی نہیں بھیجی گئی ہو۔ (۳) اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جیسے کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، میں بھی نازل کر سکتا ہوں، اے مخاطب! اگر تو اس منظر کو دیکھے جب یہ ظلم کرنے والے سکرات موت کی حالت میں ہوں گے اور (موت کے) فرشتے ان سے ہاتھ بڑھائے کہہ رہے ہوں گے۔ لاؤ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان لگانے اور اس کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر (اور انکار) کرنے کی پاداش میں رسواکن عذاب دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد ان تمام دعووں کا صاف اور صریح الفاظ میں جگہ جگہ اپنی تصانیف میں دعویٰ کرتا ہے اور یہی اس کا انجام ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور "لاہوری، قادیانی" کی تقسیم

اس بے دین کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کے دم چھلوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر گروہ "اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ" الاپنے لگا، چنانچہ ایک گروہ (لاہوری مرزائی) تو اس کی امت سے بالکل ہی الگ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ: "مرزا غلام احمد نبی نہ تھے، نہ کبھی انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے، بلکہ وہ تو مہدی آخر الزماں تھے اور (پناہ بخدا) مسیح محمدی تھے (یعنی وہ عیسیٰ جو امت محمدیہ میں آنے والے ہیں)"۔

دھوکہ: یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکہ جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے بغض و عداوت اور غرض

سینہ زوری سے بچنا اور مسلمانوں کو مرزا غلام احمد اور اپنی جماعت سے مانوس کر کے خود کو اور مرزا کو مسلمان ثابت کرنا اور نبی کی آڑ میں سیدھے سادے مسلمانوں کو شکار کرنا تھا، لیکن (مسلمان اس دھوکے میں نہیں آ سکتے) ان کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ "جو شخص مرزا غلام احمد کو بلا تردد و تذبذب کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے" اور اس کی وجوہ مذکورہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر کے وجوہ

پہلی وجہ! دعویٰ نبوت: اس ملحد نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں جگہ جگہ نہ صرف "نبی" بلکہ "رسول" اور "صاحب شریعت رسول" ہونے کے ایسے بلند بانگ دعوے کئے ہیں کہ آج تک ان سے فضا گونج رہی ہے اس لئے دعویٰ نبوت کا انکار صرف زبردستی اور رسواکن سینہ زوری ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور جو بھی اس کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اچھا میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں جو شخص مسیلمہ کذاب کو کافر نہ کہے اور اس کے صاف و صریح دعویٰ نبوت اور قرآن کے مقابلہ پر کہی ہوئی "تک بندیوں" میں تاویلیں کرے، اس کو آپ کیا کہیں گے؟۔

اسی طرح کیا ایک کھلے ہوئے بت پرست کو آپ کہیں گے کہ "وہ بت کو سجدہ نہیں کرتا بلکہ اس کو دیکھتے ہی منہ کے بل گر پڑتا ہے اس لئے وہ کافر نہیں ہے"؟ کیا یہ کھلی ہوئی زبردستی اور سینہ زوری نہیں ہے؟ جب ہم اپنی آنکھوں سے اسے بار بار بت کے سامنے سربسجود دیکھتے ہیں تو اس کو کیسے کافر نہ کہیں اور اس کی "صنم پرستی" کی تاویلیں اور توجیہیں کیسے کریں؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، اس قسم کی مہمل تاویلیں قطعاً ناقابل التفات ہیں۔

ملحدوں کے قول و فعل میں تاویلیں کرنے والے ان کی حمایت میں جھوٹ بولتے ہیں:

چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "شرح مسلم" میں اس قسم کے زندیقوں کے اقوال و افعال میں تاویل کرنے والوں کو ان (زنادقہ) کی خاطر جھوٹ بولنے والا قرار دیتے ہیں، نیز یہ کہ ان مہمل تاویلوں اور ملحدانہ حرکات سے تکفیر کا حکم نہیں بدلتا، چنانچہ فرماتے ہیں

"تیسری بات یہ ہے کہ زندیق اگر پہلی مرتبہ (اپنی بے دینی سے) توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر بار بار توبہ کرتا اور توڑتا ہے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی"۔ (نووی شرح مسلم ج: ص: ۲۹)

حاصل یہ ہے کہ ایسے بے دین کے قول و فعل میں تاویل کرنا، تاویل نہیں اس کی حمایت میں جھوٹ بولنا ہے، جس سے تکفیر کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

دوسری وجہ! انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ثبوت تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے، نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں کوئی تاویل، تصرف یا تحریف کرنا کھلا ہوا کفر ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ جو محققین علماء متاخرین میں سے ہیں "روح المعانی" میں تصریح فرماتے ہیں:
"نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار ایک امر متواتر کا انکار ہے اور منکر کی تکفیر پر تمام علماء متفق ہیں"۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آیت کریمہ "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ" الآیۃ کے ذیل میں اس بے دین جھوٹے مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کا بیان تفصیل سے دیکھا اور پڑھا ہے، خدا اسے جہنم رسید کرے، کیسا کٹر کافر ہے اور اس نے اس آیت کریمہ کی تاویل نہیں تحریف میں کیسا کیسا ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے؟ لیکن اس سے بات پھر بھی نہیں بنی، بہر حال ان لوگوں کی تکفیر فرض معین ہے۔

تیسری وجہ! توہین عیسیٰ علیہ السلام ان مرزائیوں خصوصاً لاہوریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کا مرتبہ مرزا جیسے فاسق و فاجر اور بدکار و بدنسب شخص کو بخشا ہے، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شدید ترین توہین ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ باب "ما يستحب للعالم اذا سئل اي الناس اعلم" کے ذیل میں "فتح الباری" میں خوبصورت کلام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں
"اگر ہم یہ کہیں کہ خضر نبی نہیں بلکہ ولی ہے اور یہ از روئے عقل و نقل قطعی طور پر مسلم ہے کہ نبی ولی سے بہر حال افضل ہے اور جو اس کے خلاف کہے (اور کسی ولی کو نبی سے افضل مانے) وہ قطعاً کافر ہے اس لئے کہ یہ ایک یقینی امر شرعی کا انکار ہے (لہٰذا مرزا غلام احمد جیسے شخص کو عیسیٰ کہنے والے تو قطعاً کافر ہوں گے۔ ناقل)۔" (فتح الباری ج [illegible] ص [illegible] مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور)

مرزائیوں کا حکم: جو لوگ ان مرزائیوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے توبہ کرائیں، اگر یہ مرزائیت سے توبہ کریں تو فبہا ورنہ قطعاً کافر ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے لئے اس سے زیادہ مراعات کی قطعاً گنجائش نہیں، جیسا کہ کتاب میں آنے والے مباحث سے ہم نے بالوضاحت ثابت کیا ہے۔

پھر یہ توبہ کرانا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، بلکہ صرف اسلامی حکومت کا حاکم ہی ان کے "کفر و اسلام" کا قطعی فیصلہ کرنے کے وقت ان سے توبہ کرا سکتا ہے تاکہ وہ ان کے کفر یا اسلام کا دو ٹوک فیصلہ کر سکے، لیکن اسلامی حکومت اور مسلمان حاکم موجود نہ ہونے کی صورت میں ان کے جہنم رسید ہونے تک کفر کے سوا کچھ نہیں، چاہے اسے اوڑھ لیں، چاہے بچھالیں۔

غلط تاویل کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں غرض صاحب شریعت ﷺ نے تاویل باطل پر کبھی کسی کو معذور نہیں قرار دیا، چنانچہ حضور ﷺ نے:

۱۔۔۔ امیر سریہ (سپہ سالار فوج) عبداللہ بن ابی حذافہ رضی اللہ عنہ کو اپنے فوجیوں کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دینے پر فرمایا: اگر وہ لوگ (اپنے امیر کے کہنے پر) آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس سے باہر نہ نکلتے، اس لئے کہ امیر کی اطاعت تو صرف از روئے شرع جائز امور میں کی جاتی ہے (اور جان بوجھ کر آگ میں کودنا خودکشی اور حرام ہے، اگرچہ امیر کے حکم سے کیوں نہ ہو، معلوم ہوا کہ دخول فی النار کے جواز کے لئے اطاعت امیر کی تاویل باطل ہے)۔

۲۔۔۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جس کا سر پھٹ گیا تھا اور اس کے باوجود لوگوں نے اس کو ناپاکی کا غسل کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور وہ غسل کرنے کی وجہ سے مر گیا تھا فرمایا
"خدا ان کو ہلاک کرے، انہوں نے اس غریب کو مار ڈالا"
(دیکھئے! حضور ﷺ نے اس غلط فتویٰ دینے والوں کے فتوے اور تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا اور اس کی موت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا)

۳۔۔۔ اسی طرح حضور ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر کس قدر خفا اور ناراض ہوئے محض اس بات پر کہ وہ اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا "افتان انت یا معاذ؟" (تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو اے معاذ؟) (حالانکہ وہ آپ ﷺ کی ہی نقل اتارتے تھے اور جو سورتیں آپ ﷺ نماز میں پڑھتے تھے وہ بھی وہی پڑھتے تھے مگر آپ ﷺ نے ان کی تاویل کی طرف مطلق التفات نہ کیا اور ان کو فتنہ انگیز قرار دے دیا۔)

اسی طرح نماز میں طویل قراءت کرنے کی وجہ سے ایک مرتبہ آپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر بھی ناراض ہوئے (اور ان کا بھی کوئی عذر نہ سنا)۔

۴۔۔۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر ان لوگوں کو قتل کر دینے کی بنا پر سخت برہم ہوئے جنہوں نے "اسلمنا اسلمنا" نہ کہہ سکنے کی وجہ سے "صبأنا صبأنا" کہہ کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تھا مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ سمجھے اور ان کو قتل کر دیا (حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی پر ان کو معذور نہ قرار دیا)

اسی طرح حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سفر جہاد میں ایک بکریاں چرانے والے چرواہے کے "کلمہ پڑھنے" کو ایک حیلہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ یہ اپنی جان و مال بچانے کی غرض سے کلمہ پڑھ رہا ہے، مگر آپ ﷺ ان پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا "فهلا شققت قلبه" (تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا؟)

(غرض آپ ﷺ نے خالد رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے اس بظاہر معقول اور جائز تاویل کا قطعاً لحاظ نہیں کیا)

۵: اسی طرح آپ ﷺ اس شخص پر بے حد ناراض اور غصہ ہوئے جس نے مرض الموت کے وقت اپنے تمام غلام آزاد کر دیے، حالانکہ وہی اس کی تمام پونجی اور سرمایہ تھا اور آپ ﷺ نے اس شخص کو وارثوں کی حق تلفی کا مرتکب قرار دے دیا (اور اس کا کوئی عذر نہ سنا)۔

ان کے علاوہ بے شمار واقعات ہیں جن میں آپ ﷺ نے "بے جا تاویل" اور "بے معنی عذر" کا قطعاً اعتبار نہیں کیا۔

تاویل کہاں معتبر ہے: فقہاء کی اصطلاح میں چونکہ یہ تاویلیں امر مجتہد فیہ (محل اجتہاد) میں نہ تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان کا اعتبار نہ کیا اس کے برعکس ایسے امور میں آپ نے تاویل کو عذر قرار دیا اور تسلیم کیا ہے جو محل اجتہاد تھے، مثلاً

(۱) جن صحابہ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ "عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا" تو انہوں نے عصر کی نماز راستہ میں صرف اس لئے نہ پڑھی اور قضا کر دی کہ آپ ﷺ نے بنی قریظہ میں نماز عصر پڑھنے کا حکم دیا ہے (آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نماز عصر قضا کر دینے پر کچھ نہ کہا)۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)

(۲) اسی طرح ایک موقع پر دو صحابی سفر کر رہے تھے، راستہ میں پانی نہ ملا اس لئے انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، اس کے بعد پانی مل گیا، وقت باقی تھا ایک نے تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی، دوسرے نے نہ پڑھی، جب آپ ﷺ کی خدمت میں واقعہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی سرزنش نہ فرمائی، صرف اس لئے کہ ان امور میں تاویل کی گنجائش تھی۔

خلاصہ: رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اس باب میں مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور روشن دلیل ہونے چاہئیں اور صرف انہی امور میں تاویل اور عذر کا اعتبار کرنا چاہیے جن میں تاویل کی گنجائش ہو۔

ہدایت دینے والا تو اللہ ہی ہے وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو تو کوئی بھی ہدایت نہیں کر سکتا۔

(ختم شد مقدمہ کتاب)

✿✿✿✿✿✿

زندیقین، ملحدین و باطنیہ کی تعریف اور ان کے کفر کا ثبوت

کافروں کی قسمیں اور نام: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ "مقاصد" ج ۲ ص ۲۶۸ کے خاتمہ نمبر ۳ میں گمراہ فرقوں کی اقسام، تعریفات اور نام بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

کوئی کافر اگر زبان سے اسلام کا اظہار کرے اور اندر سے کافر ہو تو اس کا نام "منافق" ہے اور اگر مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرے تو اس کا نام "مرتد" ہے اور اگر چند معبودوں کا قائل ہو تو اس کا نام "مشرک" ہے اور اگر کسی دوسرے آسمانی مذہب کا پیرو ہو تو اس کا نام "کتابی" ہے اور حوادث عالم کو زمانہ کی جانب منسوب کرے اور اس کو قدیم مانتا ہو (یعنی زمانہ کو ہی خالق عالم اور ازلی ابدی مانتا ہو) تو اس کا نام "دہریہ" ہے اور اگر خالق عالم کا سرے سے منکر ہو تو اس کا نام "معطل" (خدا کا منکر) ہے اور اگر مسلمان کہلانے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہو جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو اس کا نام "زندیق" ہے (بالفاظ دیگر سات قسم کے کافر ہیں "منافق، مرتد، کتابی، مشرک، دہریہ، معطل، زندیق" اسی کو "باطنی" اور "ملحد" بھی کہتے ہیں)

"شرح مقاصد" میں اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

"یہ واضح ہو چکا کہ کافر ہر اس شخص کا نام ہے جو مومن نہ ہو اب اگر وہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا خاص نام "منافق" ہے اور اگر پہلے مسلمان تھا اور پھر کافر ہو گیا تو اس کا خاص نام "مرتد" ہے اس لیے کہ وہ اسلام سے پھر گیا (ارتداد کے معنی ہیں لوٹ جانا، پھر جانا) اور اگر ایک سے زیادہ معبود مانتا ہے تو اس کا خاص نام ہے "مشرک" اس لئے کہ وہ خدا کا شریک مانتا ہے (یعنی غیر اللہ کو اللہ کا شریک کہتا ہے) اور اگر کسی منسوخ آسمانی مذہب اور کتاب کا پیرو ہے تو اس کا خاص نام "کتابی" ہے جیسے یہودی، نصرانی اور اگر زمانہ قدیم (کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) مانتا ہے اور دنیا کے تمام واقعات و موجودات کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا زمانہ کو ہی خالق کائنات مانتا ہے) تو اس کا خاص نام "دہریہ" ہے (دہر کے معنی ہیں لامحدود زمانہ) اور اگر خالق عالم کا وجود ہی نہیں مانتا (اور عالم کو باقتضاء مادہ آپ سے آپ پیدا ہو جانے والا سمجھتا ہے) تو اس کا خاص نام "معطل" ہے اور اگر نبی ﷺ کی نبوت کا اقرار اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں اس کا خاص نام "زندیق" ہے "زند" اصل میں اس کتاب کا نام ہے جسے "قباذ" بادشاہ ایران کے عہد میں مزدک نے پیش کیا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ یہ مجوسیوں کی اس کتاب کی تفسیر ہے جس کو زرتشت لے کر آیا تھا، مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ زرتشت نبی تھا، اسی زند کی جانب یہ

زندیق منسوب ہے (یعنی زندیق زندیک کا معرب ہے جس کے معنی ہیں زند کو ماننے والا) اہل عرب نے ہر اس بے دین آدمی کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جو کفریہ عقائد رکھتا ہے اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اسی کو عربی میں "ملحد" ● اور "باطنی" کہتے ہیں۔ "باطنیہ" انہی زندیقوں اور ملحدوں کے ایک خاص گروہ کا نام ہے)"۔

زندیق کی تعریف اور باطنی کی تحقیق:

صاحب "رد المحتار" علامہ شامی رحمہ اللہ "باطنی" کی تحقیق کے ذیل میں شامی ج ۳ ص ۳۰۹، ۳۱۰ پر قول "المعروف" کے تحت لکھتے ہیں

"زندیق اپنے کفر پر اسلام کا ملمع کرتا ہے اور فاسد عقائد کو ایسی صورت میں پیش کرتا اور رواج دیتا ہے کہ وہ سرسری نظر میں صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ "ابطان کفر" (کفر کو چھپانے) کا مطلب یہی ہے لہٰذا اعلانیہ گمراہی کو اختیار کرنا اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دینا باطنی ہونے کے منافی نہیں ہے (یعنی باطنی ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد اور گمراہی کو لوگوں سے چھپاتا ہو بلکہ اسلام میں کفر کو غیر محسوس طریق پر داخل کرنا اور چھپانا ہی باطنی ہونے کے معنی ہیں اسی لئے ایسے گمراہ لوگوں کو "باطنیہ" کہتے ہیں)۔"

"حضرت مصنف رحمہ اللہ بین السطور میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی "فتح الباری" ج ۱۲ ص ۲۳۰ میں "ابطان کفر" کی تفسیر کی مراجعت کیجئے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفر کو چھپانے کے معنی ہیں: "اسلام کے ساتھ کفر کو ملا دینا"۔

زندیقوں اور باطنیوں کا حکم:

امام نووی رحمہ اللہ "شرح منہاج" ص ۱۳۱ میں زندیقوں اور باطنیوں کے مرتد کے حکم میں ہونے اور ان کی توبہ کے قبول نہ ہونے کی تصریح فرماتے ہیں:

"بعض علماء کا قول ہے کہ اگر کوئی مسلمان زندیقوں اور باطنیوں کی طرح کفر خفی (پوشیدہ کفر) کی طرف لوٹ جائے تو (وہ مرتد ہے) اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔"

حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کے کفر کو چھپانے (اور باطنی ہونے) کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو لوگوں سے چھپاتا ہو بلکہ باطنی ہر وہ گمراہ شخص ہے جو اسلامی عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا مدعی ہو

● ... علامہ ابن عابدین "شامی" (ج ۳ ص ۳۰۹) میں ملحد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں "والملحد هو من مال عن الشرع [illegible] الحد في الدين حاد وعدل [illegible] [illegible]

بحیثیت مجموعی ایسا شخص کافر ہے اور اس کے عقائد کفر محض ہیں۔

چنانچہ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۰۸ اور "فتح الباری" ج ۱ ص ۱۳۱ میں حضرت عبد اللہ بن عمر ● کی ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ "(آخری زمانہ میں) اس امت کے اندر بھی مسخ ہوگا (یعنی انسانوں کی صورتیں مسخ ہو کر جانور بن جائیں گے) ہوشیار رہنا! یہ مسخ تقدیر کے منکروں اور "زندیقوں" کے اندر ہوگا"۔ (یعنی منکرین تقدیر اور زندیقوں کی صورتیں ہی مسخ ہوں گی۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ زندیق بھی منکرین تقدیر کی طرح کافر ہیں، اس لئے کہ کافروں کی صورتیں ہی مسخ ہوتی ہیں)۔ "خصائص" کے مصنف فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ "منتخب کنز العمال" ج ۶ ص ۵۰ میں درج ایک مرفوع روایت اس حدیث کی مزید وضاحت کرتی ہے وہ روایت یہ ہے کہ: ●

"حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک قوم ایسی بھی ہوگی جو خدا اور قرآن کی منکر اور کافر ہو جائے گی اور ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا (کہ ہم کافر ہو گئے) جیسے یہودی اور نصرانی کافر ہو گئے۔ (اور ان کو پتہ بھی نہ چلا) یہ وہی لوگ ہوں گے جو تقدیر کے ایک جزو کا اقرار کریں گے اور ایک جزو کا انکار کریں گے یعنی ان کا عقیدہ یہ ہوگا کہ "خیر" اللہ کی جانب سے ہے اور "شر" شیطان کی جانب سے (یعنی خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق شیطان، بالفاظ دیگر دو خدا ہیں ایک "خدائے خیر" اور ایک خدائے "شر" جیسے مجوسی "یزداں" اور "اہرمن" دو خدا مانتے ہیں) اور اپنے اس عقیدہ کے ثبوت میں وہ قرآن کی آیتیں پڑھیں گے (یعنی اپنے اس عقیدہ کو قرآن سے ثابت کریں گے) چنانچہ یہ لوگ قرآن پر ایمان لانے اور علم و معرفت حاصل کرنے کے بعد محض اس عقیدہ کی بنا پر کافر ہو جائیں گے میری امت کو ان لوگوں سے کس قدر جنگ و جدال اور بغض و عناد کا سامنا کرنا پڑے گا (خدا ہی خوب جانتا ہے) یہی لوگ اس امت کے زندیق (مجوسی) ہیں، ان کے عہد میں حکمرانوں کا ظلم و ستم حد سے زیادہ بڑھ جائے گا، پناہ بخدا اس ظلم و جور اور ایسی حق تلفی سے! اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسا طاعون بھیجیں گے جو ان میں سے بیشتر لوگوں کو ہلاک کر دے گا، اس کے بعد "خسف" ہوگا (اور یہ لوگ زمین میں دھنس جائیں گے) تو شاید ہی ان میں سے کوئی بچے (ورنہ سب ہی ہلاک ہو جائیں گے)

● ... حضرت شیخ نے یہ [illegible] حاشیہ میں لکھی ہے۔ مترجم

● ... حضرت مصنف رحمہ اللہ [illegible] [illegible]

ان دنوں میں اہل ایمان کے لئے خوشی اور مسرت مفقود اور غم و الم حد سے زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد "مسخ" ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے باقی تمام لوگوں کو بندر اور خنزیر بنادیں گے پھر اس کے بعد دجال کا ظہور ہوگا۔ "طبرانی" اور "بیہقی" نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور "بغوی" نے راشد بن حذیج (صحابی) سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

جن اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا جاتا، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

علماء اہلِ سنت کے اقوال (علامہ تفتازانی رحمہ اللہ ان اہل قبلہ کی تعیین کے سلسلہ میں کہ جن کو کافر نہیں کہا جاتا، علماء اہلِ سنت اور معتزلہ کے مذکورہ ذیل اقوال "مقاصد" ج ۲ ص ۲۶۹ پر بیان فرماتے ہیں:)

"ساتویں بحث، ان اہل قبلہ کے حکم کا بیان جو اہلِ حق کے مخالف ہیں:

۱) جو اہلِ قبلہ (مسلمان کہلانے والے) حق کے مخالف (اور گمراہ) ہیں وہ اس وقت تک کافر نہیں کہلاتے جب کہ ضروریاتِ دین (یعنی ان قطعی اور یقینی عقائد و احکام) کا انکار نہ کریں (جن کے شارع علیہ السلام سے ثابت ہونے پر امت کا اجماع ہے) مثلاً عالم کے حادث (یعنی عدم کے بعد موجود ہونے) کا عقیدہ، حشرِ جسمانی (یعنی مرنے کے بعد جسمانی طور پر دوبارہ زندہ ہونے) کا عقیدہ۔

۲) اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نہیں، ہر اہلِ حق سے اختلاف کرنے والا (مطلقاً) کافر ہے (اس لئے کہ وہ حق کا مخالف ہے)۔

۳) استاذ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو ہمیں (یعنی اہلِ حق کو) کافر کہے گا ہم بھی اس کو کافر کہیں گے اور جو ہمیں (اہلِ حق کو) کافر نہ کہے گا ہم بھی اس کو کافر نہ کہیں گے (یہ علماء اہلِ سنت کے تین قول ہیں)۔

معتزلہ کے اقوال: (۱) معتزلہ میں سے متقدمین تو یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ بندہ کو اپنے اعمال و افعال میں مجبور، اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم، اللہ تعالیٰ کو بندے کے اعمال و افعال کا خالق مانتے ہیں

● [illegible] مسلمان [illegible] قرآن [illegible] اسلام [illegible] مسلمانوں [illegible] کرتے ہیں [illegible] مسلمان [illegible] حقیقت [illegible] مسلمان ثابت کرنے [illegible] اللہ [illegible] مسلمانوں [illegible] مترجم

(یعنی اساسی عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے لوگ ہمارے نزدیک کافر ہیں۔

(۲) لیکن عام معتزلہ کہتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو (اس کی ذات پر) زائد (الگ) مانتے ہیں، (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے، (گنہگار مسلمانوں کے) جہنم سے نکلنے کے قائل ہیں اور بندوں کی تمام برائیوں اور بدکرداریوں کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل اور اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا خالق قرار دیتے ہیں۔ (یعنی جملہ عقائد میں معتزلہ کے مخالف ہیں) ایسے تمام لوگ کافر ہیں۔

ائمہ اہلِ سنت کی دلیل: ائمہ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بعد صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم (اس طرح عقائد کی چھان بین نہیں کیا کرتے تھے (جیسے معتزلہ کرتے ہیں) بلکہ صرف "عقائد حقہ" سے آگاہ کر دیتے تھے (اور توحید و رسالت، حیات بعد الموت وغیرہ اساسی عقائد کے اختیار کر لینے کو مسلمان ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے)

اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر تو صحیح علیہ عقائد کے بارے میں بھی اسی طرح حق کے بیان کر دینے پر اکتفا کرنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح علیہ عقائد و اصول اور ان کے دلائل ان عرب سادہ باتوں کے معیار فہم کے مطابق (اس قدر) معروف اور ظاہر و واضح تھے (کہ ہر مسلمان ان سے آگاہ و مطمئن ہوتا تھا اور بلا تردد ان کو قبول کر لیتا تھا) بعض علماء اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ: (قرونِ اولیٰ میں) عقائد تفصیلیہ کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا تھا کہ (اس زمانہ میں) اجمالی ایمان ● یعنی تفصیل معلوم کئے بغیر ایمان لے آنا) کافی تھا (اس لئے کہ عرب عام طور پر عقلی اور نظری موشگافیوں سے نا آشنا ایک سادہ ذہن کی مالک قوم تھی، وہ بلا تردد اور بدون رد و قدح کے عقائد حقہ کو قبول کر لیتے تھے) تحقیق و تفصیل کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب کبھی تحقیق و تفصیل پیش نظر ہو (یعنی عقائد باطلہ پہلے سے ذہنوں پر مسلط ہوں تو ان سے ازالہ کے لئے تحقیق و تفصیل اور حق کے خلاف

● حاصل یہ ہے کہ ایک سادہ لوح اور تعالیٰ اللہ [illegible] سے مسلمان [illegible] اساسی عقائد اسلامیہ اور ان کے [illegible] توحید، رسالت، حیات بعد الموت پر ایمان [illegible] تحقیق و تفصیل [illegible] کے [illegible] عقائد باطلہ [illegible] سے ثابت [illegible] کے مقابلہ [illegible] ضروری [illegible] قرآن [illegible] مسلمان [illegible] اسلام [illegible] عقائد [illegible] کے [illegible] مسئلہ میں مجمل بیان حق پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا۔ مترجم

اوہام و شکوک کی تردید کی ضرورت ہوتی ہے) ورنہ تو بے شمار ایسے پکے اور مخلص مومن موجود ہیں جو قدیم و حادث کے معنی بھی نہیں جانتے (اور وہ راسخ العقیدہ مومن ہے)

یہ بحث تو اپنی جگہ ہے لیکن ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر کہنا اس قدر معروف ہے کہ اس کے بیان کی حاجت نہیں (لہٰذا بقول استاذ جو اہل حق کو کافر کہے گا وہ یقیناً کافر ہے اور ہم اس کو کافر کہیں گے اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو)"۔

ضروریات دین اور متفق علیہ عقائد کے منکر اہل قبلہ متفقہ طور پر کافر ہیں۔

علامہ موصوف "مقاصد" کی شرح میں "باب الکفر والایمان" کے ذیل میں ج ۲ ص ۲۶۸ تا ۲۷۰ میں اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

"(اہل قبلہ کے بارے میں) مذکورہ بالا بحث کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو ضروریات دین مثلاً (توحید، نبوت، ختم نبوت، وحی والہام) حدوث عالم اور حشر جسمانی وغیرہ متفق علیہ عقائد حقہ میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، لیکن ان کے علاوہ اور نظری عقائد و اصول میں اہل حق کے مخالف ہوں مثلاً صفات الٰہیہ، خلق افعال، ارادہ الٰہی کا خیر و شر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا، رؤیت باری تعالیٰ کا ممکن ہونا، ان کے علاوہ وہ تمام نظری عقائد و مسائل جن میں حق یقیناً ایک ہے (اثبات یا نفی) ایسے مخالفین حق کے بارے میں بحث ہے کہ ان عقائد کا معتقد اور قائل ہونے (یا نہ ہونے) کی بنا پر کسی اہل قبلہ (مسلمان) کو کافر کہا جائے یا نہیں؟ ورنہ اس میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ وہ اہل قبلہ (مسلمان کہلانے والے) جو عمر بھر روزہ، نماز وغیرہ تمام عبادات و احکام کا پابند رہا لیکن عالم کو قدیم (ازلی ابدی) مانتا ہو، یا جسمانی حیات بعد الموت کا انکار کرتا ہو، یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات (ہر ہر چیز) کا عالم نہ مانتا ہو وہ (قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے باوجود) بلا شک و شبہ کافر ہے اسی طرح کوئی اور کفریہ قول یا فعل اس سے سرزد ہو تو وہ بھی کافر ہے۔

"لَا نُكَفِّرُ اَهْلَ الْقِبْلَةِ" کس کا مسلک ہے؟

اہل حق کا یہ مذکورہ بالا قول (کہ جب تک اہل قبلہ میں کوئی شخص ضروریات دین کا انکار نہ کرے اس کو کافر نہ کہا جائے) یہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ اور بیشتر اشاعرہ کا مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل قول سے بھی یہی تشریح نکلتی ہے وہ فرماتے ہیں:

"میں بجز خطابیہ کے اور باقی گمراہ فرقے والوں کی شہادت رد نہیں کرتا (یعنی کافر نہیں سمجھتا) اس لئے کہ یہ خطابیہ جھوٹ بولنے کو حلال سمجھتے ہیں۔"

"منتقی" میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا۔" یہی اکثر و بیشتر فقہاء حنفیہ کا مسلک ہے، ہاں بعض فقہاء حنفیہ ہر اہل حق کے

مخالف کو کافر کہتے ہیں۔

اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟

ملا علی قاری "شرح فقہ اکبر" ص ۱۸۵ میں فرماتے ہیں:

"یاد رکھو اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو ضروریات و مسلمات دینیہ مثلاً حدوث عالم، حشر جسمانی، ہر ہر کلی و جزئی پر علم الٰہی کے محیط ہونے اور اسی قسم کے اہم اور بنیادی مسائل میں اہل حق کے ساتھ متفق ہوں، چنانچہ جو شخص تمام عمر شرعی احکام و عبادات کی پابندی کرتا رہے، مگر عالم کو قدیم مانتا ہو یا حشر جسمانی کا انکار کرتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہ مانتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے (وہ تو بلا اختلاف سب کے نزدیک کافر ہے) نیز علماء اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کا مطلب یہی ہے کہ کسی اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک کہ اس میں کوئی کفر کی علامت یعنی کفریہ قول یا فعل نہ پایا جائے اور کوئی موجب کفر امر اس سے سرزد نہ ہو (گویا کسی مسلمان سے اگر کوئی بھی کفریہ قول یا فعل سرزد ہو یا اس میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے تو وہ اہل قبلہ سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے اگرچہ وہ خود کو مسلمان کہتا رہے اور مسلمانوں کی طرح عبادات و احکام شریعت کا پابند بھی ہو)"۔

غالی بہر صورت کافر ہے

ملا عبد العزیز البخاری رحمہ اللہ "تحقیق شرح اصول حسامی" میں بحث اجماع کے تحت ص ۲۸۸ پر "ان غلا فیہ" (ای فی ہواہ) کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"اگر کسی گمراہ فرقہ والے نے اپنے باطل عقیدہ میں غلو کو اختیار کیا اور حد سے تجاوز کر گیا تو اس کو کافر قرار دینا ضروری ہے ایسی صورت میں اہل حق کے ساتھ اس کی موافقت یا مخالفت کا بھی اعتبار نہ ہوگا اس لئے کہ وہ مذہب مسلمہ (مسلمانوں) میں داخل ہی نہیں رہا جس کو جان و مال کی امان حاصل ہے اگرچہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا رہے اور خود کو مسلمان سمجھتا رہے، اس لئے کہ امت مسلمہ (مسلمان) ہر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے والے کا نام نہیں ہے بلکہ مسلمان وہ شخص ہے جس کا پورے دین اسلام اور تمام عقائد و احکام قطعیہ پر ایمان ہو، وہ شخص یقیناً کافر ہے اگرچہ وہ خود کو کافر نہ سمجھے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کشف" شرح "بزدوی" ج ۳ ص ۲۳۸ میں اجماع کے تحت اور آمدی کی کتاب "الاحکام" ج ۱ ص ۳۲۶ میں "مسئلہ حادثہ" کے تحت یہی تحقیق مذکور ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" ج ۱ ص ۳۷۷ طبع جدید ۱۳۲۳ھ ص ۵۲۳ میں مسئلہ "امامت" کے تحت اور ج ۳ ص ۴۲۳ مسئلہ "انکار وتر" کے تحت فرماتے ہیں

"اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں جو ضروریات اسلام (دین کے یقینی اور قطعی قواعد و احکام) کا مخالف ہو، اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات و طاعات کا پابند رہا

جیسا کہ (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے) "تحریر" میں تصریح کی ہے۔"

اس کے بعد ج: ۱ ص ۵۲۵ پر فرماتے ہیں:

"(صاحب البحر الرائق) نے فرمایا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ جنہوں نے اس قول کی مراد کہ "کسی اہل قبلہ کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ بتائی ہے کہ جس شخص یا فرقہ کا ان مسلّمہ اصولوں کا مخالف ہونا جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے اس کو بھی نہیں سمجھا۔"

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ ہونے کا مطلب: "شرح عقائد نسفی" کی شرح "نبراس" کے مصنف ص ۵۷۲ پر لکھتے ہیں: "متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً عالم کو حادث نہ مانے یا جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات ہونے کا منکر ہو یا نماز روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے اگرچہ تمام تر عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے۔ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے، یہی تحقیق ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔"

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے: "جوہرۃ التوحید" کا ایک شعر ہے (حاشیہ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص ۱۰۳)

ومن لمعلوم ضروری جحد
من دیننا یقتل کفراً لیس حد

ترجمہ: "جس شخص نے ہمارے دین کے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا ہو، وہ کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا نہ کہ حد کے طور پر۔"

(اس لئے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے لہٰذا اس کو دوسرے کافروں کی طرح بربنائے کفر قتل کیا جائے گا)۔" "جوہرۃ" کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ "ماتریدیہ" تو کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (یعنی بدیہی اور یقینی طور پر) نہ بھی ہو۔"

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام

حنفی علمائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس "اجماع صحابہ" کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "اقامۃ الدلیل" ج ۳ ص ۱۳۰ میں فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اگرچہ اس سے آگے تحقیق کا یہ مقام نہیں، تاہم یہ اپنی جگہ نہ صرف تمام فقہاء کے ہاں مسلم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو ان کے گمراہ عقائد کی بنا پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو ان کے فسق و ضروری قرار دیتے ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہے، جیسا کہ تفسیر "روح المعانی" ج ۱ ص ۱۲۷ میں آیت کریمہ "ان الذین کفروا سواء علیہم" کی تفسیر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمام اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ دونوں کے شاگرد رشید ہیں "تحریر" کی شرح میں مسئلہ "تقسیم خفا" کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے "تلویح" میں بحث اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد و اعمال: "شرح التحریر" ج ۳ ص ۳۱۸ میں محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے:

"اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جس کو اس کی بدعت (گمراہی) کی بنا پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے اس سے قبل "وللنہی عن تکفیر اہل القبلۃ" کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو مثلاً حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول یا فعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو، مثلاً اللہ کے سوا کسی کو معبود ماننا یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا حضرت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا یا آپ ﷺ کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل ہو، لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو، جس میں متفقہ طور پر حق ایک

جیسا کہ (شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے) "تحریر" میں [illegible] ہے۔"

اس کے بعد ج:۱ ص ۲۵۵ پر فرماتے ہیں

"(صاحب البحر الرائق) نے فرمایا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے اس قول کی مراد کہ "کسی اہل قبلہ کے مخالف شخص یا فرقہ کو کافر نہ کہا جائے" یہ ہے کہ جس شخص یا فرقہ کا ان مسلّمہ اصولوں کی مخالفت سے جن کا دین ہونا معروف اور یقینی ہے اس کو بھی کافر نہ سمجھا جائے۔"

موجب کفر عقائد و اعمال اور اہل قبلہ کی حنفیہ کے نزدیک مطلب: "شرح عقائد" کی شرح "نبراس" کے مصنف لکھتے ہیں کہ "متکلمین کی اصطلاح میں "اہل قبلہ" وہی لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین یعنی ان تمام عقائد و احکام کو مانتے ہوں جن کا ثبوت شریعت میں یقینی اور معروف و مشہور ہے لہٰذا جو شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو مثلاً عالم کو حادث نہ مانے، جسمانی حیات بعد الموت کا قائل نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات کے عالم ہونے کا منکر ہو یا نماز روزہ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہو وہ اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں، اگرچہ تمام تر عبادات و احکام شرعیہ کا سختی سے پابند ہو اسی طرح جس شخص میں کوئی بھی علامت کفر پائی جائے مثلاً کسی بت (وغیرہ) کو سجدہ کرے یا کسی امر شرعی کی توہین کرے اور مذاق اڑائے وہ بھی اہل قبلہ میں سے ہرگز نہیں ہے، اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی مسلمان کو معاصی اور گناہوں کے ارتکاب کرنے یا غیر معروف نظری مسائل کا انکار کرنے پر کافر نہ کہا جائے، یہی محققین کی تحقیق ہے اس کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔"

ضروریات دین کا منکر کافر اور واجب القتل ہے: "جوہرۃ التوحید" کا ایک شعر ہے
(حاشیہ بیجوری علی جوہرۃ التوحید ص:۱۰۳)

ومن لمعلوم ضرورۃ جحد
من دیننا یقتل کفرا لیس حد

ترجمہ: "جس شخص نے ہمارے دین سے کسی بھی یقینی امر کا انکار کیا ہو، وہ کفر کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا نہ کہ حد کے طور پر۔"

(اس لئے کہ حد تو مسلمان پر جاری ہوتی ہے اور یہ شخص کافر ہے، لہٰذا اس کو دوسرے کافروں کی طرح بربنائے کفر قتل کیا جائے گا) "جوہرہ" کے شارح اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"اس منکر کا کفر تو یقینی اور متفق علیہ ہے، نیز فرماتے ہیں کہ "ماتریدیہ" تو کسی بھی قطعی امر کے منکر کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ ضروری الثبوت (یعنی متواتر و یقینی طور پر ثابت) نہ بھی ہو۔"

اجماع صحابہ حجت قطعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام

حنفی علمائے اصول اس پر متفق ہیں کہ جس امر پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کا انکار کفر ہے اس لئے کہ وہ اس "اجماع صحابہ" کو کتاب اللہ کے مرتبہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "قاعدہ جلیلہ" ج ۳ ص: ۱۳۰ میں فرماتے ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع قطعی حجت ہے اور اس کا اتباع فرض ہے، بلکہ یہ تو سب سے قوی حجت اور دوسرے تمام دلائل پر مقدم ہے اور چونکہ اس بات کی تحقیق کا یہ مقام نہیں، تاہم یہ اپنی جگہ صرف تمام فقہاء کے ہاں مسلّم ہے بلکہ ان تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے جو حقیقت میں مومن ہیں، اس کی مخالفت صرف انہی گمراہ فرقوں نے کی ہے جن کو ان کے گمراہ عقائد کی بنا پر کافر یا فاسق قرار دیا گیا ہے، صرف یہ بلکہ وہ ان فاسد عقائد کے ساتھ ساتھ ایسے کبیرہ گناہوں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں جو ان کے فسق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک بھی اجماع صحابہ حجت ہو، جیسا کہ تفسیر "روح المعانی" ج ۱ ص ۱۲۷ میں آیت کریمہ "ان الذین کفروا سواء علیہم" کی تفسیر میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ محقق ابن امیر الحاج نے جو شیخ ابن ہمام اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ دونوں کے شاگرد رشید ہیں "تحریر" کی شرح میں مسئلہ "تقسیم خطا" کے ذیل میں اجماع صحابہ کے حجت قطعی ہونے کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلویح" میں حکم اجماع کے ذیل میں اس مسئلہ کی تصریح فرمائی ہے۔

کفریہ عقائد و اعمال: "شرح التحریر" ج ۳ ص ۳۱۸ میں محقق ابن امیر الحاج کی عبارت حسب ذیل ہے

"اہل قبلہ میں سے وہ مبتدع (گمراہ) جس کو اس کی بدعت (گمراہی) کی بنا پر کافر نہیں کہا جاتا اور کبھی کبھی اس کو گنہگار اہل قبلہ کے ساتھ تعبیر کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ مصنف (شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے قبل "وللنھی عن تکفیر اھل القبلۃ" کے ذیل میں اشارہ فرمایا ہے اس سے صرف وہی شخص مراد ہے جو ضروریات دین میں تو اہل حق سے متفق ہو، مثلاً حدوث عالم اور حشر جسمانی کا قائل ہو اور کوئی اور کفریہ قول یا فعل بھی اس سے سرزد نہ ہوا ہو مثلاً اللہ کے سوا کسی کو معبود ماننا، یا کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے حلول کا قائل ہونا (یعنی کسی کو خدا کا "اوتار" ماننا) یا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا، یا آپ ﷺ کی مذمت یا توہین کرنا اور اسی قسم کی کفریہ باتوں کا قائل ہو، لیکن ان کے علاوہ اور ایسے نظری مسائل میں اہل حق کا مخالف ہو، جس میں متفقہ طور پر حق ایک

جانب ہے (اثبات یا نفی) مثلاً صفات الٰہیہ، خلق افعال عباد، ارادۂ الٰہی کا خیر و شر دونوں کے لئے عام ہونا، کلام الٰہی کا قدیم ہونا وغیرہ (تو ان مسائل میں اختلاف کرنے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ غرض جو اصولی عقائد و اعمال میں اہل حق سے متفق ہو اور فروعی مسائل میں مخالف ہو، صرف اس شخص کو کافر نہیں کہا جا سکتا ہے) اور غالباً مصنف رحمہ اللہ (شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے اس سے قبل اپنے مذکورہ ذیل قول سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے "اس لئے کہ یہ مبتدع بھی قرآن و حدیث یا عقل سے ہی اپنے عقائد پر استدلال کرتا ہے۔" ورنہ ضروریات دین میں مخالفت کرنے والے کو کافر کہنے کے بارے میں تو اہل حق میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، مثلاً حدوث عالم یا حشر جسمانی، یا اللہ تعالیٰ کا علم جزئیات وغیرہ، یہ تو وہ بنیادی مسائل ہیں کہ ان کا انکار کرنے والا یقیناً کافر ہے، اگر چہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات و طاعات اور احکام شرعیہ پر کاربند رہا ہو، اسی طرح وہ شخص بھی بغیر کسی اختلاف کے کافر ہونا چاہئے جو کسی بھی موجب کفر قول یا فعل کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں "خطابیہ" (کہ جن کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ بولنا حلال اور جائز ہے) کو بھی ان وجوہ کی بنا پر کافر کہنا چاہئے جن کو ہم "شرح الاداوی" کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔ اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ "کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت کا ضابطہ بھی عام نہیں ہے، الا یہ کہ گناہ سے وہ گناہ مراد لیا جائے جو کفر نہ ہو تو وہ شخص جس کی تکفیر کسی موجب کفر گناہ کی وجہ سے کی جائے وہ تو ضرور اس ضابطہ سے خارج ہو گا (اور اس کو کافر کہا جائے گا) جیسا کہ شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے اس جانب اشارہ کیا ہے۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے بعد محقق ابن امیر الحاج نے سبکی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے جو ہماری اس تحقیق کے لئے قطعاً مضر نہیں ہے، اس لئے کہ شیخ سبکی رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں بحث کرتے ہیں جو زبان سے کلمۂ کفر بک دینے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ لے (کہ یہ شخص کافر نہیں ہے) اور وہ اس شخص کو اس مسلمان کی مانند قرار دیتے ہیں جو مرتد ہو جانے کے بعد اسلام لے آئے، تاہم محقق موصوف اس کو بھی محل نظر قرار دیتے ہیں اور اس شخص کے مسلمان ہونے کے لئے بھی اس کلمۂ کفر سے توبہ اور اظہار براءت کو ضروری قرار دیتے ہیں جو اس نے زبان سے نکالا تھا، یہ شرط سبکی رحمہ اللہ کے کلام میں بھی ملحوظ ہے، لہٰذا محقق موصوف اور شیخ سبکی رحمہ اللہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ رہا۔ ●

● ان دونوں بزرگوں کے نزدیک ضروریات دین [illegible] "یہ شخص کافر ہے" چاہے وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور عمر بھر مسلمان کہلاتا رہا ہو اور احکام شرعیہ و عبادات پر کاربند رہا ہو [illegible] اہل قبلہ سے خارج [illegible] حقیقت اہل حق [illegible] جیسا کہ [illegible] "فاعلوا [illegible] واستغفروا [illegible]" [illegible] از مترجم

دین کے اساسی عقائد اور قطعی احکام کی مخالفت شریعت کی بیخ کنی کے مرادف اور موجب کفر ہے:

محقق محمد بن ابراہیم وزیر یمانی اپنی کتاب "ایثار الحق" کے ص ۴۱۳ پر فرماتے ہیں:

"دوسری فرع یہ ہے کہ معمولی سا اختلاف مسلمانوں میں باہمی خصومت و عداوت کا موجب نہ ہونا چاہئے اور یہ "معمولی سا اختلاف" وہ ہوتا ہے جو دین کے ان اساسی اور قطعی امور میں نہ ہو جن سے اختلاف کرنے والے کی تکفیر پر شرعی دلائل قائم ہو چکے ہیں (بلکہ ان فرعی اور نظری مسائل میں اختلاف ہو جن کا دین ہونا قطعی اور مجمع علیہ نہیں ہے)۔"

یہی محقق کتاب مذکورہ کے ص ۴۱۵ پر فرماتے ہیں:

"جیسے ان ملحدوں اور زندیقوں کا کفر جنہوں نے کتاب اللہ عز و جل کی تمام تر آیات کی ایسے باطنی امور سے تاویلیں کرکے قرآن کو ایک کھیل بنا لیا ہے جن میں سے نہ کسی کی کوئی دلیل ہے، نہ کوئی علامت، نہ ہی سلف صالحین کے عہد میں ان باطنی معانی کی جانب کوئی اشارہ (یعنی قرآن کریم کے الفاظ ● کے من مانے معانی اور مرادیں گھڑتے ہیں) اسی زمرہ میں وہ تمام اشخاص اور فرقے بھی داخل ہیں جو شریعت الٰہیہ کا نام و نشان مٹا دیتے اور ان تمام یقینی اور قطعی علوم کو رد کرنے میں ان زندیقوں اور ملحدوں کے نقش قدم پر گامزن ہیں جن کو ہمیشہ سے امت مسلمہ کے پچھلے لوگ اپنے پہلے بزرگوں سے سنتے سناتے اور نقل کرتے چلے آتے ہیں۔"

یہی محقق کتاب مذکورہ کے ص ۴۲۸ پر فرماتے ہیں:

"پس یاد رکھو! "اجماع" دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ اجماع جس کی صحت قطعی اور یقینی طور پر دین سے اس طرح ثابت ہو کہ اس سے مخالفت کرنے والے کو کافر کہا جائے، یہی وہ صحیح اور حقیقی اجماع ہے جو قطعاً اور یقیناً دین ہونے کی بنا پر بحث سے بالاتر ہے (یعنی اس اجماع کا حجت ہونا محتاج بحث نہیں)۔"

مسئلہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا اصل ماخذ اور حقیقت:

مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اہل قبلہ کو کافر کہنے کی ممانعت کے زیر بحث مسئلہ کا

● مثلاً کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں [illegible] سے مراد "امام وقت" ہے، [illegible] سے مراد "مرکز ملت" ہے اور [illegible] سے مراد "صفات علیا" ہیں جو انسان کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ از مترجم

اصل ماخذ "سنن ابی داؤد" باب الجہاد ج ا ص: ۳۴۳ کی ایک حدیث ہے، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"تین چیزیں اصل ایمان ہیں۔

(۱) لا الٰہ الا اللہ کہنے والے (کے جان و مال) پر دست درازی نہ کرنا۔

(۲) کسی "گناہ" کا ارتکاب کرنے کی بنا پر اس کو کافر نہ کہنا۔

(۳) کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کرنا۔"

اس حدیث میں شریعت کے عرف کے مطابق "گناہ" سے یقیناً وہ گناہ مراد ہے جو کفر نہ ہو بالکل اسی طرح یہ جملہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ سے منقول امام شافعی رحمہ اللہ سے "الیواقیت" میں منقول ہے اور سفیان بن عیینہ سے حمیدی نے اپنی مسند کے آخر میں نقل کیا ہے اور ان کے علاوہ ائمہ دین کی تعبیرات و اقوال میں "گناہ" کی قید کے ساتھ وارد ہوا ہے (یعنی جس طرح حدیث میں "لا یکفرہ بذنب" آیا ہے اسی طرح یہ ائمہ بھی "لا نکفر اهل القبلة بذنب" فرماتے ہیں) جیسا کہ "الیواقیت والجواہر" میں ج ۲ ص: ۱۴۳ پر امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے، لیکن مرور ایام کے بعد کچھ ظاہر پرستوں، کچھ جاہلوں اور کچھ ملحدوں نے ان ائمہ کے اقوال میں سے "گناہ" کی قید کو اڑا دیا (اور "لا نکفر اهل القبلة" رہنے دیا) اور ان ائمہ کے اقوال کو بے محل استعمال کرنے لگے (کہ ان ائمہ کے نزدیک کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، ظاہر ہے کہ یہ کھلی ہوئی تحریف اور ان ائمہ پر بہتان ہے)

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق حکمرانوں سے ہے:

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا تعلق دراصل امراء اور حکمرانوں سے ہے (یعنی یہ مقولہ دراصل حکمرانوں کے حق میں ہے) چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت اور اسی قسم کی دوسری روایتیں دراصل امیر اور حکمرانوں کی اطاعت کے وجوب اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کے خلاف بغاوت کی ممانعت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے "صحیح مسلم" میں (ج ۲ ص: ۱۲۵) ان تمام روایات کی تخریج اسی باب کے ذیل میں کی ہے اور ان تمام روایات میں خواہ "صحیح مسلم" میں ہوں خواہ دوسری کتب حدیث میں مذکورہ ذیل استثناء موجود ہے، جیسا کہ بخاری میں ہے:

"الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان"

ترجمہ: "الا یہ کہ تم (ان امراء کے قول و عمل میں) ایسا کھلا ہوا کفر دیکھو کہ اس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس اللہ کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو۔" (صحیح بخاری ج ۲ ص: ۱۰۴۵، کتاب الفتن)

اور یہی مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت کی بھی ہے، جس کی تخریج امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے کی ہے:

"من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلى صلوتنا واكل ذبيحتنا فهو مسلم، له ما للمسلم وعليه ما على المسلم" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶)

ترجمہ: "جس نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال جانا اور) کھایا وہ مسلمان ہے اس کے وہی تمام حقوق ہیں جو ایک مسلمان کے ہیں اور اس پر وہی تمام ذمہ داریاں ہیں جو ایک مسلمان پر ہوتی ہیں (یعنی ایسا حکمران جو ان تمام شعائر اسلام کا اعتراف کرتا ہو وہ مسلمان ہے اس کی اطاعت واجب اور اس کے خلاف بغاوت ممنوع ہے)۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان "الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان" ثابت کرتا ہے کہ یہ دیکھنا (اور فیصلہ کرنا) دیکھنے والوں کا کام ہے، ان کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ کھلا ہوا کفر ہے یا نہیں؟ رہی اس شخص کو اس طرح قائل کرنا ان پر واجب نہیں کہ وہ کوئی جواب ہی نہ دے سکے اور (اپنے قول و عمل کی) کوئی تاویل ہی نہ کر سکے بلکہ ان پر صرف اتنا واجب ہے کہ خود ان کے پاس اس کے کفر پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل و برہان موجود ہو۔

کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی:

اس لئے کہ "طبرانی" کی روایت میں اس حدیث میں "کفرا بواحا" کے بجائے "کفرا صراحا" (اس بمعنوم اور "ر" مفتوح کے ساتھ) آیا ہے (جس کے معنی ہیں صریح کفر) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" ج ۱۳ ص: ۶ میں نقل کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کفر صریح میں کوئی تاویل مسموع نہیں ہوتی۔

کون سی تاویل باطل اور غیر مسموع ہے؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ❶ "ازالۃ الخفاء" کے ص ۷ پر خلیفہ کے خلاف بغاوت کے جواز اور ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے کافر ہو جانے کے بارے میں مزید وضاحت فرمائی

---

❶ یہ شیخ کی عبارت کا ترجمہ ہے

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "تاویل کے قطعی طور پر باطل ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ تاویل قرآن کریم کی صریح آیت، یا حدیث مشہور، یا اجماع، یا قیاس جلی (واضح قیاس) کے خلاف ہو (یعنی ہر وہ تاویل جو قرآن و حدیث مشہور، اجماع امت یا واضح قیاس کے مخالف ہو قطعاً نہیں مانی جائے گی)"۔

خبر واحد کی مخالفت کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں "عندکم من اللہ فیہ برھان" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"ای نص آیة وخبر صحیح لایحتمل التاویل" (فتح الباری ج۱۳ ص:۷ کتاب الفتن)

ترجمہ: "یعنی صریح دلیل ہو خواہ (کلام اللہ کی) کوئی آیت ہو یا ایسی صحیح حدیث جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو۔"

اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد صحیح کی بنا پر بھی تکفیر جائز ہے، اگرچہ مشہور یا متواتر نہ ہو اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ جب فقہاء کی شمار کردہ وجوہ کی بنا پر تکفیر کی جاتی ہے تو کیا ایسی صحیح حدیث کی وجہ سے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو ان کو کافر نہ کہا جائے گا؟۔

صریح کفر کے مرتکب اہل قبلہ کو کافر کہا جائے گا اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ ہوں اور اسلام سے خارج ہونے کا قصد بھی نہ کریں

اس حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اہل قبلہ کو کافر کہا جا سکتا ہے (جب کہ وہ کفر صریح کے مرتکب ہوں) اگرچہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہوں، نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بسا اوقات قصداً کفر اختیار کئے بغیر اور تبدیل مذہب کا ارادہ کئے بغیر بھی انسان کافر ہو جاتا ہے (یعنی اگرچہ انسان خود کو مسلمان کہتا رہے تب بھی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو [illegible] حدیث میں "مشاہدہ کرنے والوں کے پاس دلیل و برہان کے موجود ہونے کی ضرورت نہ ہوتی (بلکہ ان لوگوں کے قصد و ارادہ پر مدار ہوتا) اور ایسے مستحق تکفیر لوگ ہم ہی میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے ہی) ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں:

"ھم دعاة علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا" (صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۴۹ باب کیف الامر اذا لم تکن جماعة)

ترجمہ: "یہ لوگ ہماری ہی ملت میں سے ہیں، ہماری ہی زبان بولتے ہیں (یعنی مسلمان کہلاتے ہیں قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں) حالانکہ وہ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو

جہنم کی طرف بلا رہے ہیں، جو کوئی ان کی آواز پر لبیک کہے گا اس کو بھی جہنم میں ڈال دیں گے (یعنی ان کے عقائد سراسر گمراہی اور جہنم میں لے جانے والے ہیں جو ان کو اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا)"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ قابسی رحمہ اللہ سے "من جلدتنا" کی تفسیر ذیل کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں

"معناہ انھم فی الظاھر علی ملتنا وفی الباطن مخالفون."

ترجمہ: اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ظاہر میں تو ہمارے ہی دین پر ہیں (یعنی دیکھنے میں مسلمان ہیں) لیکن باطن میں وہ ہمارے مخالف ہیں (یعنی حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں)۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "خوارج" کو اس حدیث کا مصداق قرار دیتے ہیں (اور مسلمانوں میں ایسے لوگوں کے پائے جانے کی صورت میں) فتح الباری ج۱۳ ص۷۷ میں دجال کے حالات کے تحت حسب ذیل یوں فرماتے ہیں

"واما الذی ھد عیہ فانه یخرج اولا فیدعی الایمان والصلاح ثم یدعی النبوة ثم یدعی الالٰھیة" (فتح الباری ج۱۳ ص۷۷ باب "ذکر الدجال")

ترجمہ: "جو شخص یہ دعویٰ کرے گا وہ ابتداء میں ایمان اور صلاح و تقویٰ کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا"۔

اور "ثلاثین دجالا" (تیس دجالوں) والی حدیث اور بعض روایات میں ان کی تیس سے زائد تعداد کی توجیہ کے ذیل میں ص۷۷: ۱۳ پر فرماتے ہیں:

"ہو سکتا ہے کہ نبوت (اور خدائی) کا دعویٰ کرنے والے تو تیس ہی ہوں اور باقی صرف کذاب ہوں جو محض گمراہی کی جانب لوگوں کو دعوت ہی دیتے ہوں، جیسے غالی شیعہ، فرقہ باطنیہ، فرقہ اتحادیہ (زندیق) حلولیہ اور ان کے علاوہ وہ تمام گمراہ فرقے جو ایسے عقائد کی جانب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہونا قطعی اور یقینی ہے"۔

دیکھئے! حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان تمام فرقوں کو "دجال" کی صف میں داخل فرما کر نہ صرف اس لئے کافر قرار دیا کہ یہ ضروریات دین کے منکر ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے مخالف ہیں (بہر حال یہ تمام گمراہ اور کافر فرقے مسلمانوں میں سے ہی پیدا ہوئے اور ہوں گے اس کے باوجود وہ قطعی طور پر کافر ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبلہ اگر کفریہ عقائد و اعمال یا موجبات کفر کو اختیار کریں تو خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود بھی کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر واجب ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ (یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ اگر اہل قبلہ کفر صریح کے مرتکب ہوں تو قبلہ سے منحرف نہ ہونے کے باوجود وہ کافر ہو جاتے ہیں اور ان کی تکفیر ضروری ہے) فرماتے ہیں کہ [illegible]

بعد ابن عابدین (علامہ شامی) کی "شرح منحۃ الخالق علی البحر الرائق" ج ۱ ص ۳۷۰ باب الامامۃ میں ذیل کی تصریح میری نظر سے گزری:

"وحرر العلامۃ نوح آفندی ان مراد الامام بما نقل عنہ ما ذکرہ فی "الفقہ الاکبر" من عدم التکفیر بالذنب الذی ہو مذہب اہل السنۃ والجماعۃ، تامل."

ترجمہ: علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے اس سے مراد وہی ہے جو "فقہ اکبر" میں مذکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے، اچھی طرح سمجھ لو۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کسی گناہ کی بنا پر اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا ہے

نیز حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مسئلہ سب نے صرف "منتقی" کے حوالے سے ہی نقل کیا ہے، جیسا کہ "شرح مقاصد" ص ۲۶۹ اور "مسایرہ" ص ۲۱۳ طبع جدید مصر، میں تصریح کی ہے اور محقق ابن امیر حاج نے "شرح تحریر" ج ۳ ص ۳۱۸ پر "منتقی" کی عبارت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے حسب ذیل الفاظ میں نقل کی ہے۔

"ولا نکفر اہل القبلۃ بذنب"

ترجمہ:..."اور ہم تو کسی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔"

دیکھئے! اس عبارت میں "بذنب" کی قید موجود ہے اور حقیقت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف "معتزلہ" اور "خوارج" کی تردید کے لئے ہے (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار کہتے ہیں، لیکن ہم اہل سنت والجماعت نہ اس کو کافر کہتے ہیں نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار، بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں) اس لئے کہ جملہ کا انداز بتلا رہا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مومن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ قول یا فعل کے سرزد ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیتے ہیں لیکن کلمات کفر کہنے پر بھی اگر کسی کو کافر نہ کہا جائے گا تو پھر ان کلمات کو "کلمات کفر" نہ کہنا چاہئے اور یہ محض فریب اور مغالطہ ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "کتاب الایمان" طبع قدیم ۱۳۲۵ھ ص ۱۲۱ میں مندرجہ ذیل تصریح میری نظر سے گزری:

"ونحن اذا قلنا اہل السنۃ متفقون علی انہ لا یکفر بالذنب فانما نرید بہ المعاصی کالزنا"

ترجمہ: "ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ گناہوں کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے تو اس گناہ سے ہماری مراد زنا، شراب خوری وغیرہ معاصی ہوتے ہیں۔"

علامہ قونوی رحمہ اللہ نے "شرح عقیدہ طحاویہ" ص ۲۳۲ میں پوری طرح اس کی وضاحت کی ہے۔

ملحدوں اور زندیقوں کا دجل و فریب:

(غرض ائمہ کرام کے قول "لا نکفر اہل القبلۃ" سے ملحدوں اور زندیقوں نے از راہ دجل و فریب بہت زیادہ ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور ہمیشہ تکفیر سے بچنے کے لئے ائمہ کے اس قول کو بطور سپر استعمال کیا ہے) اسی لئے بہت سے ائمہ تو یہ کہنے سے بھی احتراز کرتے ہیں۔

"لا نکفر احدا بذنب"

(ہم کسی گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے)

بلکہ وہ کہتے ہیں۔

"لا نکفرہم بکل ذنب کما یفعلہ الخوارج"

(شرح فقہ اکبر ص ۱۰۰ طبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ:..."ہم ہر گناہ کی وجہ سے ان کو اس طرح کافر نہیں کہتے جیسے خوارج کہتے ہیں"۔

چنانچہ "فقہ اکبر" ص ۱۹۶ میں بحث ایمان کے تحت علامہ قونوی رحمہ اللہ سے (اسی مشہور و معروف مقولہ "لا نکفر احدا بذنب" کے تحت صرف "فساد عقیدہ" کی صورت میں) تکفیر کو نقل کیا ہے۔

"وفی قولہ بذنب اشارۃ الی تکفیرہ بفساد اعتقادہ کفساد اعتقاد المجسمۃ والمشبہۃ ونحوہم لان ذلک لا یسمّٰی ذنبا والکلام فی الذنب۔"

ترجمہ: "بذنب" کے لفظ میں اس امر کی جانب اشارہ موجود ہے کہ فساد عقیدہ کی بنا پر ضرور کافر کہا جائے گا جیسا کہ مشبہ اور مجسمہ وغیرہ کے فاسد عقیدے۔ کیونکہ ان کو ان کے فاسد عقائد کی بنا پر کافر کہا جاتا ہے (نہ کہ کسی گناہ کی بنا پر) اور ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کو گناہ نہیں کہا جا سکتا اور ہماری بحث گناہ (یعنی معصیت) سے ہے"۔

یہی فرق امام طحاوی رحمہ اللہ کے کلام سے المختصر باب التفسیر میں ص ۳۳۹ پر منقول ہے اور امام

غزالیؒ نے "اقتصاد" کے آخر میں بھی یہی فرق بیان فرمایا ہے۔

(حاصل یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر کہنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کفریہ عقائد واعمال کی وجہ سے بھی اس کو کافر نہ کہا جائے بلکہ "مذنب" کی قید سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تکفیر سے ممانعت کا حکم صرف "گناہ تک" محدود ہے اور صرف مسلمان کے لئے ہے اور کفریہ عقائد واعمال اختیار کر لینے کے بعد تو وہ مسلمان اور اہل قبلہ میں سے ہی نہیں رہتا)۔

خلاصہ حاصل کلام۔ [illegible]

۱ [illegible]

۲ [illegible]

۳ [illegible]

۴ [illegible]

۵ [illegible]

۶ [illegible]

۷ [illegible]

نوٹ [illegible]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" کے اقتباسات●

جو سبل انکار اور تسامح پسند علماء کے شکوک وشبہات کے ازالہ اور ملحدوں کے دندان شکن جوابات پر مشتمل ہیں۔

کسی بھی فرض شرعی کا انکار، اتمام حجت کے بعد منکر کے کفر اور اس سے باز نہ آنے پر قتال کا موجب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" ج ۱۲ ص ۲۲۹: میں حدیث "ردت"● کی مفصل شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

● [illegible]

● [illegible]

ترجمہ [illegible]

"مرتدین پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ آیا کافروں کی طرح ان مرتدین کے اموال کو غنیمت اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنالیا جائے یا یہ کہ ان کے ساتھ مسلمان باغیوں کا سا معاملہ کیا جائے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی رائے کے قائل تھے اور انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) اسی پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسری "رائے" کے قائل تھے، چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس پر مناظرہ کیا جس کی تفصیل کتاب الاحکام میں آئے گی اور ان کے عہد خلافت میں اور صحابہ بھی ان کے ساتھ متفق ہوگئے (بہرحال اس وقت تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہوگئے) کہ ہر وہ شخص (یا قوم) جو کسی بھی فرض شرعی کا کسی شبہ کی بنا پر انکار کرے اس سے اس انکار سے باز آنے کا مطالبہ کیا جائے، اس پر اگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے تو اتمام حجت کے بعد اس سے جنگ کی جائے اگر وہ (ہتھیار ڈالنے کے بعد) انکار سے باز آجائے تو فبہا ورنہ اس صورت میں اس کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے، (یعنی خود اس کو قتل کردیا جائے اور اس کے اموال کو مال غنیمت اور اس کے بیوی بچوں کو غلام قرار دے دیا جائے) اور کہا جاتا ہے کہ مالکیہ میں سے اصبغ پہلے ہی قول (رائے) کے قائل ہیں، اسی لئے ان کو اور (منفرد) مخالف شمار کیا گیا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "عومل معاملة الكافر" سے مراد قتل بربنا کفر ہے، اس لئے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس سے پہلے اسی صفحہ پر فرما چکے ہیں:

"والذين تمسكوا باصل الاسلام ومنعوا الزكوة بالشبهة التى ذكروها لم يحكم عليهم بالكفر قبل اقامة الحجة." (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۷۹)

ترجمہ: "جو لوگ اصل اسلام پر قائم رہے لیکن مذکورہ بالا شبہ کی بنا پر زکوۃ دینے سے انکار کرتے رہے ان پر اتمام حجت سے پہلے ان کو کافر نہیں قرار دیا گیا (یعنی اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا گیا)۔"

اسی طرح آگے چل کر حافظ نے امام قرطبی رحمہ اللہ سے "اس شخص کے بارے میں جو کسی بدعت (گمراہی) کو دل میں پوشیدہ رکھتا ہو" یہی (فیصلہ) نقل کیا ہے (کہ اتمام حجت کے بعد کافر قرار دے دیا جائے گا)

ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

نیز مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "شبہة" سے حافظ علیہ الرحمۃ کی مراد "تاویل" ہے۔ الخ اس سے ثابت ہوا کہ متاول سے بھی توبہ

● حافظ علیہ الرحمۃ ج ۱۲ ص ۲۷۵ پر ان لوگوں کی [illegible] حسب ذیل بیان کرتے ہیں

وصنف منعوا الزكوة وتاولوا قوله تعالى خذ من اموالهم صدقة (الآية) وزعموا ان دفع الزكوة خاص به صلى الله عليه وسلم، لان غيره لا يطهرهم ولا يصلي عليهم. (فتح الباری ج ۱۲ ص [illegible])

ترجمہ: مرتدین کی ایک قسم وہ لوگ تھے جنہوں نے مرتد ہوکر زکوۃ دینے سے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے قول خذ من اموالهم الآیہ سے استدلال کیا تھا کہ زکوۃ دینا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا [illegible] آخر میں [illegible] کیوں دی جائے؟"

کے لئے کہا جائے گا اگر وہ توبہ کرلے تو فبہا ورنہ اسے کافر قرار [illegible] تاویل کا، جہاں ہوتا ہے (کہ توبہ کا موقع دیا جاتا ہے) لیکن تاویل کی بنا پر حکم کفر سے بچ جانا یہ ممکن نہیں (لہذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ متاول کو رجوع نہ کرنے کی صورت میں کافر قرار دے دیا جائے گا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو، نیز یہ کہ تاویل حکم کفر سے نہیں بچاتی)۔

خوارج اہل قبلہ ہونے کے باوجود کافر ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ج ۱۲ ص ۲۶۶، ۲۶۷ پر فرماتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (مذکورہ بالا) روایت ● (کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے جسم سے نکل جاتا ہے) ان لوگوں کی دلیل ہے جو "خوارج" کو کافر کہتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کے طرز عمل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے کہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں خوارج کو ملحدین کے ساتھ ذکر رکھا ہے (اور فرمایا ہے: "باب قتل الخوارج والملحدين الخ") اور "متاولین" کے لئے علیحدہ باب قائم کیا ہے (جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خوارج اور ملحدین کا حکم ایک ہے، دونوں کافر اور مستحق قتل ہیں)۔

خوارج کے کفر کے دلائل:

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے شرح ترمذی میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں "صحیح یہ ہے کہ خوارج کافر ہیں اس لئے کہ:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ دین سے نکل گئے"۔

۲۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کو قوم عاد کی طرح قتل (اور نیست و نابود) کروں گا۔ "بعض روایت میں "عاد" کے بجائے "ثمود" کا لفظ آیا ہے اور یہ دونوں قومیں کفر کی بنا پر ہلاک ہوئی ہیں۔

۳۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هم شر الخلق" اور یہ عنوان صرف کفار کے لئے استعمال

● امام بخاری رحمہ اللہ نے باب "قتل الخوارج" کے ذیل میں دوسری حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول يخرج فى هذه الامة ولم يقل منها قوم تحقرون صلوتكم مع صلوتهم يقرؤون القرآن لا يجاوز حلوقهم او حناجرهم يمرقون من الدين كمروق السهم من الرمية فينظر الرامى الى سهمه الى نصله الى رصافه فيتمارى فى الفوقة هل علق بها من الدم شئ" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ: "ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا [illegible]

کیا جاتا ہے۔

۴. نیز حضور ﷺ نے فرمایا (خوارج) اللہ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مبغوض ہیں۔

۵. نیز یہ خوارج ہر اس شخص کو جو ان کے عقیدہ کا مخالف ہو "کافر" اور "مخلد فی النار" (ہمیشہ کے لئے جہنمی) کہتے ہیں اس لئے یہ خود ہی اس نام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں (یعنی کافر و مخلد فی النار ہیں کیونکہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے)۔"

شیخ سبکی رحمہ اللہ کا استدلال اور مخالفین کے شبہات کا جواب

حافظ رحمہ اللہ ج ۱۲ ص ۲۶۷ پر فرماتے ہیں متاخرین میں سے جو حضرات خارجیوں کو کافر کہتے ہیں شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ بھی ان میں شامل ہیں، چنانچہ وہ اپنے "فتاوی" میں فرماتے ہیں

"جو لوگ خارجیوں اور غالی رافضیوں (تبرائی شیعوں) کو کافر کہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اعلام صحابہ رضی اللہ عنہم (چوٹی کے صحابہ رضی اللہ عنہم) کو کافر کہتے ہیں اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ (علامہ) سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک ان کی تکفیر کے لئے یہ استدلال بالکل صحیح ہے، باقی جو لوگ ان کو کافر نہیں کہتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ تکذیب اس وقت لازم آتی کہ ان کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے کہ ان صحابہ کبار کی تکفیر سے پہلے ان کو رسول اللہ ﷺ کی اس شہادت کا یقینی طور پر علم تھا (اور اس کے باوجود انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہا ہے) مگر (سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ دلیل محل نظر ہے اس لئے کہ انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہا ہے جن کے مرتے دم تک کفر و شرک سے بری ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے (اور ایسے قطعی اور یقینی امور میں عدم علم عذر نہیں ہوتا) اور یہ علم و یقین ہر اس شخص کی تکفیر پر اعتقاد رکھنے کے لئے جو ان کبار صحابہ کو کافر کہے کافی ہے فرماتے ہیں اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا (یعنی اگر وہ کافر نہیں ہے تو کہنے والا ضرور کافر ہو گیا)۔"

صحیح مسلم میں ج ۱ ص ۵۷ پر اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں

"من دعا رجلا بالكفر او قال "عدو الله" وليس كذلك الا حار عليه"
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷)

ترجمہ: "جس شخص نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کا الزام لگایا یا "اللہ کا دشمن" کہا وہ خود کافر ہو گیا۔"

اس کے بعد سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ (خارجی اور غالی شیعہ) اس جماعت پر کفر کا اتہام لگاتے ہیں جن کے مومن ہونے کا ہمیں قطعی اور یقینی علم ہے لہٰذا واجب ہے کہ شارع علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ان کو کافر کہا جائے اور یہ (کبار صحابہ کو کافر کہنے کی وجہ سے خارجیوں اور رافضیوں کو کافر کہنا) ایسا ہی ہے جیسے علماء (متفقہ طور پر) کسی شخص کو بت یا کسی اور چیز کو سجدہ کرتے دیکھ کر اس کو کافر کہتے ہیں اگرچہ وہ صراحۃً اسلام سے انکار نہ بھی کرے، حالانکہ تمام علماء کفر کی تفسیر "جحود" (انکار) سے کرتے ہیں (گویا جحود دو طریق پر ہے ایک قولی اور ایک فعلی، ساجد صنم کا فعل عمل زبانی انکار کے مرادف اور "جحود فعلی" ہے، اسی طرح ان خارجیوں اور غالی شیعوں کا یہ عمل تکفیر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جحود فعلی ہے لہٰذا ان کو بھی کافر کہنا چاہئے) سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حضرات غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کو کافر کہنے کا باعث "اجماع" کو قرار دیں (کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا کافر ہے) تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے ساجد صنم کو زبان سے انکار کئے بغیر اجماع امت کی بنا پر کافر کہا جاتا ہے ایسے ہی ان احادیث صحیحہ "متواترہ" کی بنا پر جو ان خوارج کے بارے میں آئی ہیں ان کو کافر کہنا چاہئے اگرچہ یہ لوگ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کفر سے بری ہونے کا عقیدہ نہ بھی رکھتے ہوں جن کی تکفیر کرتے ہیں، (اجماع اور خبر متواتر دونوں یکساں طور پر قطعی حجت ہیں) اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل ایسے ہی ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنے والے کا اسلام پر اجمالی اعتقاد اور فرائض شرعیہ پر عمل اس کو کفر سے نہیں بچا سکتا۔ (حاصل یہ ہے کہ کفریہ اقوال و افعال کا ارتکاب مطلقاً موجب کفر ہے اگرچہ وہ شخص خود کو مسلمان سمجھتا ہو اور فرائض شرعیہ پر عمل بھی کرتا ہو)۔"

اہل قبلہ قصد و ارادہ کے بغیر بھی کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں

حافظ رحمہ اللہ اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ امام طبری رحمہ اللہ کا رجحان بھی "تہذیب الآثار" میں کچھ اسی طرف ہے، چنانچہ احادیث باب تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"یہ احادیث ان لوگوں کے قول کی تردید کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد اہل قبلہ میں سے کوئی فرد یا گروہ اس وقت تک اسلام سے خارج (اور کافر) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے کا ارادہ نہ کرے، یہ قول بالکل باطل ہے اس لئے کہ حضور ﷺ اسی حدیث میں فرماتے ہیں۔

"يقولون الحق ويقرءون القرآن ويمرقون من الاسلام لا يتعلقون منه بشيء."

ترجمہ: "وہ حق بات زبان سے کہتے ہوں گے قرآن پڑھتے ہوں گے اس کے باوجود اسلام سے نکل جائیں گے اور ان کا اسلام سے کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔"

قرآن کی مراد کے خلاف باطل تاویلیں اور حرام کو حلال قرار دینے والے کافر ہیں۔

اس کے بعد طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ خوارج مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھنے کے مرتکب صرف ان باطل تاویلات کی بنا پر ہوئے ہیں، جو انہوں نے قرآن کی آیات میں اس کی اصل مراد کے برعکس گھڑ رکھی تھیں۔ (لہٰذا وہ مسلمانوں کو کافر کہنے اور ان کے جان و مال کو حلال قرار دینے کے مرتکب ہو چکے ہیں اس لئے وہ خود کافر ہو گئے اگرچہ اسلام سے نکلنے کا قصد نہ بھی کیا ہو)۔"

اس کے بعد طبری رحمہ اللہ نے اپنے بیان کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ ذیل روایت بسند صحیح نقل کی ہے۔

"وذكر عنده الخوارج وما يلقون عند قراءة القرآن فقال يؤمنون بمحكمه ويهلكون عند متشابهه"

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا اور قراءت قرآن کے وقت جو وہ تاویلیں کرتے ہیں ان کا ذکر آیا تو اس پر فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کی محکم (واضح) آیات پر تو ایمان لاتے ہیں اور متشابہ (غیر واضح) آیات (کی باطل تاویلات) میں ہلاک ہوتے ہیں۔"

طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خوارج کو کافر کہتے ہیں ان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں ان کے قتل کر دینے کا حکم آیا ہے:

"فاينما لقيتموهم فاقتلوهم فان في قتلهم اجرا لمن قتلهم يوم القيامة."

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۸)

ترجمہ: "پس جہاں تمہیں ملیں ان کو قتل کر دو، بے شک جو شخص ان کو قتل کرے گا، قیامت کے دن ان کے قتل کرنے کا اجر پائے گا۔"

باوجودیکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح آ چکی ہے کہ کسی بھی مسلمان کو قتل کرنا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت المسلمین سے الگ ہو جائے (معلوم ہوا کہ خارجیوں کے قتل کر دینے کا حکم اسی وجہ کے ذیل میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں سے الگ ہو گئے)

چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ "المفہم" میں فرماتے ہیں۔

"خارجیوں کے کافر ہونے کی تائید حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی تمثیل سے بھی ہوتی ہے (جس کے مختلف طرق ص: ۲۵۳ اور ۲۶۱ پر مذکور ہیں اور سابقہ حاشیہ میں ہم اس حدیث کو نقل کر چکے ہیں) اس لئے کہ اس تمثیل کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اسلام سے اس طرح صاف نکل جائیں گے اور ان کا اسلام سے ایسے ہی کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا جیسے تیر انداز کا تیر اپنی تیز رفتاری اور چلانے والے کی قوت کی وجہ سے شکار کے جسم سے صاف نکل جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر تیر پر باقی نہیں رہتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی "علاقہ" کے مطلقاً باقی نہ رہنے کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا ہے (دیکھو حدیث ابو سعید باب "من ترك قتال الخوارج" کے ذیل میں)

"سبق الفرث والدم"

ترجمہ: "وہ تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا (یعنی خون وغیرہ تک کا اس پر کوئی اثر نہیں، اسی طرح خوارج اسلام سے نکل جائیں گے کہ اسلام کا نام و نشان تک بھی ان میں نہ رہے گا)"۔

امت کو گمراہ یا صحابہ کو کافر کہنے والا کافر ہے، اسلام سے اس کا کوئی علاقہ نہیں:

چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ اسی حدیث کے ذیل میں "شفاء" کے اندر فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر اور اسلام سے خارج و بے تعلق ہونے کا قطعی یقین رکھتے ہیں جو کوئی ایسی بات کہے جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہو۔"

مصنف رحمہ اللہ "الرحمۃ" نے کتاب "الردۃ" میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے۔

خوارج کے متعلق علمائے کلام کی احتیاط کوشی:

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اہل سنت میں سے علمائے کلام (متکلمین) عام طور پر خارجیوں کو "فاسق" کہتے ہیں (کافر نہیں کہتے) اور یہ کہ کلمۂ شہادت پڑھ لینے اور ارکان اسلام کی پابندی کرنے کی وجہ سے (وہ مسلمان ہیں اور) ان پر اسلام کے احکام جاری ہیں۔ فاسق بھی صرف اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے ایک باطل تاویل کی بنا پر اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور ان کا یہ باطل عقیدہ ہی اپنے مخالفین کے جان و مال کو حلال اور مباح سمجھ لینے اور ان پر کفر و شرک کی شہادت دے دینے کا موجب ہوا ہے۔"

خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ خارجی اپنی مشہور و معروف گمراہی کے باوجود مسلمان فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور ان سے شادی بیاہ کرنے اور ان کا ذبیحہ کھانے کو وہ جائز کہتے ہیں اور

یہ کہ جب تک وہ اصل اسلام (یعنی توحید و رسالت، حیات بعد الموت کے عقیدہ) پر قائم ہیں اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ (تکفیر خوارج کا) مسئلہ متکلمین کے لئے سب سے زیادہ اشکال کا موجب بن گیا ہے، چنانچہ فقیہ عبدالحق نے جب امام ابو المعالی سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر جواب دینے سے معذرت ظاہر کی کہ کسی کافر کو اسلام میں داخل کر دینا (اور مسلمان کہہ دینا) اور کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دینا (اور کافر کہہ دینا) دینی اعتبار سے بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔"

نیز قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابو المعالی سے پہلے قاضی ابو بکر باقلانی نے بھی اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان خوارج نے صراحۃً تو کفر کا ارتکاب نہیں کیا، ہاں! ایسے عقائد ضرور اختیار کئے ہیں جو کفر تک پہنچا دینے والے ہیں۔"

"امام غزالی رحمہ اللہ "فیصل التفرقة بین الایمان والزندقة" میں فرماتے ہیں:

"جہاں تک ہو سکے کسی کو کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہئے، اس لئے کہ توحید کا اقرار کرنے والے نمازیوں کی جان و مال کو مباح (اور ان کو کافر) قرار دے دینا بہت بڑی غلطی ہے اور ہزار ہا کافروں کو (مسلمان کہہ دینے اور ان کو) زندہ سلامت چھوڑ دینے میں غلطی کرنا، ایک مسلمان کو (کافر کہہ دینے اور اس کا) خون بہانے میں غلطی کرنے کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔"

مخالفین کے دلائل:

... حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خوارج کی تکفیر نہ کرنے والے علماء ایک دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ تیسری (ابو سعید والی) دوسری) حدیث ● میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے دین سے نکل جانے کو تیر کے شکار سے نکل جانے کے ساتھ تشبیہ دے کر فرمایا:

"فیتماری فی الفوقة هل علق بها شیء؟"

ترجمہ: "پس تیر انداز تیر کے سرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس میں کچھ لگا بھی ہے؟ (یا نہیں یعنی یہ تیر جسم سے نکلا بھی ہے یا نہیں؟) ایسے ہی ان لوگوں کے متعلق شک ہوگا کہ یہ دین سے نکلے بھی ہیں یا نہیں؟)۔"

● یہ حدیث ابن [illegible] ہے [illegible] کی جا چکی ہے۔

چنانچہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جمہور علماء کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول "فیتماری فی الفوقة" سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارج مسلمانوں کی جماعت سے خارج اور (کافر) نہیں ہیں، اس لئے کہ "فیتماری" شک کی دلیل ہے۔ جب ان کا کفر مشکوک ہوا تو ان کے ملت سے خارج ہونے کا حکم قطعی طور پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ جو شخص قطعی اور یقینی طور پر اسلام میں داخل ہو چکا وہ قطعی و یقینی کے بغیر اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے "اہل نہروان" (خوارج) کے کفر کے متعلق سوال کیا گیا (کہ کیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟) فرمایا "من الکفر فروا" (کفر سے تو وہ بھاگے ہیں) (یعنی انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کفر سے بچنے کے لئے ہی مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کی ہے تو جو شخص کفر سے اس قدر بچتا ہو وہ کافر کیسے ہو جائے گا؟)

محدثین کی جانب سے جواب

حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول (اثر) از روئے سند صحیح ثابت ہو تو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کے ان کفریہ عقائد سے واقف نہ ہونے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا جن کی بنا پر تکفیر کرنے والوں نے ان کو کافر کہا ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا ہوگا جبکہ ان کو "نہروانیوں" کے کفریہ عقائد کا علم نہ تھا ورنہ وہ تو خود بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور اس میں "فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم" ● کی تصریح موجود ہے اور اسی بنا پر انہوں نے خوارج سے خونریز لڑائیاں لڑی ہیں اور ان کو بے دریغ قتل کیا ہے)"۔

نیز حافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کے قول "فیتماری فی الفوقة" سے ان کے کفر کے مشکوک ہونے پر استدلال بھی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جیسے بعض طرق حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں، ایسے ہی بعض طرق میں جیسا کہ ہم ابھی سے قبل ذکر کر چکے اور آئندہ بھی آئے گا "لم یعلق منه شیء" (شکار کا خون وغیرہ کچھ لگا ہوا نہیں) اور بعض طرق میں "سبق الفرث والدم" (تیر شکار کے خون اور لید سے بھی صاف نکل گیا) بھی آیا ہے۔ (جس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ تیر پر کچھ لگا ہوا نہ ہونے کو بیان فرمانا چاہتے ہیں نہ کہ شکار کے جسم سے نکلنے میں بھی شک ظاہر کرنا) لہٰذا ان تینوں

● یہ حدیث [illegible] الخوارج [illegible] کی حدیث میں [illegible] سے مروی ہے۔

طریقوں کے (مذکورہ بالا) الفاظ کو جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ تیر انداز اول وہلہ میں تیر کو بالکل صاف دیکھ کر "فوق" کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا ہے کہ شکار کے بدن سے گزرا اور نکلا بھی ہے یا نہیں؟ اس کے بعد اسے یقین ہو جاتا ہے کہ تیر شکار کے جسم سے گزرا اور نکلا تو ضرور ہے لیکن اتنی تیزی سے گزرا ہے کہ اس کے سرے پر شکار کے خون، لید وغیرہ کا نام ونشان تک نہیں بالکل صاف نکل گیا)"۔

فرماتے ہیں "یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث کا اختلاف ان لوگوں کے اختلاف حال پر مبنی ہو کہ بعض لوگ تو قطعی طور پر اسلام سے نکل گئے ہوں گے اور بعض کے متعلق شک ہوگا کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ ہے یا نہیں؟ اور "فیتماری" کے الفاظ پچھلے گروہ سے متعلق ہوں۔ "اور محلق اور حلق القرث والا ام پہلے گروہ سے متعلق ہوں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "المفہم" میں فرماتے ہیں، از روئے حدیث خوارج کا کفر (بمقابلہ عدم کفر کے) زیادہ واضح ہے"۔

خوارج کو کافر کہنے اور نہ کہنے کا فرق.

اس کے بعد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خوارج کو کافر کہنے کی صورت میں ان سے جنگ کی جائے گی اور قتل کیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا جائے گا، چنانچہ محدثین کے ایک گروہ کا مسلک اصول خوارج کے بارے میں یہی ہے اور کافر نہ کہنے کی صورت میں باغی مسلمانوں کا سا معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا جو اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے لڑنے کے لئے مقابلہ پر آجائیں (یعنی جو لڑتے ہوئے مارے جائیں گے وہ مارے جائیں گے اور جو بچ جائیں گے ان کو بغاوت کی سزا دی جائے گی یا معاف کر دیا جائے گا امام کی رائے پر موقوف ہے)"۔

آگے فرماتے ہیں۔

"لیکن ان میں سے جو لوگ کسی پوشیدہ گمراہی کو دل میں رکھتے ہوں گے اس کے منظر عام پر آجانے کے بعد آیا ان سے توبہ کے لئے کہا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ بلکہ ان کی گمراہی کے ازالہ اور تردید کی کوشش جاری رکھی جائے گی؟ اس کے بارے میں علماء کے درمیان اسی طرح اختلاف ہے جیسے ان کو کافر کہنے اور نہ کہنے کے بارے میں (یعنی جو لوگ کافر کہتے ہیں وہ پہلی صورت کو اختیار کرتے ہیں اور قتل کا حکم دیتے ہیں اور جو کافر نہیں کہتے وہ دوسری صورت کو اختیار کرتے ہیں)"۔

لیکن فرماتے ہیں

"تکفیر کا دروازہ بڑا خطرناک دروازہ ہے، اس سے احتراز اور سلامتی کے برابر ہمارے نزدیک

کوئی چیز نہیں (یعنی جہاں تک ہو سکے اس سے احتراز رہا ہے)۔

(۱) احادیث خوارج سے مستنبط فوائد واحکام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان احادیث میں رسول اللہ ﷺ کی ایک عظیم الشان پیشین گوئی اور صداقت کی دلیل بھی موجود ہے کہ ایک واقعہ کے پیش آنے سے بہت پہلے آپ نے ہونے والے واقعہ کی خبر دے دی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب خوارج نے اپنے مخالف مسلمانوں کے کفر کا اعلان کر دیا تو ان کا خون بہانے کو بھی اپنے لئے حلال ومباح سمجھ لیا (اور بے دریغ خون ریزی اور قتل وغارت شروع کر دی) غیر مسلم ذمیوں (یہود ونصاری) کی تو جان بخشی کر دی کہ "یہ ذمی ہیں، ان سے ہم (جان ومال کی سلامتی کا) معاہدہ کر چکے ہیں، اس کو ضرور پورا کریں گے"۔ مشرکوں سے بھی قتل وقتال ترک اور جنگ بندی کر دی (کہ یہ تو ہیں ہی کافر ومشرک ان سے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا) اور اپنے مخالف مسلمانوں سے خون ریز لڑائیاں لڑنے (اور بے گناہ مسلمانوں کو قتل وغارت کرنے) میں مشغول ہو گئے (کہ ان سے دین کو نقصان پہنچتا ہے۔ گمراہی محض ہے اس لئے کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانا فرض عین ہے، العیاذ باللہ!) یہ ان جاہلوں کی انتہائی حماقت اور ہے باطنی کی دلیل ہے، جن کے قلوب علم ومعرفت کے نور سے محروم اور تاریک تھے اور ان کے قدم ایمان ویقین کے کسی محکم مقام پر راسخ نہ تھے (اور یہی رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی تھی: "یقرء ون القرآن ولا یجاوز حناجرھم") اس کے ثبوت کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ ان کے سرغنہ (ابن ذی الخویصرہ) نے خود صاحب شریعت ﷺ کے حکم کو ٹھکرایا اور العیاذ باللہ! آپ ﷺ پر ظلم وجور کا بہتان لگایا تھا (جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے) اللہ بچائے ایسی سرکشی اور گستاخی وبے باکی سے۔

(۲) کفار ومشرکین کی بہ نسبت خوارج سے جنگ کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت کفار ومشرکین کے خوارج سے جنگ کرنا اور ان کے فتنہ کا استیصال کرنا زیادہ ضروری ہے (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "اینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ") اس کی حکمت یہ ہے کہ ان خارجیوں سے جنگ کرنا دین کے اصل سرمایہ (دین اور دیندار مومن) کی حفاظت کے لئے ہے اور کفار ومشرکین سے جنگ کرنا منافع کمانے (یعنی مسلمانوں کی تعداد بڑھانے اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے) کے لئے ہے (اور ظاہر ہے کہ اصل سرمایہ کی حفاظت منافع کمانے کی بہ نسبت زیادہ ضروری اور مقدم ہوتی ہے)

(۳) جن آیات کے ظاہری معنی اجماع امت کے خلاف ہوں ان میں تاویل ضروری ہے: نیز ان حدیث سے ان تمام لائق تاویل آیات کے ایسے ظاہری معنی مراد لینے کی ممانعت بھی نکلتی ہے جو اجماع امت کے خلاف ہوں (یعنی جن آیات میں صحیح تاویل کر کے اجماع امت کے موافق و مطابق بنایا جاسکتا ہے ان وہ ظاہری معنی مراد نہ لینے چاہئیں جو اجماع امت کے خلاف ہوں، مثلاً "ان الحکم الا للہ" سے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی حاکمیت درست نہیں، لہٰذا علی رضی اللہ عنہ بھی کافر اور واجب القتل ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی، اس لئے کہ دونوں حاکمیت کے مدعی ہیں یا دونوں نے حکم کے فیصلہ کو مان لیا ہے قطعاً غلط اور اجماع امت و نصوص قرآنیہ کے خلاف ہیں)

(۴) دینداری میں غلو خطرناک ہے۔ نیز ان احادیث میں دینداری کے اندر اس غلو (حد سے تجاوز) کو اور عبادت میں اس نفس کشی کو جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی خطرناک قرار دیا ہے (چنانچہ خوارج کا یہی غلو تمام تر فساد اور کفر و ضلال ان کا سبب بنا ہے) اس لئے کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس شریعت کو انتہائی سہل اور قابل عمل قرار دیا ہے اسی طرح کفار کے ساتھ سختی اور تشدد کی اور مومنین کے ساتھ رأفت و شفقت کی مسلمانوں کو دعوت دی ہے، لیکن ان خوارج نے (محض اپنے جہل اور غلو فی الدین کی وجہ سے) بالکل اس کے برعکس کر دیا تھا (کہ مومنین کے ساتھ ظلم و تشدد اور کفار کے ساتھ شفقت و رأفت کو اپنا شعار بلکہ جزو ایمان بنا لیا تھا اور ریاضات شاقہ میں غلو کی وجہ سے دین کو انتہائی دشوار اور شریعت کو ناقابل عمل بنا دیا تھا)۔

(۵) امام عادل کے خلاف جو بغاوت اور جنگ کرے، اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ ...اسی طرح ان احادیث سے اس فرد یا جماعت سے جنگ کرنے کی اجازت بھی نکلتی ہے جو امام عادل کی اطاعت کو بالائے طاق رکھ کر اس کے مقابلہ پر آمادہ کارزار ہو جائے اور اپنے فاسد عقائد کی بنا پر قتل و غارت اور خونریزی شروع کرے، اسی طرح جو فرد یا گروہ جو بزنی اور غارتگری اختیار کر کے ملک میں فساد اور بدامنی پھیلائے اور لوگوں کے لئے گھروں سے نکلنا اور سفر کرنا خطرناک و ناممکن بنادے۔

ہاں اگر فرد یا گروہ کسی ظالم حکمران کے ظلم و جور سے اپنی جان و مال اور اہل و عیال کو بچانے کی غرض سے بغاوت کرے وہ شرعاً معذور ہے اس کے خلاف (ظالم حکمران کی حمایت میں) جنگ نہ کرنی چاہئے، اس لئے کہ اس مظلوم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بقدر طاقت و قوت ظالموں سے اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرے، "کتاب الفتن" میں اس کا تفصیلی بیان آئے گا۔

چنانچہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

خوارج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "اگر یہ لوگ امام عادل کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو بے شک ان سے جنگ کرو اور اگر امام ظالم کے خلاف بغاوت اور جنگ کریں تو ان سے جنگ نہ کرو، اس لئے کہ اس صورت میں یہ شرعاً معذور ہیں۔"

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کربلا کے میدان میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی جنگ یزید سے اور "حرہ" (مدینہ) میں اہل مدینہ کی جنگ عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) اور "مکہ" میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ حجاج سے، نیز عبدالرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قراء قرآن کی جنگ حجاج سے اسی قبیل سے ہیں (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم و جور سے بچنے کے لئے لڑی گئی تھیں، یہ حضرات شرعاً معذور تھے)"۔

(۶) بلاقصد بھی مسلمان دین سے خارج (اور کافر ہو جاتا) ہے: ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض مسلمان دین سے خارج ہونے کا قصد اور اسلام کے بجائے کسی اور دین کے اختیار کرنے کا ارادہ کئے بغیر بھی (محض اپنے کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر) دین سے خارج اور کافر ہو جاتے ہیں (یعنی کسی مسلمان کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ قصداً اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرے، بلکہ کفریہ عقائد اور اقوال و اعمال کا اختیار کر لینا ہی اسلام سے خارج اور کافر ہو جانے کے لئے کافی ہے، حدیث خوارج میں "یمرقون" کا لفظ خاص طور پر اس کو ظاہر کرتا ہے)۔

(۷) خارجی فرقہ سب سے زیادہ خطرناک ہے: نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ کے تمام گمراہ اور باطل پرست فرقوں میں سب سے زیادہ خطرناک خارجی فرقہ ہے یہ اسلام کے حق میں یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں ● (اس لئے کہ یہ اسلام کے نام پر کفر پھیلاتے ہیں)

حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری استنباط اس قول پر مبنی ہے کہ خوارج مطلقاً کافر ہیں (گویا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی قول راجح ہے)۔

● ...اسی لئے علامہ شبلی بھی اسلام میں قرآن کے نام پر کفر اور دین کے نام پر ... پھیلانے والے [illegible] ... سے مسلمان ان کو اسلام سے خارج اور کافر ... [illegible] ... کی تکفیر ... ضروری ہے [illegible] ... کی تکفیر ... شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے [illegible] ... سے محفوظ رہیں ... آمین۔ [illegible]

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت

نیز ان احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت نکلتی ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں بہت سخت تھے (اس لئے کہ وہ ابن ذی الخویصرہ کے رسول اللہ ﷺ کو ظلم و جور کی جانب منسوب کرتے ہی اس کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے)

(۹) کسی کے دین و ایمان کی تصدیق محض اس کے ظاہر کو دیکھ کر نہ کر دینی چاہئے:

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فرد یا فرقہ کی تعدیل (دین و ایمان کی تصدیق) میں محض اس کے ظاہری اقوال و اعمال پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے، اگرچہ وہ عبادت و طاعت، دین داری و پرہیزگاری اور زہد و تقشف میں انتہائی مقام پر کیوں نہ پہنچا ہوا ہو، جب تک کہ اس کے باطنی عقائد و اعمال اور اندرونی حالات کی تحقیق نہ کر لی جائے (اس وقت تک اس کے دین و ایمان کی تصدیق نہ کی جائے) اور غالباً حضور ﷺ کا مقصد ہی اس حدیث سے امت کو متنبہ کرنا اور دھوکے میں پڑنے سے بچانا ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ص ۲۴۷ باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے تحت حدیث "ردت" کے ذیل میں ایمان و اسلام کے شرعاً معتبر ہونے کے لئے توحید و رسالت کے ساتھ ساتھ "جمیع ماجاء به النبی ﷺ" پر ایمان لانے اور جملہ احکام شریعت کی پابندی کا اقرار کرنے کا ضروری ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ ثابت ہو جائے کہ کسی بھی فرض شرعی کا انکار موجب کفر ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے سلسلہ میں جس کی تخریج امام بخاری رحمہ اللہ نے باب "قتل من ابی قبول الفرائض" کے ذیل میں کی ہے اور ہم حاشیہ میں اس کو نقل کر چکے ہیں۔

"اس حدیث ردت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص صرف "لا اله الا الله" کہے اگرچہ اس پر (محمد رسول الله) اضافہ بھی کرے، اس کو قتل کرنا ممنوع ہے، لیکن کیا وہ صرف اتنا ہی کہنے سے مسلمان بھی ہو جائے گا؟ یہ محل بحث ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہ ہوگا مگر اس کے قتل سے باز رہنا واجب ہے اس کے بعد تحقیق کی جائے اگر وہ اس کے ساتھ رسالت (محمد رسول اللہ) کی شہادت بھی دے اور تمام احکام شریعت کی پابندی کا اقرار بھی کرے تب اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں: "الا بحق الاسلام" کے استثناء سے اسی جانب اشارہ ہے (یعنی یہ استثناء اسی غرض سے ہے کہ اگر رسالت کی شہادت نہ دے یا کل یا بعض احکام شریعت کی پابندی کا اقرار نہ کرے تو "لا اله الا الله" کہنے کے باوجود کافر اور واجب القتل ہے)"۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ کافر اگر بت پرست ہو یا دو خداؤں کا ماننے والا ہو (جیسے مجوسی کہ "یزداں" اور "اہرمن"

دو خدا مانتے ہیں) تب تو صرف کلمہ توحید لا اله الا الله پڑھ لینے پر ہی اس کو مسلمان قرار دے دیا جائے اور اس کے بعد تمام احکام شریعت کے ماننے اور اسلام کے سوا تمام مذاہب سے بے تعلقی کا اعلان کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر یہ کافر توحید کا تو قائل ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتا (جیسے یہودی یا نصرانی) تو جب تک "محمد رسول الله" نہ کہے اس کو مسلمان نہ قرار دیا جائے گا اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد ﷺ رسول تو ہیں مگر صرف اہل عرب کے لئے ہیں تو اس کے مسلمان قرار دینے کے لئے "رسول اللہ" کے ساتھ "الی جمیع الخلق" (تمام مخلوق کے لئے) کا اضافہ بھی ضروری ہے اور اگر کسی فرض شرعی کا انکار کرنے یا حرام کو حلال سمجھ لینے کی وجہ سے اس کو کافر قرار دیا گیا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کے لئے اپنے اس عقیدہ سے تائب ہونے کا اعلان کرنا بھی ضروری ہے۔"

حافظ رحمہ اللہ فتح الباری ج ۱۲ ص: ۲۴۸ میں فرماتے ہیں:

"علامہ بغوی رحمہ اللہ کے بیان میں "یجبر" کے لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ التزام احکام شرعیہ کا اقرار نہ کرے تو اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے (یعنی اس کو اسی حالت پر نہ چھوڑا جائے گا بلکہ اقرار نہ کرنے سے مرتد قرار دے کر اس کو قتل کر دیا جائے گا) علامہ قفال نے اس کی تصریح کی ہے۔"

خوارج کے بارے میں امام غزالی رحمہ اللہ کی تحقیق:

حافظ رحمہ اللہ فتح الباری ص: ۲۵۲ پر باب "قتل الخوارج" کے ذیل میں خوارج کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کا حال تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"امام غزالی رحمہ اللہ "وسیط" میں دوسرے علماء اسلام کا اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکم خوارج کے سلسلہ میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان پر مرتد کا حکم لگایا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان قرار دیا جائے امام رافعی رحمہ اللہ نے اول صورت کو ترجیح دی ہے ... مگر یہ ارتداد کا حکم ہر خارجی پر نہیں لگایا جا سکتا، اس لئے کہ خارجیوں کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ وہ ہے جو حکومت سے بغاوت بھی کرتا ہے اور اپنے باطل عقائد کے ماننے پر بھی لوگوں کو مجبور کرتا ہے، یہ وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے (اور یقیناً کافر ہیں) دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے عقائد کے ماننے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ حکومت حاصل کرنے کے لئے موجودہ حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے پھر اس دوسرے گروہ کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جماعت جن کی بغاوت کا محرک دین کی حمایت و صیانت اور خلق اللہ کو ظالم حکمرانوں کے جور و ستم سے نجات دلانے اور سنت رسول اللہ کو قائم کرنے کا جذبہ ہے، یہ حضرات اہل حق ہیں، انہی میں شہید کربلا حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور "حرہ" (مدینہ) میں (مروانیوں سے جنگ

کرنے والے اہل مدینہ اور (حجاج سے جنگ کرنے والے) "قراء" داخل ہیں (ان کو) کافر ومرتد نہیں کہا جاسکتا یہ تو غازی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں) اور تیسری قسم وہ جماعت ہے جو صرف ملک گیری کے جذبہ کے تحت (حکومت وقت سے) بغاوت کرتی ہے خواہ دینی مذہبی گمراہی ان میں پائی جائے خواہ نہیں، یہ محض باغی ہیں، کتاب المحن میں ان شاء اللہ ان کا حکم بیان کیا جائے گا۔"

اجماع امت کا مخالف کافر اور دین سے خارج ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنے کے لئے کہ وہ فرائض واحکام شرعیہ جن کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر ومرتد ہو جاتا ہے ان کا "متواتر" ہونا ضروری نہیں، بلکہ "مجمع علیہ" عقائد واعمال کا منکر بھی کافر ومرتد ہے فتح الباری ج:۱۲ ص:۱۷۷ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث "لا یحل دم امرئ مسلم... الخ" کے ذیل میں "التارك لدینه المفارق للجماعة" کی شرح کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "المفارق للجماعة" سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اجماع امت کا مخالف ہو، اس صورت میں اس سے وہ لوگ استدلال کریں گے جو اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ استدلال منسوب بھی ہے لیکن یہ استدلال کچھ واضح نہیں، اس لئے کہ بعض اجماعی مسائل تو بطور "تواتر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، مثلاً نماز کا فرض ہونا، لیکن بعض اجماعی مسائل از روئے سند "متواتر" نہیں ہوتے، قسم اول کا منکر تو بے شک کافر ہے اس لئے کہ وہ ایک امر متواتر کا منکر ہے، اس لئے کہ اجماع امت کا مخالف ہے، لیکن قسم دوم کا منکر کافر نہ ہوگا (اس لئے کہ وہ کسی امر متواتر کا منکر نہیں ہے) چنانچہ ہمارے استاذ (حافظ عراقی) رحمہ اللہ "شرح ترمذی" میں فرماتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ منکر اجماع کو صرف اس صورت میں کافر کہا جائے گا جبکہ وہ کسی ایسے امر اجماعی کا انکار کرے جس کا وجوب قطعی طور پر دین سے ثابت ہو، مثلاً صلوات خمسہ کا منکر۔"

بعض علماء نے اس سے زیادہ وسیع تعبیر اختیار کی ہے اور کہا ہے کہ جس امر اجماعی کا "وجوب" تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے۔ حدوث عالم کا عقیدہ بھی اسی میں داخل ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ علماء دین نے عالم کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھنے والے کے کفر پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔"

شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس مقام پر (مسئلہ حدوث عالم کے باب میں) بعض ایسے بزرگوں کے قدم پھسل گئے ہیں جو علوم عقلیہ میں مہارت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ فلسفہ یونان کی طرف مائل

ہیں، ان کا خیال ہے کہ جو حدوث عالم کا منکر ہو اس کو کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ اس میں صرف "اجماع" کی مخالفت ہے اور اہل حق کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "اجماع کا مخالف مطلقاً کافر نہیں بلکہ جو اجماعی مسائل بطور تواتر صاحب شریعت سے ثابت ہوں صرف ان کا مخالف کافر ہوتا ہے۔" (اور حدوث عالم ان کے خیال میں صاحب شریعت سے بطور تواتر ثابت نہیں ہے) شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ استدلال ساقط اور ناقابل التفات ہے، یا بصیرت ایمانی سے محرومی اس کا محرک ہے، یا جان بوجھ کر حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا اس کا باعث ہے، اس لئے کہ حدوث عالم ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر امت کا اجماع بھی ہے اور از روئے سند متواتر بھی ہے (لہٰذا اس کا منکر یقیناً کافر ہے)۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ص:۱۸۰ پر اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ:

"اجماع کا مخالف "مفارق للجماعة" میں داخل (اور کافر) ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے جو امور منقح ہوتے ہیں ان کا بیان

اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ان پر تنبیہ اور دوسرے مآخذ سے مزید تائید

اوّل: خوارج وملحدین کی تکفیر کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے: امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "خوارج" کے ان بعض فرقوں کی تکفیر کی جانب مائل ہیں جو مستحق تکفیر ہیں، چنانچہ وہ اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں اس کی تصریح کرتے ہیں، منکر حق کو منوانے اور توبہ کرانے کے بعد (بھی اگر وہ باز نہ آئیں تو) ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے ہیں اور یہ سے منوانا بھی واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ ان کو حق کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا جائے، یعنی انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ کسی منکر حق کے دل میں اس طرح یقین وایمان پیدا کر دے اور حق کو دل میں اتار دے کہ اس کے بعد بس عناد اور سینہ زوری کے علاوہ اور کوئی مرتبہ باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ان کج عقل والوں کا زعم ہے جو ائمہ دین کے اقوال وکتب کے علم سے محروم ہیں اور انہوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد صرف اس زمانہ میں رائج آزادیٔ فکر وعقل پر رکھی ہے (یعنی ان کے نزدیک حق وباطل کا معیار عقل انسانی ہے جس کو انسانی عقل حق کہے وہ حق ہے اور جس کو باطل کہے وہ باطل اور آزادیٔ فکر ورائے کی بناء پر کوئی کسی کا پابند نہیں اور نہ کوئی کسی کو اسلام سے خارج وکافر قرار دے سکتا ہے، ان لوگوں کے نزدیک کسی منکر حق کو جب تک وہ خود قائل نہ ہو جائے اسلام سے خارج وکافر اور مستحق سزا قرار دینا درست نہیں) چنانچہ مرتد کے بارے میں علماء مذاہب اربعہ کا فیصلہ بھی ہے کہ مرتد سے توبہ کرائی جائے، اس کے شبہات کا

● [illegible]

ازالہ ہو جائے اور کیا جائے، یعنی اس کے سامنے ایسے دلائل بیان کئے جائیں جو اس کے شبہ کو دور کرنے کے لئے کافی ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی خواہی نخواہی اس کے دل میں حق کا یقین اتار دے اور اس کو ماننے پر مجبور کر دے، اس کے بعد بھی اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو کفر کی بناء پر قتل کر دیا جائے۔

شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ "مسایرہ" میں ص: ۲۰۸ طبع جدید مصر میں ایسے امر قطعی کے انکار کے بارے میں جو ضروری (متواتر) نہ ہو فرماتے ہیں:

"منکر پر اہل علم اس منکر کو سمجھائیں اور بتلائیں کہ یہ قطعی (یقینی) امر ہے اس پر بھی اگر وہ انکار پر اڑا رہے تو اس کو کافر قرار دے کر قتل کر دینا جائز ہے۔"

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الجمع والفرق" میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور "البحر الرائق" میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول "فرقہ جاہلہ" کی تعلیم کے ذیل میں اور "فتاوی ہندیہ" (عالمگیری) میں ج ۲ ص ۲۶۳ پر کتاب "المحیط" سے نماز کے متعلق جو قول نقل کیا ہے، ان تمام اقوال سے بھی یہی ثابت ہے کہ مخالف کے سامنے دلائل بیان کر دینا اور اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر دینا کافی ہے، اس کے دل میں حق کو اتار دینا اور منوا دینا ضروری نہیں کہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے۔

اب آپ "صحیح بخاری" کے تراجم دیکھئے اور دیکھئے کہ ہم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جس رجحان کا ذکر کیا ہے (وہ کس طرح ظاہر وثابت ہے) "صحیح بخاری" میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**باب قتل الخوارج والملحدين بعد اقامة الحجة عليهم وقوله تعالى، وما كان الله ليضل قوما بعد اذ هداهم حتى يبين لهم ما يتقون**" (ج ۲ ص ۱۰۲۳)

ترجمہ: "خارجیوں اور ملحدوں پر حجت قائم کر دینے کے بعد ان کے قتل کر دینے کا بیان اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے اس کا ثبوت اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ کسی قوم کو وہ ہدایت کر دینے (اور راہ حق دکھا دینے) کے بعد گمراہ کر دے، یہاں تک کہ ان پر وہ طریقے واضح فرما دے جن سے وہ (گمراہی سے) بچ سکیں۔"

اس کے بعد وہ دوسرا باب ان "اعذار" کو بیان کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں جن کی بناء پر ان لوگوں کے قتل کو ترک کیا گیا، جہاں بھی ترک کیا گیا اور فرماتے ہیں:

"**باب من ترك قتال الخوارج للتالف وان لا ينفر الناس منه**" (ج ۲ ص ۱۰۲۳)

ترجمہ: "خوارج سے جنگ ترک کرنے کا بیان تالیف قلب کی غرض سے اور اس لئے کہ لوگ اسلام سے نفرت نہ کرنے لگیں۔"

اس کے بعد تیسرا باب ص: ۱۰۲۵ پر "تاویل" پر قائم کرتے ہیں (کہ کون سی تاویل معتبر اور موثر

ہے اور ان ہی تحتیں (فرماتے ہیں:

"باب ما جاء فی المتاولین" (تاویل کرنے والوں کا بیان)

واضح ہو کہ اس تاویل سے "خوارج" کی تاویلوں جیسے تاویلیں کرنے والے مراد نہیں ہیں اس لئے کہ "خوارج" کے متعلق تو باب پہلے قائم ہی کر چکے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خوارج متأولین میں داخل ہی نہیں اور ان کی تاویل معتبر نہیں۔ یعنی ان کو کفر اور قتل سے نہیں بچا سکتی) ملک صاحب "فتح الباری" کے الفاظ میں: "ان سے وہ تاویلیں مراد ہیں جن کی کلام اہل عرب میں گنجائش ہو اور اس سے علم دین ان کے لئے جواز و صحت موجود ہو۔" (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۰)

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام زکریا انصاری "تحفۃ الباری" شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"ولا خلاف ان المتاول معذور بتاویله اذا کان تأویله سائغا."

ترجمہ: "اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تاویل کرنے والا اپنی تاویل کی وجہ سے معذور (اور جاہل) سمجھا جائے گا، بشرطیکہ کلام عرب میں اس تاویل کی گنجائش ہو۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے مطلق تاویل (چاہے کلام عرب میں اس کی گنجائش ہو، چاہے نہ ہو) مراد نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ محض تاویل (خواہ کیسی ہی ہو) متأول کو قتل سے نہیں بچا سکتی بلکہ کفر سے بھی نہیں بچا سکتی (جیسا کہ حکم خوارج سے ظاہر ہے)۔

ثانی: کسی بھی قطعی امر کا انکار کفر ہے، اگرچہ منکر اس کے قطعی ہونے کو نہ بھی جانتا ہو۔ کسی بھی قطعی (یقینی) امر کا انکار کفر ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ اس کے قطعی ہونے کو جانتا ہو پھر انکار کرے اور تب ایک قطعی امر کا (جان بوجھ کر) انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جیسا کہ بعض وہم پرستوں کا توہم ہے بلکہ اس امر کا فی الواقع قطعی ہونا شرط ہے (خواہ منکر کو اس کا علم ہو یا نہ ہو) ایسے واقعی امر قطعی کا جو شخص بھی انکار کرے گا (کافر ہو جائے گا) اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اگر توبہ کر لی تو فبہا ورنہ کفر کی بنا پر اس کو قتل کر دیا جائے گا اور بقول شاعر

ولیس وراء الله للمرء مذهب!

ترجمہ: "انسان کے لئے اللہ (پر ایمان لانے اور اس) سے ڈرنے کے سوا کوئی راہ نہیں۔"

(ایک کافر و مرتد کے لئے بھی توبہ کے سوا اور کوئی راہ (نجات) نہیں) یہ تنقیح شیخ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے بیان سے بھی جس کو حافظ رحمہ اللہ نے ج ۱۲ ص ۲۶۷ پر نقل کیا ہے، مستنبط ہوتی ہے۔

ثالث: کسی اہل قبلہ کے اسلام سے خارج اور کافر ہونے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد ضروری نہیں... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا بیان ان لوگوں کے قول کی بھی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ: "اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے بعد کسی اہل قبلہ مسلمان کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ خود جان بوجھ کر اسلام سے نکلنے (اور مذہب تبدیل کرنے) کا ارادہ نہ کرے۔"

یہ تنقیح حافظ رحمہ اللہ کے ج ۱۲ ص ۲۶۷ پر نقل کردہ طبری رحمہ اللہ کے بیان سے نیز قرطبی رحمہ اللہ کے بیان کے آخری حصہ سے بھی نکلتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکورہ ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ "الصارم المسلول" کے ص ۳۶۸ پر (مرتد کی توبہ کے معتبر نہ ہونے کے ذیل میں) فرماتے ہیں

"غرض یہاں یہ ہے کہ جیسے ارتداد سب و شتم کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے اسی طرح تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کے بغیر بھی متحقق ہو جاتا ہے (یعنی کسی بھی موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب انسان کے مرتد ہو جانے کے لئے کافی ہے، قصد و ارادہ کا مطلق دخل نہیں) جیسے کہ ابلیس "انکار ربوبیت" کا قصد کئے بغیر (محض حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار و استکبار کی وجہ سے) کافر ہو گیا (حالانکہ "یا رب" کہہ رہا ہے) اگرچہ اس قصد (تبدیل مذہب و ارادہ تکذیب رسول) کا نہ ہونا اس شخص کے لئے ایسا ہی مفید نہیں جیسا کہ کلمۂ کفر کہنے والے کے قصد کفر کا نہ ہونا مفید نہیں (یعنی جیسے کلمۂ کفر کا زبان سے کہنا ہی موجب کفر ہے، خواہ کہنے والا کافر ہونے اور مذہب تبدیل کرنے کا قصد و ارادہ کرے یا نہ کرے، ایسے ہی محض زبان سے موجب ارتداد کلمہ کا کہنا ہی مرتد ہونے کے لئے کافی ہے، تبدیل مذہب کے قصد اور تکذیب رسول کے ارادہ کی نہ ضرورت ہے نہ کوئی فائدہ)۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"(علاوہ ازیں) اس شخص نے (موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب کرکے) محض اعتقاد کی تبدیلی کا اظہار نہیں کیا کہ دوبارہ اس عقیدہ کی جانب رجوع کر لینے (اور توبہ کرنے) سے اس کی جان و مال محفوظ ہو جائے اور پاداش ارتداد یعنی قتل سے بچ جائے) بلکہ یہ توہین دین اور ایذاء مسلمین کا مرتکب ہوا ہے (اس کی سزا اس کو ضرور دی جائے گی) اور یہ قول (یعنی زبان سے کلمۂ ارتداد کہنا) تغیر اعتقاد کے لئے لازم بھی تو نہیں (ہو سکتا ہے کہ اعتقاد نہ بدلا ہو اور محض ایذاء مسلمین کے لئے یہ کلمہ کہا ہو) تا آنکہ اعتقاد بدل جائے اور وہ زبان سے اظہار نہ کرے) تاکہ اس قول (کلمۂ ارتداد) کا حکم تغیر اعتقاد کے حکم کی مانند ہو جائے (اور توبہ قبول کر لی جائے اور حقیقت موجب ارتداد قول یا فعل کا ارتکاب ہی جائے

خود ارتداد اور اس کی پاداش میں قتل کا موجب ہے، اعتقاد کی تبدیلی کا اس میں کچھ دخل نہیں)۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"اور اس جہت سے کہ اس شخص کے متعلق یہ گمان کیا جاسکتا ہے یا کہا جاسکتا ہے کہ "وہ دین پر برقرار ہونے کے باوجود ایسا کلمہ زبان سے نکل جاتا ہے" تو پھر ایسے شخص سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا ارادہ نہ کرے (تو اس کو بھی مرتد اور واجب القتل نہ کہنا چاہئے) اور ظاہر ہے کہ اس کا فساد قصداً تبدیل مذہب کے فساد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تبدیل مذہب کو تو وہ جانتا ہے کہ یہ کفر ہے، لہٰذا کفر کے نتائج بد اس کو تبدیل مذہب سے باز رکھیں گے اور اس (زبان سے کلمۂ کفر وارتداد کہنے) کو وہ اس وقت تک کفر (وارتداد) نہیں کہتا جب تک علانیہ جان کر مرتد نہ ہو، بلکہ اس کو وہ صرف معصیت سمجھتا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑا کفر ہے (حاصل یہ ہے کہ اگر زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے والے کی تکفیر و حکم ارتداد لگانے میں تبدیلی مذہب کے قصد و ارادہ کی شرط کو معتبر مان لیا جائے گا تو ایک عظیم تر کفر یعنی توہین دین وایذاء مسلمین کا دروازہ کھل جائے گا اور زبان سے کلمہ ارتداد و کفر کہنے کا خوف دلوں سے نکل جائے گا)۔"

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس تحقیق کو نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہٗ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس فیصلہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "مروق" کا مطلب یہی ہے کہ وہ دین سے نکل جائیں گے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، اس لفظ کے لغوی معنی کا تقاضا اور حق بھی یہی ہے (یعنی "مروق" اور "خروج" میں فرق ہی یہ ہے کہ "مروق" ایسے نکل جانے کو کہتے ہیں کہ نکلنے کا احساس نہ ہو اور نکل جائے، بخلاف "خروج" کے کہ اس میں یہ شرط معتبر نہیں ہے لہٰذا حضور ﷺ کا "خروج" کے بجائے "مروق" سے تعبیر کرنے میں اسی کی جانب اشارہ ہے کہ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہم دین سے خارج ہو گئے، چنانچہ "مروق سہم" کی تمثیل اور اس کی تفصیل بھی اسی امر کی نشاندہی کرتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ دین سے نکل جانے اور کافر ہو جانے کے لئے تبدیل مذہب کا قصد یا اس کا علم ہونا ضروری نہیں ہے)

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

اور جو لوگ تکفیر میں قصد و ارادہ کا اعتبار کرنے کے قائل ہیں، ممکن ہے وہ اس کے بھی قائل ہوں کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اگر معاند نہ ہوں تو ہلاک (یعنی مخلد فی النار) نہ ہوں گے، (اس لئے کہ وہ اسلام کی تکذیب کا قصد نہیں کرتے) چنانچہ بعض علماء کی جانب یہ قول منسوب بھی ہے، حالانکہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "یہ قول سراسر کفر ہے۔" جیسا کہ

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں ذکر فرماتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (قصد و ارادہ کا اعتبار کرنے والے) قائل کی دلیل اگر بالفرض ثابت ہو جائے تو یقیناً عام ہوگی اور ان تمام لوگوں کو شامل ہوگی جو معاند نہ ہوں، خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم (حالانکہ یہ قطعاً غلط اور باطل ہے اس لئے کہ غیر مسلم خواہ معاند ہو خواہ نہ ہو، یقیناً کافر اور مخلد فی النار ہے، جیسا کہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا کلمۂ کفر کہنے والے کی تکفیر میں قصد و ارادہ کا اعتبار کرنا سراسر غلط ہے۔

دلیل خامس: تکفیر خوارج کے متعلق مصنف رحمہ اللہ کا فیصلہ اور "خوارج" کا مصداق:

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حافظ رحمہ اللہ کا ان لوگوں کے دلائل کا جواب دینا جو خوارج کی تکفیر کے قائل نہیں ہیں اور اس کے بعد خود ان کو دو قسموں پر تقسیم کرنا، ایک وہ جو کافر ہیں اور ایک وہ جو کافر نہیں ہیں اور "وسیط" سے امام غزالی رحمہ اللہ کا بیان اس کی تائید میں نقل کرنا ثابت کرتا ہے کہ اگر چہ وہ مطلقاً تکفیر خوارج کے قائل نہ بھی ہوں تب بھی وہ عدم تکفیر کے دلائل کا جواب دیتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ دلائل عدم تکفیر کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں)۔

مصنف رحمہ اللہ خود فیصلہ کرتے ہیں:

حق یہ ہے کہ جو لوگ کسی امر متواتر کا انکار کریں ان کی تکفیر کی جائے گی اور جو کسی امر متواتر کا انکار نہ کریں ان کو کافر نہ کہا جائے گا، نیز یہ بھی حق ہے کہ "یمرقون" والی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فرقہ مارقہ (دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جانے والا فرقہ) ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہے ● اس (تکفیر خوارج کے) مسئلہ میں صریح تر روایت جو مجھے ملی ہے وہ "سنن ابن ماجہ" کی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں یہ تصریح ہے:

قد كان هؤلاء مسلمين فصاروا كفارا۔ ترجمہ: (یہ لوگ مسلمان تھے اس کے بعد کافر ہو گئے)۔

راوی کہتا ہے: "میں نے کہا: اے ابو امامہ یہ تمہاری اپنی رائے ہے؟" ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔"

حافظ محمد ابراہیم یمانی "ایثار الحق" میں ص: ۴۴۱ پر فرماتے ہیں: "اس حدیث کی سند صحیح ہے۔" امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو مختصراً روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ اور ابن عابدین رحمہ اللہ (علامہ شامی) وغیرہ بعض فقہاء نے ج ۱ ص: ۵۴۴ پر مسئلہ امامت کے ذیل میں خوارج

● مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل آیات کے تحت "موضح القرآن" کی مراجعت کیجئے "هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان" "والله لقد قالوا كلمة الكفر وكفروا بعد اسلامهم" "لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم" "ويحلفون بالله انهم لمنكم" ملخصاً از مصنف

کی تکفیر ان لوگوں سے کی ہے جو اہل سنت کے عقائد سے خارج اور منکر ہیں (اور ان میں معتزلہ، شیعہ وغیرہ تمام فرق باطلہ کو شامل قرار دیا ہے)۔

"خوارج کے مصداق کی تعمیم کو ثابت کرتے ہوئے حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں

نسائی رحمہ اللہ نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (صدقہ کا) کچھ مال آیا، آپ ﷺ نے اس کو تقسیم فرمادیا، اس کے بعد (ابن ذی الخویصرہ کے اعتراض کرنے پر) حضور ﷺ نے فرمایا: "آخر زمانہ میں ایک قوم نمودار ہوگی (اس شخص کے قول وعمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ) گویا یہ شخص بھی انہیں میں سے ہے جو قرآن پڑھتے ہوں گے، مگر قرآن (صرف ان کی زبانوں پر ہوگا، ان کے حلقوم سے تجاوز نہ کرے گا (یعنی دل اس کے معانی ومطالب سے نا آشنا ہوں گے)۔" آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ لوگ ہمیشہ نمودار ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص مسیح دجال کے ساتھ نمودار (اور اس کا ہم نوا) ہوگا۔" (اس روایت سے خوارج کا کفر بھی ثابت ہوتا ہے اور ان کی تعمیم بھی ہوتی ہے کہ "وہ غیر محسوس طریق پر اسلام سے خارج ہو جائیں گے، ان کی زبانوں پر قرآن کی آیات ہوں گی مگر دل تعلیمات قرآن سے کورے ہوں گے۔" لہٰذا جس طرح خوارج کافر اور دین سے خارج ہیں، ایسے ہی جو بھی افراد یا فرقے ان صفات کے ساتھ متصف ہوں وہ کافر اور دین سے خارج ہیں نیز یہ کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ دجال کے طرفدار بھی یہی لوگ ہوں گے)۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الصارم المسلول" میں ص ۱۷۷ تا ۱۸۷ پر "سترہویں حدیث" کے ذیل میں خوارج کے کافر ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اور وہاں ان تمام دلائل واعتراضات کے جوابات دیئے ہیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوتے ہیں، نیز "پندرہویں حدیث" کا بھی جواب دیا ہے (دیکھئے "الصارم" صفحہ مذکور)

نیز فرماتے ہیں کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے شواہد "کنز العمال" ج ۶ ص ۶۸ میں، اور "مستدرک حاکم" ج ۲ ص ۱۴۸ میں موجود ہیں۔

سادس: خوارج کی طرح اس زمانہ کے ملحدین کی تکفیر بھی غیر مسلموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے۔ "مشرکین کی بہ نسبت خوارج کے ساتھ جنگ کرنا زیادہ اہم اور ضروری ہے۔" یہ ابن ہبیرہ رحمہ اللہ کا بیان ہے، فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بالکل اسی طرح اس زمانہ میں معاندوں (اسلام کے کھلے دشمنوں یعنی غیر مسلموں) کی بہ نسبت ملحدوں اور باطل تاویلیں کرنے والوں کی تکفیر زیادہ اہم اور ضروری ہے، اس لئے کہ مؤول کی تاویل کو تو لوگ عین دین قرار دے لیتے ہیں، جیسا کہ اس لعین (دجال قادیان) کے

دجال نے اس کی باطل تاویلوں کو ہی دین سمجھ رکھا ہے (اور "مرزائیت" اس کا نام ہے) بخلاف اس دشمن اسلام شخص کے جو علانیہ اور بالقصد اسلام کا مخالف اور دشمن ہے (کہ اس کو سب دین کا مخالف اور دشمن جانتے ہیں اور اس کی کسی بات کو دین نہیں سمجھتے اس لئے ان سے دین کو اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا نقصان ان بے دینوں سے پہنچتا ہے)۔

ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ۱۰- بخاری رحمہ اللہ اس سے قبل ج ۲ ص ۱۰۲۳ پر بعض ضروریات دین کا انکار اور اس کے موجب ارتداد ہونے پر باب قائم کر چکے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ"

ترجمہ: ان لوگوں کے قتل سے متعلق باب جو ضروریات دین کے ماننے سے انکار کریں اور ان کا ارتداد کی جانب منسوب یعنی مرتد ہونا۔"

اور اس باب کے ذیل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی حدیث بیان کی ہے جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کی تھی (اور کہا تھا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے) مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو "مرتد" قرار دیا، حالانکہ وہ بھی تاویل کرتے تھے (کہ زکوٰۃ لینے کا حکم تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا اور "خذ من اموالہم صدقۃ" الآیۃ سے استدلال کرتے تھے)۔ پس ثابت ہوا کہ ضروریات دین میں تاویل کرنا کفر سے نہیں بچا سکتا اور زیادہ سے زیادہ اس میں یہ گنجائش نکل سکتی ہے، وہ یہ کہ ان کو (جاہل اور) معذور قرار دیا جائے (اور اس گمراہی کی حقیقت ان پر واضح کی جائے) اور توبہ پر راضی ہو جائیں، اگر توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

توبہ کرانا، جبر واکراہ مذموم نہیں ہے واضح ہو کہ یہ توبہ کرانا وہ جبر واکراہ نہیں ہے جو عقلاً وشرعاً مذموم ہے، بلکہ یہ تو اس حق کے قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے جس کا حق ہونا اظہر من الشمس ہو، لہٰذا یہ سراسر خیر خواہی وارشاد اور عدل وصواب اور خیر محض ہے (جیسے ایک بیمار کو زبردستی دوا پلانا اور پرہیز کرانا کہ یہ عین صواب اور سراسر خیر خواہی ہے) اسی طرح حق کے قبول کرنے پر کسی کو مجبور کرنا سراسر حق پرستی اور خیر خواہی ہے، جبر واکراہ مذموم وہ ہوتا ہے جو ناحق اور بدی پر ہو (جیسے کوئی کسی کو کفر وشرک یا بدکاری پر مجبور کرے)۔

قاضی ابو بکر بن العربی رحمہ اللہ تفسیر "احکام القرآن" کے اندر "لا اکراہ فی الدین" کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"المسئلۃ الثانیۃ: قولہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین عموم فی نفی اکراہ

الباطل فاما الاکراہ بالحق فانہ من الدین وھل یقتل الکافر الا علی الدین؟ قال رسول اللہ ﷺ "امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ" وھو ماخوذ من قولہ تعالی وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ"

ترجمہ: "دوسرا مسئلہ "لا اکراہ فی الدین" کا مصداق ہر وہ اکراہ ہے جو امر باطل پر ہو، باقی حق کے قبول کرنے پر اکراہ تو عین دین ہے، آخر کافر کو دین (کے قبول نہ کرنے) پر ہی قتل کیا جاتا ہے، خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں (اور دین میں داخل ہو جائیں)۔" اور حضور ﷺ کے اس قول (حدیث) کا ماخذ اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ تم کافروں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے اور اطاعت صرف اللہ تعالی کی ہو جائے۔"

سورۃ الممتحنہ کی تفسیر میں پھر اس تحقیق کا اعادہ کرتے ہیں اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

"فی الصحیح عن النبی ﷺ عجب ربکم من قوم یقادون الی الجنة فی السلاسل"

ترجمہ: "صحیح حدیث (قدسی) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتا ہے جو زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لائے جاتے ہیں (یعنی اللہ تعالی زبردستی ان سے ایسے کام کرا لیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ جنت میں جا پہنچتے ہیں)۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

تحقیق یہ ہے کہ اس حق کے قبول کرنے پر مجبور کرنا جس کا حق ہونا بدیہی ہو، اکراہ ہے ہی نہیں۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی "روح المعانی" میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ج ۳ ص ۱۲)

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: اکثر و بیشتر یہی (مذکورہ بالا) شبہات اس مسئلہ (تکفیر) پر غور کرنے والوں کی راہ میں حائل ہوا کرتے ہیں، اگرچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تحقیقات نے ان کی بیخ کنی کر دی ہے اور ان کا تار پود بکھیر دیا ہے، مگر تن آسان پسند لوگ بھلا کب مانتے ہیں؟ وہ تو اپنے ہی خیالی گھوڑے دوڑاتے رہیں گے اور فریب نفس کی بھول بھلیاں اور تمناؤں کی وادیوں میں سرگرداں رہیں گے، ہدایت بخشنے والا تو اللہ تعالی ہی ہے اور جس کو خدا ہی ہدایت سے محروم کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منکرین تو نور الہی کا چراغ بجھا دینا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالی تو اپنے نور (دین حق) کو کامل کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیقوں کے بارے میں ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مثلاً امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ کے اقوال اور ان کی آراء

کفریہ عقائد رکھنے والے زندیق مستحق قتل ہیں، ان کی توبہ بھی معتبر نہیں

حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں

۱۔ ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۵۳ پر اور حافظ بدر الدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" میں ج ۱۱ ص ۲۳۲ پر امام طحاوی رحمہ اللہ سے بسند سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن ابی یوسف، ایک روایت نقل کرتے ہیں، جس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے "نوادر" کے ذیل میں اپنی "امالی" میں بھی شامل کیا ہے، قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: چھپے ہوئے زندیق کو (جو اپنے کفر کو چھپاتا ہے) قتل کر دو، اس لئے کہ اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا (اس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں)۔"

۲۔ ابو مصعب رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"کوئی مسلمان جب جادوگری کا پیشہ اختیار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس سے توبہ بھی نہ کرائی جائے، اس لئے کہ مسلمان جب باطنی طور پر مرتد ہو جائے (جس کا ثبوت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عمل سحر ہے) تو زبان سے اسلام کا اظہار کرنے سے اس کی توبہ کا پتہ نہیں چل سکتا۔" (احکام القرآن ج۱ ص۱۷)

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرتد کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا یہی فیصلہ (کہ مرتد کی توبہ معتبر نہیں) "موطا" میں "باب القضاء فی من ارتد عن الاسلام" میں بھی مذکور ہے۔

۳۔ ابوبکر رازی رحمہ اللہ "احکام القرآن" (ص ۵۴ پر) فرماتے ہیں:

"زندیق کی توبہ نہ قبول کرنے کے بارے میں ائمہ دین کے فیصلہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام زندیقوں کی طرح فرقہ اسماعیلیہ اور ان تمام ملحدین کے فرقوں سے بھی توبہ نہ کرائی جائے جن کا اعتقاد کفر سب کو معلوم و معروف ہے اور یہ کہ اظہار توبہ کے باوجود ان کو قتل کر دیا جائے۔"

ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۲۸۶، ۲۸۸ پر اس مسئلہ کو ازروئے روایت

وہ روایت اس سے بھی زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

ایسے زندیقوں کے پیچھے نماز جائز ہے، نہ ان کی شہادت مقبول ہے، نہ ان کا احترام کرنا درست ہے اور نہ سلام و کلام کرنا صحیح ہے، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے، نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے

استاذ ابو منصور بغدادی رحمہ اللہ "الفرق بین الفرق" کے ص ۱۵۲ پر فرماتے ہیں

"ہشام بن عبید اللہ رازی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ "جس شخص نے کسی معتزلی کے پیچھے نماز پڑھ لی، اسے اپنی نماز لوٹانی چاہیے۔ انہی ہشام نے بروایت یحییٰ بن اکثم قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے معتزلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "وہ تو زندیق ہیں"۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی "کتاب القیاس" میں معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے سے رجوع کیا ہے (یعنی اس سے قبل امام شافعی رحمہ اللہ مطلقاً گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کرنے کا فتویٰ دے چکے تھے مگر "کتاب القیاس" میں اس سے رجوع کیا ہے، امام شافعی کا مفصل بیان آگے آتا ہے)۔ امام مالک رحمہ اللہ اور فقہاء مدینہ کا قول بھی یہی ہے (کہ گمراہ فرقوں کی شہادت قبول کی جائے)۔ استاذ ابو منصور فرماتے ہیں

"پھر ائمہ اسلام کا قدریہ (معتزلہ) کو کافر کہنے کے باوجود ان کے احترام میں سواری سے اترنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ذہبی رحمہ اللہ نے "کتاب العلو" کے اندر بھی یہی لکھا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ "کتاب الام" ج ۶: ص ۲۱۰ میں اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کی شہادت قبول کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں کسی ایسے تاویل کرنے والے کی شہادت کو رد نہیں کرتا جس کی تاویل کے لئے گنجائش موجود ہو۔"

"الیواقیت" میں شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ ان گمراہ فرقوں کی شہادت کے متعلق فرمایا ہے جن کی تاویل کے لئے (از روئے شریعت) گنجائش موجود ہو۔

"الفرق بین الفرق" میں ص ۳۵۱ پر استاذ ابو منصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"ہشام بن عبید اللہ رازی رحمہ اللہ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا

جس شخص نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو، اس کو نماز لوٹانی چاہیے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تو امام محمد رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے، اعادہ کے متعلق باقی "فتح القدیر" باب "الامامۃ" کے ذیل میں خود امام محمد رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور وصیت۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "الفرق بین الفرق" میں ص ۱۵ پر اور "عقیدہ سفارینی" میں ج ۱: ص ۲۵۶ پر مذکور ہے کہ

"متاخرین صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن میں عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، عقبہ بن عامر جہنی رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں اور ان کے ہم عصروں نے اہل اہواء (گمراہ فرقوں) سے اپنی بیزاری اور بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اور آنے والی نسلوں کو وصیت کی ہے کہ قدریہ (معتزلہ) کو نہ سلام کریں، نہ ان کے جنازوں پر نماز پڑھیں اور نہ ان کے بیماروں کی عیادت کریں (اس لئے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج اور کافر ہیں)"۔

فرماتے ہیں: اس کے بعد مصنف "الفرق" نے تفصیل کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مرفوع روایات نقل کی ہیں۔

کسی بھی حکم شرعی کا انکار "لا الہ الا اللہ" کی تردید ہے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سیر کبیر" ج ۴: ص ۲۶۵ پر امام محمد رحمہ اللہ کا قول منقول ہے کہ:

"جو شخص کسی بھی (قطعی) حکم شرعی کا انکار کرتا ہے وہ اپنی زبان سے کہے ہوئے قول "لا الہ الا اللہ" کی تردید کرتا ہے"

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں فرماتے ہیں:

میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ نے کہا:

"ابلغ ابا فلان المشرک فانی بریء من دینہ وکان یقول القرآن مخلوق."

ترجمہ۔ "تم ابو فلاں مشرک کو میرا پیغام پہنچا دو کہ اس کے دین سے میرا کوئی تعلق نہیں میں اس سے بالکل بری ہوں، یہ ابو فلاں قرآن کو مخلوق مانتا تھا۔"

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔"

علی بن عبد اللہ بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"القرآن کلام اللہ من قال انہ مخلوق فہو کافر لا یصلی خلفہ."

ترجمہ: "قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نظرت فی کلام الیہود والنصاریٰ والمجوس فما رایت اضل فی کفر هم منهم وانی لاستجهل من لایکفر هم الا من لایعرف کفرهم."

ترجمہ: "میں یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کے کلام پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ خلق قرآن کے ماننے والے ان سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں، سوائے اس شخص کے جو ان کے کفر سے واقف نہ ہو، اور جو کوئی بھی ان کو کافر نہیں کہتا، میں اس کو یقیناً جاہل کہتا ہوں۔"

زہیر ختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمعت سلام بن مطیع یقول الجهمیة كفار"

ترجمہ: میں نے سلام بن مطیع رحمہ اللہ سے سنا کہ جہمی (فرقہ والے) کافر ہیں۔"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما ابالی صلیت خلف الجهمی والرافضی ام صلیت خلف الیهود والنصاریٰ ولا یسلم علیهم ولا یعادون ولا یناکحون ولا یشهدون ولا تو کل ذبائحهم"

ترجمہ: میں ایک جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں اور کسی یہودی یا نصرانی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی فرق نہیں سمجھتا (اس لئے کہ یہ دونوں فرقے یہود و نصاریٰ کی طرح کافر ہیں اگرچہ خود کو مسلمان کہیں) نہ ان کو سلام کرنا چاہیے، نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرنی چاہیے نہ ان سے شادی بیاہ کرنا چاہیے، نہ ان کی شہادت قبول کرنی چاہیے، نہ ان کا ذبیحہ کھانا چاہیے۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی پہلی اور دوسری عبارت کتاب "الاسماء والصفات" میں بھی موجود ہے اور دوسری عبارت کو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں بھی نقل کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ذہبی رحمہ اللہ نے "کتاب العلو" میں بسند ذیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت نقل کی ہے:

وقال ابن ابی حاتم الحافظ ثنا احمد بن محمد بن مسلم ثنا علی بن الحسن الكراعی قال قال ابو یوسف. ناظرت ابا حنیفة ستة اشهر فاتفق رأینا علی ان من قال القرآن مخلوق فهو كافر."

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کامل چھ ماہ تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مناظرہ

کیا تب ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق مانتا ہو وہ کافر ہے۔"

اس "کتاب العلو" میں امام محمد رحمہ اللہ کی حسب ذیل روایت بھی موجود ہے، فرماتے ہیں احمد بن القاسم بن عطیہ فرماتے ہیں کہ ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن الحسن سے سنا وہ فرماتے تھے:

"واللہ لا اصلی خلف من یقول القرآن مخلوق ولا استفتی الا امرت بالاعادة."

ترجمہ: "بخدا! میں قرآن کو مخلوق ماننے والے کے پیچھے نماز ہرگز نہیں پڑھوں گا اور اگر مجھ سے استفتاء کیا جائے تو میں نماز کے لوٹانے کا حکم دوں گا۔"

تنبیہ: حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

قرآن کے مخلوق ہونے سے ان ائمہ کرام کی مراد یہ ہے کہ قرآن کو نہ اللہ کی صفت مانا جائے نہ اس کی ذات کے ساتھ قائم، بلکہ خدا سے الگ ایک علیحدہ مخلوق چیز قرار دیا جائے (تو یہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر ہے) اس لئے کہ قرآن یقیناً اللہ کا کلام ہے اور دوسری صفات کی طرح اس کی ایک صفت ہے جو خدا کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور جیسے خدا اور اس کی تمام صفات قدیم اور ازلی و ابدی ہیں، اسی طرح قرآن بھی قدیم اور ازلی و ابدی ہے، ہاں نبی ﷺ پر اس کا نازل ہونا اور آپ ﷺ کا اس کو اپنی زبان سے ادا کرنا بے شک حادث و مخلوق ہے۔ لہٰذا کلام لفظی (یعنی نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور اس کے اجزاء) کا حادث اور مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی متعدد تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ "مسایرہ" میں ص ۲۱۳ پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے (گمراہ فرقہ جہمیہ کے بانی) جہم بن صفوان کو خطاب کرکے فرمایا "اخرج عنی یا کافر" (او کافر تو میرے پاس سے نکل جا)۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "رسالہ تسعینیہ" میں بسند امام محمد رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (کسی موقع پر) فرمایا: "لعن اللہ عمرو بن عبید" (اللہ عمرو بن عبید پر لعنت کرے)۔

شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ "مسایرہ" میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جہم کو کافر (یا ابن عبید کو ملعون) بطور تاویل کہا ہے (یعنی زجر و توبیخ کے طور پر کافر یا ملعون کہہ دیا ہے، نہ یہ کہ امام کے نزدیک جہم اسلام سے خارج اور کافر ہے اسی طرح ابن عبید)۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ شیخ ابن ہمام کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"ہمارے خیال میں یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیسے ممکن ہے کہ امام ایک مسلمان کو کافر کہہ دیں درآنحالیکہ حدیث شریف میں کسی مسلمان کو کافر بنا دینے پر شدید وعید آئی ہے، اس لئے امام کی شان سے یہ قطعاً بعید ہے کہ جہم ان کے نزدیک کافر نہ ہو اور وہ اس کو کافر کہہ دیں۔"

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلیمان رحمہ اللہ سے بسند حارث بن ادریس رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ علیہ کی ایک روایت سنی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"من قال ان القرآن مخلوق فلا تصل خلفه"

ترجمہ "جو قرآن کو مخلوق کہتا ہو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو (وہ مسلمان نہیں ہے)"

نیز امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابراہیم رحمہ اللہ کی کتاب میں محمد بن سابق رحمہ اللہ کی ایک روایت بسند قاسم بن ابی صالح الہمدانی عن محمد بن ایوب الرازی عن محمد بن سابق پڑھی ہے، اس میں محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا: **"اکان ابو حنیفة یقول القرآن مخلوق؟"** (کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے؟) امام ابو یوسف نے فوراً فرمایا **"معاذ الله ولا انا اقوله"** "معاذ اللہ (ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور قرآن کو مخلوق مانیں) اور نہ ہی میں قرآن کو مخلوق مانتا ہوں۔ محمد بن سابق کہتے ہیں کہ میں نے پھر سوال کیا کہ **"اکان یری رای جهم؟"** "کیا ابو حنیفہ رحمہ اللہ جہمی عقائد کے قائل تھے؟" امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا **"معاذ الله ولا انا اقوله"** "معاذ اللہ! (وہ جہم کو کافر کہتے ہیں) اور نہ ہی میں جہمی عقائد کا قائل ہوں۔"

امام ابو عبداللہ بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے ابو عبداللہ الحافظ رحمہ اللہ نے بطور اجازت بسند ذیل

قال انا ابو سعيد احمد بن يعقوب الثقفي قال نا عبدالله بن احمد بن عبدالرحمن بن عبدالله الدشتكي قال سمعت ابي يقول سمعت ابا يوسف القاضي."

اور بتایا کہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا:

"كلمت ابا حنيفة سنة جرداء في ان القرآن مخلوق ام لا؟ فاتفق رايه ورايي على ان من قال القرآن مخلوق فهو كافر."

ترجمہ: "کامل ایک سال تک میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس مسئلہ پر بحث کرتا رہا ہوں کہ قرآن

مخلوق ہے یا نہیں؟ تب آخر ہم دونوں اس پر متفق ہوئے کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے۔"

ابو عبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں بیان فرماتے ہیں کہ ابن منذر امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: **"لا یستتاب القدریة"** (قدریہ (معتزلہ) سے توبہ نہ کرائی جائے) اور بیشتر علماء سلف "قدریوں" کو کافر کہتے ہیں۔

تمام کفریہ عقائد رکھنے والے فرقے اگرچہ مؤول ہوں اور قرآن وحدیث سے استدلال کریں تب بھی کافر ہیں، علمائے امت اس پر متفق ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں بیان فرماتے ہیں

"ابن مبارک، اودی، وکیع، حفص بن غیاث، ابو اسحٰق فزاری، ہشیم اور علی بن عاصم اور ان کے علاوہ علماء اور بیشتر محدثین، فقہاء اور متکلمین جہمیہ، قدریہ، خوارج اور تمام گمراہ عقائد رکھنے والے فرقوں اور باطل تاویلیں کرنے والے ملحدوں کو کافر کہتے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "الفرق بین الفرق" کے مصنف استاذ ابو منصور بغدادی نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں غالی (حد سے تجاوز کرنے والے) مبتدعین کی تکفیر پر بہت ہی حاصل بحث کی ہے جیسا کہ "شرح احیاء" میں ج ۲ ص ۲۵۲ پر مذکور ہے۔

تنبیہ: حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ وحشرہ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ بدعت اور ہوائے نفس گمراہی کہلاتی ہے جو کسی شبہ پر مبنی ہو (یعنی ہر بدعت اور گمراہی کسی نہ کسی شبہ اور تاویل پر مبنی ہوتی ہے) اندریں حالات محدثین، فقہاء اور متکلمین کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ تاویل مؤول کو کفر سے نہیں بچا سکتی (یعنی مؤول تاویل کرنے کے باوجود کافر ہے)۔

سنت اور بدعت کا فرق اور معیار محقق محمد بن وزیر یمانی (کے مذکورہ ذیل بیان سے اس کی تائید واضح ہے وہ) "ایثار الحق" میں ص ۳۲۱ پر فرماتے ہیں

"بے شک سنت وہی ہے جس کا ثبوت ائمہ حدیث سے حد ثبوت کو پہنچا ہوا ہو اور نصوص شرعیہ کے طریق پر احادیث صحیحہ سے ثابت ہو اور اگر سنت کا معیار یہ نہ ہو تو تمام مذہب (اور گمراہیاں) سنت کے تحت آجائیں گی اس لئے کہ ہر مبتدع (ورشد) اپنی بدعت (وغیرہ) کا ثبوت قرآن وحدیث کی کسی عام یا محتمل نص سے یا متشابہات سے ہی پیش کرتا ہے۔"

قطعی اور یقینی ارکانِ اسلام اور اسماء و صفاتِ الٰہیہ کی کوئی (نئی) تفسیر بھی جائز نہیں۔ یہی محقق (اسی کتاب کے ص ۱۵۵ پر) فرماتے ہیں

"باقی تفسیر میں ہم اسلام کے قطعی ارکان اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تفسیر کی بھی اجازت نہیں دیں گے اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں ان کی مراد اور مصداق (امت کے نزدیک) متعین ہے (ہر مسلمان جانتا اور سمجھتا ہے) ان کی تفسیر وہی لوگ کرتے ہیں جو ان میں تحریف کرنا چاہتے ہیں، جیسے ملحد و باطنیہ" ●

گمراہ فرقے کس قسم کی آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں

اسی کتاب کے ص ۲۹۰ پر فرماتے ہیں

"یہی وجہ ہے کہ تم اس قسم کی عام یا مجمل آیات و احادیث سے ہمیشہ گمراہ فرقوں کا استدلال کرتا ہوا پاؤ گے اور ہر باطل عقیدہ والا اپنی تائید کے لئے اسی قسم کی عام یا مجمل آیات و احادیث کا سہارا لیتا ہے، حتیٰ کہ ضروریاتِ دین کا انکار کرنے والا بھی، جیسے اتحادی فرقے کے غالی لوگ (یعنی وحدۃ الوجود کے غالی قائلین جو اللہ کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں مانتے اور "کل شیء هالك الا وجهه" سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "هالك" "موجود نہیں معدوم ہوتا ہے")۔"

احتیاط: یہی محقق ص ۳۰۰ پر فرماتے ہیں:

"جو گمراہ فرقہ غالی نہ ہو (مثلاً اپنے سوا اور مسلمانوں کو کافر یا گمراہ نہ کہتا ہو) اس کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی صحیح ہے کہ ان کو کافر نہ کہا جائے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ اس بدعت (فاسد عقیدہ) اور اس کے ماننے والوں کو قطعی طور پر گمراہ اور برا نہ کہا جائے دوسرے یہ کہ جن علماء نے ان میں سے بیشتر کو کافر کہا ہے ان کو بھی برا نہ کہا جائے اس لئے کہ ان گمراہ فرقوں میں سے بعض فرقے وہ ہیں جن کی گمراہی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے ان کو کافر نہ کہنے کا بھی ہم قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے (جیسے کافر کہنے کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے، بہرحال دونوں جانبین برابر اور غیر یقینی ہیں) بلکہ ہم اس سلسلہ میں توقف کرتے ہیں اور ان کے کافر ہونے یا نہ ہونے کے یقینی علم اور قطعی فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔"

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی

● باطنیہ [illegible] "لعنهم الله" [illegible]

کتاب "الصارم المسلول" میں ص ۱۷۸ پر اسی رائے کو اختیار کیا ہے، وہ چند خوارج کی حدیث سے [illegible] میں فرماتے ہیں

"ان (خوارج) کے اس مسلک نے ان کو ایسے فاسد عقیدے اور [illegible] تک پہنچا دیا ہے جس کے نتیجے میں صحابہ کی تکفیر جیسے شنیع ترین اعمال و افعال صادر ہوئے جن کی بنا پر امت کے بیشتر علماء نے ان کو کافر کہا ہے، بعض علماء نے (ازراہِ احتیاط) توقف کیا ہے (اور کافر کہنے سے احتراز کیا ہے)۔"

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

ملحدین و مؤولین کے بارے میں

حضرات محدثین، فقہاء، متکلمین اور کبار محققین،

نیز مصنفین کی ایک کثیر جماعت کے بیانات

حدیث خوارج کی تشریح اور اس کا مصداق

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ "مسوی" "شرح مؤطا امام مالک" میں ج ۲ ص ۱۲۹ پر ● فرماتے ہیں

"یہ قوم (جس کے خروج کی رسول اللہ ﷺ نے زیر بحث حدیث میں خبر دی ہے) وہی خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے خلاف بغاوت کی اور حضرت علی نے ان کی سرکوبی فرمائی۔

"لا یجاوز حناجرهم" کے معنی یہ ہیں۔ ان کے قلوب قرآن کو قبول نہ کریں گے اور اعمال صالحہ (عمل بالقرآن) کے لئے متحرک نہ ہوں گے۔

"یمرقون من الدین" کے معنی ہیں کہ وہ دین سے (تیر کی طرح پار) نکل جائیں گے۔ یہ ان کے کافر ہونے کی تصریح ہے، محققین کی ایک جماعت نے اسی سے استدلال کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

"فاینما لقیتموهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم"

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ "جہاں بھی وہ تمہیں ملیں ان کو قتل کر دو اس لئے کہ ان کو قتل کرنے والے کے لئے اجر عظیم ہے۔"

"الرمیة" وہ شکار ہے جس کو تم نشانہ بنانے کا قصد کرو اور اس پر تیر مارو۔ "فتنظر" الخ اس تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ تیر شکار کے جسم سے اتنی تیزی کے ساتھ نکل گیا کہ نشان اس پر ذرا سا خون کا نہ لگا، اسی طرح تیزی سے یہ لوگ بھی اسلام میں داخل ہو کر فوراً اس سے نکل جائیں گے کہ اسلام سے ان کا کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا۔"

امام شافعی رحمہ اللہ کی خوارج کے بارے میں احتیاط کوشی اور اس کے دلائل

امام شافعی رحمہ اللہ (خوارج کے بارے میں محتاط ہیں) فرماتے ہیں

● مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

"اور اگر کوئی فرقہ خوارج کے عقائد اختیار کرے اور مسلمانوں کی تمام جماعتوں سے علیحدہ ہو جائے اور سب کو "کافر" کہنے لگے تب بھی ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا "ان الحکم الا للہ" (حکومت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کلمہ تو حق ہے مگر جس غرض کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ باطل ہے۔ اس کے بعد فرمایا تمہارے ہم پر تین حق ہیں۔

۱) ہم تم کو اللہ کے گھروں (مسجدوں) میں آنے اور اس کا ذکر کرنے (نماز پڑھنے) سے نہ روکیں۔

۲) جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے ساتھ رہیں (تم ہمارے دوش بدوش دشمنان اسلام سے جنگ کرتے رہو) تم کو مال غنیمت کے حصے سے محروم نہ کریں۔

۳) ہم تم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کریں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کے برعکس حنبلی محدثین کا قول ہے کہ (یہ کافر ہیں) ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب

از روئے روایت یعنی نقلی دلیل

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"یہ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے میرے نزدیک از روئے روایت بھی اور از روئے درایت بھی محدثین کا قول ہی صحیح ہے۔ از روئے روایت تو صحیح بخاری کی دوسری مرفوع روایت میں حضور ﷺ صاف اور صریح الفاظ میں فرماتے ہیں "فاینما لقیتموهم فاقتلوهم" باقی رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول تو اس کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت (اور حکومت) پر اعتراض اور طعن و تشنیع کرنا اس وقت تک موجب قتل نہیں جب تک کوئی امام کی اطاعت سے دست کش نہ ہو جائے اور اطاعت سے انکار کرے گا تو باغی کہلائے گا یا مرتد (اور ضرور قتل کیا جائے گا) اسی طرح اگر "ضروریات دین" میں سے کسی امر کا انکار کرے گا تو اس انکار کی بنا پر ضرور قتل کیا جائے گا لیکن نہ اس وجہ سے کہ امام کی امامت پر اعتراض یا اس کی اطاعت سے انکار کیا ہے (بلکہ اس لئے کہ اس نے ضروریات دین کا انکار کیا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ محض امام کی امامت پر اعتراض اور طعن و تشنیع موجب قتل نہیں ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضروریات دین کا انکار یا امام کی اطاعت سے انکار علی الاعلان بھی ان کے نزدیک موجب قتل نہیں)۔"

تمثیل: اس کی مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ ایک مفتی کے سامنے جب کسی شخص مثلاً زید کے کسی خاص فعل وعمل کا ذکر کر کے فتویٰ دریافت کیا جائے تو وہ اس پر جو بنا ہونے کا حکم لگاتا ہے پھر اسی شخص (زید) کے کسی دوسرے فعل وعمل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر فاسق ہونے کا حکم لگاتا ہے اور جب کسی تیسرے فعل کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے تو وہ اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتا ہے۔ (ان تینوں فتووں میں کوئی تضاد نہیں، اپنی اپنی جگہ تینوں صحیح ہیں، اس لئے کہ ہر فعل کا حکم الگ ہے، جس کے متعلق استفتاء کیا گیا، مفتی نے اسی کا حکم بیان کر دیا، ہو سکتا ہے کہ یہ شخص تینوں قسم کے افعال کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں تینوں فتوے درست ہوں گے)

مذکورہ بالا واقعہ میں اس خارجی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف مسئلہ "تحکیم" پر اعتراض کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم بیان فرما دیا، اگر وہ خارجی ان کے سامنے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے انکار کرتا، یا حوض کوثر کا انکار کرتا یا اسی قسم کے کسی اور قطعی ویقینی عقیدہ یا حکم کا انکار کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ یقیناً اس پر کافر ہونے کا حکم لگاتے (لہٰذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے خارجیوں کے کافر نہ ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہو سکتا)

باقی "اولٰئک الذین نهانی الله عنهم" والی حدیث منافقین کے حق میں ہے، نہ کہ زندیقوں اور ملحدوں کے حق میں (جیسا کہ عنقریب آتا ہے)

کافر، منافق اور زندیق کا فرق.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دین حق کا مخالف اگر سرے سے حق کا اقرار ہی نہیں کرتا اور نہ ظاہراً حق کو قبول کرتا ہے نہ باطناً تو وہ "کافر" ہے اور اگر زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل سے اس کا منکر ہے تو وہ "منافق" ہے، اور اگر بظاہر تو دین حق کا اقرار کرتا ہے لیکن ضروریات دین میں سے کسی امر کی ایسی تشریح وتعبیر کرتا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کی تعبیر وتشریح کے، نیز اجماع امت کے خلاف ہے تو وہ "زندیق" ہے مثلاً ایک شخص قرآن کے حق ہونے کا تو اقرار کرتا ہے اور اس میں جنت ودوزخ کا جو ذکر آیا ہے اس کو بھی مانتا ہے مگر کہتا ہے کہ جنت سے مراد وہ فرحت ومسرت ہے جو مومنین کو اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی وجہ سے حاصل ہوگی، اور نار جہنم سے مراد وہ ندامت واذیت ہے جو کافروں کو اعمال خبیثہ اور اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے حاصل ہوگی اور کہتا ہے کہ اس کے سوا اور جنت ودوزخ کی حقیقت کچھ نہیں تو یہ "زندیق" ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے "اولٰئک الذین نهانی الله عنهم" صرف منافقین کے حق میں فرمایا ہے، نہ کہ زندیقوں (یا کافروں) کے حق میں بھی۔

از روئے درایت یعنی عقلی دلیل: باقی محدثین کا قول عقلاً اس لئے صحیح ہے کہ جس طرح

شریعت نے ارتداد کی سزا قتل اس لئے مقرر کی ہے کہ یہ سزا ارتداد کا قصد کرنے والوں کے لئے ارتداد سے مانع ہو، اور اس دین حق کی حفاظت وحمایت کا وسیلہ بنے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، اسی طرح اس حدیث میں (خوارج) زندیق کی سزا قتل تجویز کی ہے تاکہ یہ سزا زندیقوں کے لئے زندقہ (دین کی تحریف) سے باز رکھنے کا وسیلہ بن سکے اور دین میں ایسی فاسد تاویلوں کا دروازہ بند کرنے کا ذریعہ بن سکے جن کو زبان پر لانا بھی درست نہیں۔

تاویل کی قسمیں اور ان کا حکم اور زندقہ کی حقیقت.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"پھر یہ کہ تاویلیں دو قسم کی ہیں، ایک وہ تاویل جو قرآن وحدیث کی کسی قطعی نص اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو، دوسری تاویل وہ ہے جو کسی نص قطعی یا اجماع امت کے منافی اور مخالف ہو۔ ایسی تاویل کا نام ہی الحاد وزندقہ ہے، چنانچہ ہر وہ شخص جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رویت کا، یا عذاب قبر کا، یا منکر نکیر کے سوال وجواب کا، یا صراط، حساب اور جزاء اعمال وغیرہ کا انکار کرے خواہ یہ کہے کہ میں ان احادیث کو صحیح اور ان کے راویوں کو ثقہ نہیں مانتا، خواہ یہ کہے کہ راوی تو ثقہ ہیں مگر یہ احادیث مؤول ہیں اور تاویل ایسی بیان کرے جو نہ صرف غلط اور فاسد بلکہ اس سے قبل کبھی نہ سنی گئی ہو تو وہ "زندیق" ہے اسی طرح جو شخص مثلاً شیخین رضی اللہ عنہما یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کہے کہ یہ "جنتی نہیں ہیں" حالانکہ ان مقدس حضرات کے حق میں بشارت جنت کی حدیثیں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں، یا یہ کہے کہ "رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء تو ضرور ہیں، لیکن اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبی کے نام سے موسوم نہ کیا جائے (یعنی کسی کو نبی نہ کہا جائے) باقی نبوت کی حقیقت یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا، اس کا گناہوں سے معصوم ہونا اور اجتہادی امور میں غلطی پر قائم رہنے سے محفوظ ہونا اور اس کے علاوہ خصائص نبوت، وہ آپ ﷺ کے بعد بھی اماموں کے لئے ثابت اور متحقق ہیں۔" تو یہ شخص بھی قطعاً "زندیق" ہے اور تمام حنفی شافعی، علماء متاخرین ایسے شخص کے کفر اور قتل پر متفق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا بیان نقل کرنے کے بعد حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

اس بیان سے "زندقہ" کی حقیقت اور اس کا حکم دونوں معلوم اور واضح ہو گئے، نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچ سکتی۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کو کافر نہ کہنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی ہے "الصارم المسلول" میں ص: ۵۸۳ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "التنبیہ الرابع عشر" کے تحت چودہویں حدیث کے ذیل میں اس پر نہایت ہی حاصل بحث کی ہے اور میرے نزدیک حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق "الصارم" میں اس سے زیادہ صحیح اور درست ہے جو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منہاج السنۃ" میں اختیار کی ہے وہ ص: ۱۹۳ پر فرماتے ہیں:

"وبالجملة فالكلمات في هذا الباب ثلاثة: احدهما ما هو كفر، مثل قوله. ان هذه لقسمة ما اريد بها وجه الله." (منہاج السنۃ ص ۱۹۳)

ترجمہ "غرض اس (شکوہ و جدل کے) سلسلہ میں تین قسم کے الفاظ آتے ہیں، ایک وہ کلمات جو قطعی کفر محض ہیں، جیسے ذوالخویصرہ کا یہ قول کہ "یہ تقسیم یقیناً لوجہ اللہ نہیں کی گئی ہے۔" (اس لئے ذوالخویصرہ بالضرور کافر ہے)۔"

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور جب خوارج کا یہ سرگروہ ان کلمات کی بناء پر کافر ٹھہرا ہے تو اس کے پیرو اور متبعین بھی یقیناً کافر ہیں، نیز فرماتے ہیں: یہ تو مخالفوں اور دشمنوں کے تکلیف دہ اور توہین آمیز کلمات شکایت ہیں جن کا مقصد ہی ایذا رسانی اور توہین ہے، باقی مذکورہ ذیل کلمات شکوہ و شکایت: "ان نساءك ينشدنك الله العدل" (بے شک آپ کی بیویاں آپ سے اللہ کے نام پر انصاف چاہتی ہیں) (یہ ایک محبت و عظمت اور عقیدت احترام سے لبریز قلب سے نکلی ہوئی التجا ہے ● اس کو بھلا ذوالخویصرہ کی بیہودہ سرائی اور زہر افشانی سے کیا نسبت) ان کا مقصد صرف ازواج مطہرات کے درمیان مساوات برتنے کی درخواست واستدعا ہے اور بس نہ کہ العیاذ باللہ حق سے انحراف اور ظلم و جور کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "شفا" میں ج ۲ ص ۲۲۴ پر فصل "فان قلت لم يقتل الخ" کے ذیل میں یہی فرق بتایا ہے۔

"حدیث مروق" کی محدثانہ تحقیق اور خوارج کے مرتد کافر ہونے پر استدلال:

مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

● اس لئے کہ یہ محبت بھرے الفاظ اس شخص کی زبان سے نکلے ہیں جس کا باطن ایمان و یقین کے نور سے منور اور دل محبت و احترام سے لبریز ہے [illegible] ایسے امور [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے درمیان مساوات [illegible] ذوالخویصرہ [illegible] قلب [illegible] مقصد صرف [illegible]

یاد رکھئے! ان امور سے متعلق حدیث جن کی بنا پر ایک مسلمان کو قتل کرنا مباح ہے ● "صحیح بخاری" "کتاب الدیات" میں باب "قول الله تعالى ان النفس بالنفس" کے تحت صحیح بخاری کے اکثر و بیشتر نسخوں میں ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے ●

"لايحل دم امرأ مسلم يشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله الا باحدى ثلاث (۱) النفس بالنفس (۲) والثيب الزاني (۳) والمارق من الدين التارك للجماعة" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶)

ترجمہ "جو مسلمان لا الہ الا اللہ کی اور میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہے اس کا خون بہانا حلال اور جائز نہیں، بجز ان تین صورتوں کے (جو موجب قتل ہیں) (۱) جان کے بدلے جان (مقتول کے قصاص میں قاتل کو قتل کیا جائے گا)۔ (۲) شادی شدہ ہو کر زنا کرے (سنگسار کیا جائے گا)۔ (۳) دین سے نکل جائے، جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے (زندیق و مرتد ہے قتل کیا جائے گا)۔"

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس "المارق لدينه التارك للجماعة" کا اولین مصداق مرتد کو قرار دیتے ہیں اور اس کی تائید میں احادیث سے شواہد پیش فرماتے ہیں لیکن بالکل یہی عنوان "المروق من الدين والاسلام" اور بعینہ یہی لفظ "يمرقون من الدين" خوارج کی مشہور احادیث میں آئے ہیں لہٰذا ان خوارج کا حکم بھی وہی ہونا چاہئے جو مرتدین کا ہے، یعنی کفر اور قتل (جنگ باغی مسلمانوں کا)۔

خوارج کے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

(حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاوی

● حضرت مصنف [illegible] ذوالخویصرہ [illegible]

● حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" [illegible] المارق لدينه [illegible] التارك للجماعة [illegible] المفارق من الدين [illegible] المارق من الدين [illegible]

میں چنگیزی تاتاریوں اور ان کے اعوان و انصار مسلمانوں کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب کے تحت ان تمام فرق باطلہ و زنادقہ کے معتقدات و احکام مع دلائل بیان فرماتے ہیں جو خود کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں، مصنف رحمہ اللہ اس طویل و مبسوط بیان سے اپنے مضمون سے متعلق مذکورہ ذیل اقتباسات پیش فرماتے ہیں)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے "فتاویٰ" میں ج ۴ ص ۲۸۵ پر اہل خوارج کے متعلق علماء امت کے دو قول نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

"تمام امت خوارج کی مذمت اور ان کو گمراہ کہنے پر متفق ہے، اختلاف صرف ان کو کافر کہنے میں ہے، اس مسئلہ میں امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذاہب میں دو قول ہیں (یعنی ہر ایک مذہب کے مستقل دو قول ہیں، بعض کافر کہتے ہیں اور بعض نہیں)، امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی ان کی تکفیر کے بارے میں ایسا ہی اختلاف ہے (بعض شوافع کافر کہتے ہیں بعض نہیں)، اس لئے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ مجتہدین کے مذہب میں ان خوارج کے بارے میں پہلے طریق کار کی بنا پر (کہ تمام باغی فرقے یکساں ہیں اور ان کا حکم بھی ایک ہے) دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ یہ باغیوں کی طرح مسلمان ہیں، دوسرے یہ کہ یہ مرتدین کی طرح کافر ہیں، ان کو ابتداءً بھی (یعنی آمادہ جنگ ہوئے بغیر بھی) قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح ان کے قیدیوں کو قتل کرنا بھی درست ہے، بھاگنے والوں کا تعاقب کرنا بھی جائز ہے اور جو قبضہ میں آ جائیں ان سے مرتد کی طرح توبہ کرائی جائے، اگر توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے، جیسا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے متعلق جو امام سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں، امام احمد رحمہ اللہ کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ وجوب زکوٰۃ کا اقرار کرنے کے باوجود امام کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کرنے پر ان کو کافر و مرتد قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ ان کو باغی مسلمان کہا جائے۔"

اس کے بعد ص ۳۰۰ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی رائے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ (چنگیز خانی ترک و تاتاری) تاویل کرنے والے باغیوں میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ ان کے پاس کوئی قابل قبول تاویل جس کی بنا پر گنجائش ہو قطعاً نہیں، جیسے کہ دین سے نکل جانے والے خارجیوں، زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدوں، مسلمان ہونے کے باوجود سود کو حلال کہنے والے اہل طائف، فرقہ خرمیہ اور اسی نوع کے بے دین فرقوں کے قبیل سے ہیں جن سے اسلام کے احکام شرعیہ سے نکل جانے (اور کافر ہو جانے) کی بنا پر ہمیشہ جنگیں کی گئی ہیں۔"

تکفیر خوارج کے باب میں فقہاء کا اشتباہ اور وجہ اشتباہ

اس کے حافظ ابن

تیمیہ رحمہ اللہ جس چیز سے (خوارج کے بارے میں) دھوکہ لگا ہے (اور انہوں نے ان پر باغی مسلمان ہونے کا حکم لگایا ہے) اس پر متنبہ فرماتے ہیں:

"یہ ایک مقام ہے جس میں اکثر مؤرخین و بیشتر فقہاء نے دھوکہ کھایا ہے، صرف اس لئے کہ مؤرخین و محققین نے باغیوں سے جنگ کرنے کے ذیل میں مانعین زکوٰۃ اور خوارج کی جنگ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل جمل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ جنگ کو ایک قرار دے کر "قتال بغاۃ" کے تحت دونوں وقتی محاربوں (یکساں اور) شرعاً ایک صورت قرار دے دیا اور اس طرح کے احکام و مسائل متفرع کئے جیسے یہ تمام لڑائیاں سب یکساں اور ایک نوع کی ہیں اور ان مسلمانوں کی بحث بڑی غلطی ہے۔ اس مسئلہ میں صحیح رائے (اور فیصلہ) وہی ہے جو امام اوزاعی رحمہ اللہ، ثوری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث و سنت اور اہل مدینہ کی ہے یعنی دونوں قسم کی لڑائیوں میں فرق کرنا چاہئے۔ (پہلی قسم کے لوگ کافر و مرتد ہیں، ان سے لڑائیاں "قتال کفار" کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر کفار کے احکام مرتب کرنے چاہئیں، اور دوسری قسم کے لوگ مسلمان باغی ہیں، ان سے لڑائیاں "قتال بغاۃ" کے ذیل میں آنی چاہئیں اور ان پر مسلمان باغیوں کے احکام مرتب کرنے چاہئیں)۔"

(دیکھئے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے خوارج کا ان کے نزدیک کافر ہونا متحقق ہو گیا)

روزہ و نماز کی پابندی کے باوجود مسلمان مرتد ہو جاتا ہے

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ص ۲۹۸ پر ان تمام نام نہاد مسلمانوں کے متعلق جو تاتاریوں کا ساتھ دیں مندرجہ ذیل فرماتے ہیں:

"اور ان چنگیزیوں کے اعوان و انصار (مسلمانوں) میں احکام شریعت اسلامیہ سے اتنا ہی ارتداد موجود ہے جتنا اس (چنگیز خان نے) احکام شریعت اسلامیہ سے انحراف کیا ہے، اور جبکہ سلف صالحین (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کا نام مرتد رکھا، حالانکہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے اور عام مسلمانوں سے جنگ بھی نہیں کرتے تھے (تو ان کو کیوں مرتد کہا جائے؟) یہ صریح کفریہ شرکیہ اعمال و افعال کے مرتکب ہیں، معلوم ہوا حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک موجب ارتداد قول و فعل کا ارتکاب اور ضروریات دین سے انکار کرنے والے روزہ و نماز کی پابندی کرنے کے باوجود کافر و مرتد ہو جاتے ہیں)۔"

کلمہ شہادت پڑھنے اور خود کو مسلمان کہنے اور سمجھنے کے باوجود انسان کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔

ص ۲۸۳ پر "الطریقة الثانیة" (کہ دونوں قسم کی لڑائیوں کو الگ الگ رکھا جائے)

کے تحت فرماتے ہیں۔

"بحث ان تاتاریوں کے متعلق ہے جو آئے دن شام پر خونریز حملے کرتے اور بے قصور مسلمانوں اور ان کے بیوی بچوں کا خون بہاتے رہتے ہیں، حالانکہ زبان سے کلمہ شہادت بھی پڑھتے ہیں اور مسلمان بھی کہتے ہیں اور اس پہلے کفر سے کنارہ کش بھی ہو گئے ہیں، جس پر پہلے قائم تھے (یعنی مسلمان ہو گئے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کے جان و مال کو مباح اور لوٹ مار کو حلال سمجھتے ہیں) اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو کیا کہا جائے؟ مسلمان باغی یا کافر و مرتد؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنے لئے حلال سمجھنے والا کافر ہے)"۔

ص:۲۲۲ پر (ان لوگوں کی تردید و تجہیل کرتے ہوئے جو "جمل" "صفین" کی جنگوں اور خوارج و حروریہ کی جنگوں کو یکساں قرار دیتے ہیں) فرماتے ہیں۔

"جیسے کہ دین سے نکل جانے والے خارجیوں کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے (کہ وہ بھی رافضیوں اور معتزلیوں کی طرح "جمل" "صفین" میں جنگ کرنے والے صحابہ کو کافر یا فاسق کہتے ہیں) اس لئے سلف صالحین (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) و ائمہ دین سے ان کی تکفیر کے متعلق بھی قول مشہور ہیں (جن کا تذکرہ سابق اقتباسات میں آ چکا ہے)"۔

انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرنے والے مسلمان، کافر و مرتد ہیں:

ص:۲۲۴ پر باطنی فرقہ کے شاہان مصر (فاطمیین) کے کفر و ارتداد پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"پھر ان باطنیوں نے حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو خاص طور پر ہدف طعن و تشنیع بنایا اور ان کو یوسف نجار (بڑھئی) کی جانب منسوب کیا (کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے) اس کو عقل و تدبر سے کورا اور بے وقوف بتلایا اس لئے کہ وہ اپنے دشمنوں کے ہاتھ آ گئے، یہاں تک کہ انہوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا، لہٰذا یہ لوگ حضرت مسیح علیہ السلام پر سب و شتم اور طعن و تشنیع کرنے میں یہودیوں کے ہمنوا بھی ہیں (اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرنا اور ان کو بدنام و رسوا کرنا ہمیشہ سے یہودیوں کا شیوہ رہا ہے) بلکہ یہ تو یہودیوں سے بھی زیادہ دین کے دشمن اور ضرر رساں ہیں کہ مسلمان اور قرآن کے متبع ہو کر انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع اور ان کی توہین و تذلیل کرتے ہیں (اس لئے یقیناً کافر و مرتد ہیں)"۔

ص:۲۹۳ پر اس امر کی (کہ کفار کی بہ نسبت ایک مسلمان کے موجب کفر و ارتداد اقوال و افعال

بیانات اور مضرت بہت زیادہ ہے) مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ اصلی مسلمان جب اسلام کے کسی بھی قطعی حکم یا عقیدہ سے منحرف و مرتد ہو جاتا ہے تو وہ اس کافر سے بدرجہا زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوا، جیسے وہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے مرتدین جن سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دوسرے تمام کافروں اور مشرکوں کو چھوڑ کر) جنگ ● کی (اس لئے کہ ان کا کفر و انحراف اسلام کی بنیادوں کو ہلا دینے والا تھا)"۔

زندیقوں اور ملحدوں کا الحاد و زندقہ ظاہر ہو جانے اور منظر عام پر آ جانے کے بعد ان کی توبہ بھی مقبول نہیں:

(حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ زندیقوں اور ملحدوں کے کفر و ارتداد کو ثابت کرنے کے بعد ان کی توبہ کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہاء کے اقوال نقل فرماتے ہیں)

صاحب "در مختار" ان فرقوں کے ذیل میں جن کی توبہ مقبول نہیں فرماتے ہیں:

فتح القدیر میں ہے کہ وہ منافق جو (دل میں) کفر کو چھپاتا اور (زبان سے) اسلام کا اظہار کرتا ہے اس زندیق (بے دین) کی طرح ہے جو کسی دین کو بھی نہ مانتا ہو (اور جیسے اس کی توبہ مقبول نہیں ایسے ہی اس کی بھی توبہ مقبول نہیں) اسی طرح اس شخص یا فرقہ (کی توبہ بھی مقبول نہیں) جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ (ظاہر میں مسلمان کہلانے کے باوجود) باطن میں کسی بھی ضروریات دین کا انکار کرتا ہے، مثلاً شراب کی حرمت کہ ظاہر میں تو اس کے حرام ہونے کے اعتقاد کا اظہار کرے (مگر باطن میں شراب کو حلال جانتا اور سمجھتا ہو) پوری بحث فتح القدیر میں ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے زندیق کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ خدا کو ہی نہیں مانتا، ایسے ہی اس منافق کی توبہ پر بھی اطمینان نہیں)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ "رد المحتار" میں ج:۳، ص:۲۹۷ و ۳۱۰ طبع جدید ۱۳۲۴ھ پر "در مختار" کی مذکورہ بالا عبارت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"تو باطنیوں میں تمہید کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ گروہ فرقے جن کی گمراہی اس طرح ظاہر ہو جائے اور منظر عام پر آ جائے کہ (اس کی بنا پر) ان کی تکفیر واجب ہو جائے، اگر وہ اس گمراہی سے باز نہ آئیں یا توبہ نہ کریں تو ان سب کا قتل کر دینا جائز ہے، ہاں اگر توبہ کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو

● علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا اقتباسات سے قطعی طور پر واضح و متحقق ہو گیا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ تمام افراد [illegible] ... مسلمان ... اسلام ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب و شتم ... [illegible]

ان کی توبہ قبول کرلی جائے گی، بجز رافضیوں میں سے اباحیہ، غالیہ اور شیعہ فرقوں کے اور فلاسفہ سے قرامطہ اور زنادقہ کے کہ ان کی توبہ کسی حال قبول نہ ہوگی، توبہ کریں یا نہ کریں، توبہ کرنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بہر حال ان کو قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ لوگ خالق عالم تو کسی کو مانتے ہی نہیں پھر توبہ و استغفار کس سے کریں گے؟ اور ایمان کس پر لائیں گے؟"

اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی مزید تشریح اور اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

"بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنے گمراہ عقیدوں کا راز فاش ہونے (اور مسلمان حاکم تک معاملہ پہنچنے) سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں تو ان کی توبہ قبول ہو جانے گی ورنہ نہیں۔"

وہ فرماتے ہیں:

"امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کا تقاضا بھی یہی ہے اور یہی بہترین فیصلہ ہے۔"

علامہ شامی رحمہ اللہ ج ۳ ص ۲۸۳ باب المرتد کے ذیل میں زندیق کی توبہ قبول نہ ہونے کے ثبوت کے لئے فرماتے ہیں

"حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زندیق کی طرح اس شخص کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی جو بار بار مرتد ہوتا رہا ہو۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور امام لیث رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے بار بار ایسا کیا (یعنی بار بار توبہ کی اور بار بار منحرف و مرتد ہوتا رہا ہو) تو اس کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی گھات میں لگے رہیں، جونہی کسی وقت زبان سے کلمہ کفر کہے فوراً اسے قتل کر دیں، اس سے پہلے کہ وہ توبہ کرے، اس لئے کہ اس شخص کے طرز عمل سے توبہ و استغفار کے ساتھ استہزاء ظاہر ہو چکا (اور ایسے شخص کی توبہ ہی کیا جو توبہ و استغفار کے ساتھ بھی استہزاء کرے)۔" ●

ضروریات دین کی طرح ہر قطعی امر کا انکار بھی موجب کفر ہے، ضروری اور قطعی کا فرق:

علامہ شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" ج ۳ ص ۲۸۳ پر فرماتے ہیں

"بظاہر شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کا حکم صرف ان امور کے انکار کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین میں سے ہوں (یعنی بطور تواتر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوں) حالانکہ ہمارے (احناف کے) نزدیک تو تکفیر کے لئے صرف قطعی الثبوت ہونا شرط ہے، اگرچہ ضروریات دین میں سے نہ بھی ہو، بلکہ ہمارے نزدیک تو ایسے قول و فعل پر بھی کافر کہا جا سکتا ہے

● ذکر کردہ اقتباسات سے متحقق ہو گیا کہ ملاحدہ زندیق کی توبہ کسی کے نزدیک بھی اس صورت میں قبول نہ ہوگی۔ (مترجم)

جو موجب توہین و استخفاف نبی ہو، اسی لئے شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے "مسایرہ" میں فرمایا ہے:

"ماینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فھو کفر"

ترجمہ: "ہر وہ (قول و فعل) جو تسلیم و اطاعت کے منافی ہو یا تکذیب (نبی) کا سبب ہو وہ کفر ہے۔"

چنانچہ وہ تمام موجب توہین امور جو ائمہ حنفیہ کی جانب سے نقل کر چکے ہیں، جن میں قتل نبی سب سے اہم ہے کہ اس میں دین کی توہین سب سے زیادہ واضح ہے (پہلی قسم میں داخل ہیں یعنی) اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہیں (اس لئے کہ توہین و استخفاف تسلیم و اطاعت کے قطعاً منافی ہے) علاوہ ہر اس امر کا انکار جو قطعی اور یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو (دوسری قسم میں داخل ہے یعنی) تکذیب (نبی) کا موجب ہے۔ باقی ان قطعی امور کا انکار جو ضروریات دین کے تحت نہیں آتے (یعنی ان کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے قطعی و یقینی نہیں ہے) مثلاً متوفی کی لڑکی کے ساتھ اس کی پوتی کو بھی چھٹے حصہ کا مستحق قرار دینا جو اجماع امت سے ثابت (اور یقینی) ہے تو حنفیہ ● کے بیان کے مطابق ان کا انکار بھی موجب کفر ہے (اس لئے کہ یہ انکار اطاعت و تسلیم دین کے منافی ہے) اس لئے کہ حنفیہ نے تکفیر کے لئے صرف ثبوت من الدین کے قطعی ہونے کی شرط لگائی ہے (ضروریات دین میں سے ہونا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے) نیز فرماتے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ منکر کو اس کے قطعی ہونے کا علم بھی ہو، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک جن دو چیزوں پر تکفیر کا مدار ہے، یعنی ایک تکذیب نبی اور دوسرے استخفاف و توہین دین، یہ اسی وقت متحقق ہوں گے جب کہ منکر کو اس بات کا علم بھی ہو (کہ میں اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کا ارتکاب کر رہا ہوں) اور جب اس کو اس بات کا علم ہی نہ ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا الا یہ کہ اہل علم اس کو بتا دیں (کہ تم اس امر قطعی کا انکار کر کے تکذیب نبی یا توہین دین کے مرتکب ہو رہے ہو) اور اس کے باوجود وہ (باز نہ آئے اور) اپنی بات پر اڑا رہے (تو بے شک اس کو کافر کہا جائے گا)۔"

تکفیر کا ایک کلیہ قاعدہ: کسی بھی حرام قطعی کو حلال کہنے والا کافر ہے، حضرت

● حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کا انکار [illegible] موجب کفر ہے [illegible] قطعی [illegible] ضروریات دین میں [illegible] قطعی [illegible] [illegible] قطعی کے لئے ضروری [illegible] [illegible] اور قطعی میں فرق ہے۔ (مترجم)

مصنف رحمہ اللہ "تنبیہ" کے عنوان سے "شامی" کا مذکورہ ذیل اقتباس نقل فرماتے ہیں اور ان بے باک لوگوں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں جو بے دھڑک حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہہ دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

تنبیہ: علامہ شامی "البحر الرائق" کے حوالے سے "رد المحتار" میں ج ۳ ص ۲۸۰ پر فرماتے ہیں:

"البحر الرائق میں مذکور ہے کہ (تکفیر کے باب میں) قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی بھی امر حرام کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اگر وہ امر حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) نہیں ہے تو اس کے حلال کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، مثلاً غیر کا مال (یعنی کوئی شخص لوگوں کے مال کو اپنے لئے حلال کہتا ہو) اور اگر وہ حرام لعینہ (فی نفسہ حرام) ہے تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر کہا جائے گا، بشرطیکہ قطعی دلیل سے اس کی حرمت ثابت ہو (جیسے کہ شراب وخنزیر) ورنہ نہیں، (یعنی اگر اس حرام لعینہ کی حرمت کسی قطعی دلیل سے ثبت نہ ہو تو اس کے حلال ماننے والے کو کافر نہ کہا جائے گا) بعض علماء کی رائے ہے کہ (صاحب البحر الرائق کی بیان کردہ) یہ تفصیل (اور فرق) اس شخص کے حق میں تو درست ہے جو (حرام لعینہ اور حرام لغیرہ اور اس کے فرق کو) جانتا ہو لیکن جو شخص اس سے ناواقف ہے اس کے حق میں یہ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ کا فرق معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس کے حق میں صرف قطعی ہونے یا نہ ہونے پر مدار ہوگا، اگر امر قطعی کی حرمت کا انکار کرے گا تو کافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں، مثلاً اگر کوئی کہے کہ شراب حرام نہیں ہے تو اس کو کافر کہا جائے گا، تفصیل کے لئے البحر الرائق کی مراجعت کیجئے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے "زکوٰۃ الغنم" کے ذیل میں ج ۲ ص ۳۶ پر تصریح کی ہے کہ تکفیر کا مدار قطعی● ہونے پر ہے، اگرچہ حرام لغیرہ ہی ہو۔ (یعنی حرام لغیرہ کو بھی حلال کہے اور اس کی حرمت قطعی ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا) فرماتے ہیں، مسئلہ نماز بدون طہارت کے ذیل میں ج ۱ ص ۔۔۔ پر بھی کچھ اس کا بیان آیا ہے۔

اصول دین اور امور قطعیہ کا منکر متفقہ طور پر کافر ہے۔ (علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ "رد المحتار" میں ج ۳ ص ۳۱۰، ۳۲۸ پر طبع جدید "باب البغاۃ" میں ترک تکفیر خوارج سے متعلق "فتح القدیر" کی وہ عبارت جس کا حوالہ صاحب درمختار نے دیا ہے نقل کرنے کے بعد بطور وضاحت اگ

● یہ ماننا میں جو لوگ "سود" جیسی قطعی چیز کو حلال کہتے ہیں حالانکہ اس کی حرمت قرآن میں منصوص ہے "واحل اللہ البیع وحرم الربوا" الآیہ ۔۔۔ ان کو ۔۔۔ پر غور کرنی چاہئے ۔۔۔ قرآن کریم میں صرف ۔۔۔ تحلیل ۔۔۔ خلاف ۔۔۔ جائز ۔۔۔ صحابی ۔۔۔ کے قائل تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ" یہ آیت اسی قول کے خلاف کے حق میں نازل ہوئی اور سود کھانے والوں سے اس نے جنگ کی ہے۔ (مراجعت کیجئے تفسیر ابن کثیر ص ۔۔۔) مترجم

فرماتے ہیں:

"تحقیق شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے "مسایرہ" میں تصریح کی ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین کا مخالف (منکر) متفقہ طور پر کافر ہے، مثلاً جو شخص عالم کو قدیم مانے یا حشر جسمانی کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہو (وہ متفقہ طور پر کافر ہے) اختلاف ان (اصول وضروریات دین) کے علاوہ عقائد واحکام میں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے مبادی کا انکار (یعنی صفات الٰہیہ کے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم وقدیم ہونے کا انکار)، یا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے (خیر وشر دونوں کے لئے) عام ہونے کا انکار (یعنی صرف خیر کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت داخل ماننا اور شر کو اس کے ارادہ ومشیت سے خارج کہنا) قرآن کو مخلوق کہنا (یعنی اس قسم کے نظری اور تفصیلی عقائد کے متعلق اختلاف ہے، بعض علماء ان کے منکر کو بھی کافر کہتے ہیں اور بعض علماء کافر نہیں کہتے بلکہ فاسق ومبتدع کہتے ہیں)۔"

علامہ شامی رحمہ اللہ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"اسی طرح شرح "منیۃ المصلی" میں بیان کیا ہے کہ کسی شبہ (اور تاویل) کی بنا پر شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی خلافت کے منکر اور ان پر (معاذ اللہ) سب وشتم کرنے والے کو بھی کافر نہیں کہا جائے گا (بلکہ فاسق ومبتدع کہا جائے گا) بخلاف اس شخص کے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کا مدعی ہو (جیسے "حلولیہ" فرقہ کا عقیدہ ہے) اور یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے جانے میں) غلطی کی ہے (جیسے غالی شیعہ کا عقیدہ ہے) ایسے لوگوں کو ضرور کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ عقیدہ یقیناً کسی شبہ (وتاویل) اور تلاش حق کی کاوش وجستجو پر مبنی نہیں ہے (بلکہ محض کفر اور خباثت نفس ہے)۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ پر بہتان لگانے والا کافر ہے اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگائے یا ان کے والد بزرگوار (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے صحابی ہونے کا منکر ہو، اس لئے کہ یہ قرآن حکیم کی کھلی ہوئی تکذیب ہے جیسا کہ اس سے پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے۔"

منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما قطعاً کافر ہے (حضرت مصنف رحمہ اللہ منکر خلافت شیخین کے متعلق شرح "منیۃ المصلی" کے مذکورہ بالا بیان سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں)

اکثر فقہاء منکر خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کو مطلقاً کافر کہتے ہیں، چنانچہ "درمختار" میں شرح "وہبانیہ" سے اس کے ثبوت میں ذیل کا شعر نقل کیا ہے

وصح تكفير منكر خلافة الـ

عتيق وفي الفاروق ذلك اظهر

ترجمہ: "خلافت عتیق یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر صحیح یہ ہے کہ کافر ہے اور خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور یہی بات قوی ہے۔"

فرماتے ہیں، بلکہ "خلاصۃ الفتاویٰ" اور "صواعق" میں تو نقل کیا ہے کہ

"اصل (مبسوط) میں امام محمد بن الحسن نے اس کی تصریح کی ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے) اسی طرح "فتاویٰ ظہیریہ" میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے جیسا کہ "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں مذکور ہے۔"

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا تساہل

فرماتے ہیں لہٰذا علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بیان میں بحوالہ شرح "منیۃ المصلی" شبہ کی بنا پر منکر خلافت شیخین کو کافر کہنے میں تساہل سے کام لیا ہے چنانچہ "خزانۃ المفتین" میں بھی اسی کو صحیح کہا ہے (کہ منکر خلافت شیخین مطلقاً کافر ہے) جیسا کہ "فتاویٰ البزازیہ" میں مذکور ہے۔

اسی طرح "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج ۲ ص ۹۳ پر "برہان" سے اور "فتاویٰ جامعیہ" سے اور اس کے علاوہ دیگر کتب فتاویٰ سے نیز بعض شوافع اور حنابلہ سے بھی نقل کیا ہے (کہ منکر خلافت شیخین کافر ہے) "برہان" کی عبارت حسب ذیل ہے

"ہمارے علماء (احناف) اور امام شافعی رحمہم اللہ نے فاسق کی امامت کو اس مبتدع (گمراہ) کی امامت کو جس کی بدعت (گمراہی) پر کفر کا حکم نہ لگایا گیا ہو مکروہ کہا ہے نہ کہ فاسد جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فاسد فرماتے ہیں لہٰذا ہمارے نزدیک تمام اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کے پیچھے اقتداء جائز ہے، بجز جہمیہ، قدریہ، غالی رافضی، خلق قرآن کے قائلین، خطابیہ اور مشبہ کے (کہ ان کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں، اس لئے کہ یہ تمام فرقے کافر ہیں)۔"

فرماتے ہیں حاصل یہ ہے کہ جو مسلمان اہل قبلہ غالی نہ ہو اور اس کے کافر ہونے کا حکم نہ لگایا گیا ہو، اس کے پیچھے نماز جائز تو ہے مگر مکروہ ہے اور جو شفاعت، رویت الٰہی، عذاب قبر، کراماً کاتبین وغیرہ متواترات کا انکار کرے، اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اس لئے کہ یہ منکر بدعتی کافر ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت صاحب شریعت سے حد تواتر کو پہنچ چکا ہے ہاں جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت

وجلال کی وجہ سے نظر نہیں آسکتے، وہ مبتدع ہے، (کافر نہیں، اس لئے کہ یہ شخص رویت کا منکر نہیں بلکہ اپنے قصور فہم کی وجہ سے رویت الٰہی کو ناقابل حصول سمجھتا ہے) اس کے برعکس جو شخص "ندہب صحیح" کا منکر ہو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں (اس لئے کہ یہ امر متواتر مجمع علیہ کا منکر اور کافر ہے) ہاں جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (خلفائے ثلاثہ سے) افضل مانتا ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اس لئے کہ یہ بھی مبتدع ہے۔ (کافر نہیں)

فرماتے ہیں باقی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے پیچھے مطلقاً نماز جائز نہیں۔

وہ تمام خوارج کافر ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف "تحفہ اثنا عشریہ" نے "تحفہ" کے آخر میں ان تمام خوارج کی تکفیر کو ترجیح دی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ "باب التولی والتبری" کے مقدمہ سادسہ میں اس کو بیان کیا ہے، لیکن مصنف تحفہ نے اس مقام پر کفر وارتداد میں فرق کیا ہے، لیکن کتب فقہ میں یہ فرق اس شخص کے حق میں، جو مسلمان ہونے کا مدعی ہو، معروف نہیں ہے البتہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ قصداً تبدیل مذہب کو ارتداد اور تبدیل مذہب کے قصد کے بغیر دین کو کفر کہتے ہیں، باقی ان کے بیان سے دونوں کے حکم میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا بجز اس کے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اور کافر کا قتل جائز۔

"فتاویٰ عزیزیہ" میں حضرت شاہ صاحب کے بیشتر بیانات سے بھی خارجیوں اور ان جیسے دوسروں کی تکفیر ہی ظاہر ہوتی ہے، باقی فتاویٰ کے ج ۱ ص ۱۹ پر جو ان کا بیان ہے وہ خود ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، چنانچہ ج ۱ ص ۱۲ اور ۱۹ پر خود انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

التزام کفر اور لزوم کفر میں کچھ فرق نہیں

حضرت شاہ صاحب "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج ۱ ص ۹۵ پر فرماتے ہیں کہ "امور یقینیہ میں التزام کفر اور لزوم کفر میں چنداں فرق نہیں (یعنی جو شخص کسی بھی قطعی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب کرے گا وہ بہر صورت کافر ہو جائے گا، خواہ جیسے بھی ارتکاب کرے خواہ جانتا ہو خواہ قصداً کفر کرے یا خواہ نہ کرے) چنانچہ "تحفہ اثنا عشریہ" میں کید ۹۱ سے ذیل میں اور "باب امامت" کے عقیدہ نمبر ۲ کے ذیل میں آیت کریمہ "یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ" کے تحت اس کا بیان موجود ہے اور نیز اس کا بیان "باب تولی و تبری" کے

پانچویں مقدمہ کے اندر بھی آیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ موجب کفر و ارتداد ہے

علامہ شہاب خفاجی "شرح شفاء" "نسیم الریاض (ج ۴)" "فصل الوجہ الثالث" کے ذیل میں ص ۳۳۰ اور ص ۵۷۹ پر فرماتے ہیں۔

"اسی طرح ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو مرتد کہا ہے جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ سحنون مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد کہا ہے، خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو، خواہ علانیہ طور پر، جیسے مسیلمہ کذاب لعنۃ اللہ علیہ گزرا ہے۔ اصبغ بن الفرج مالکی کہتے ہیں کہ وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ میں نبی ہوں، میرے پاس وحی آتی ہے، وہ مرتد کی مانند ہے (یعنی اس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے) اس لئے کہ کتاب اللہ (آیت خاتم النبیین) کا بھی انکار کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی تکذیب کرتا ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے رسول بنایا ہے۔ اس یہودی کے متعلق جو کہ موسیٰ نبی ہے اور دعویٰ کرے کہ "میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری طرف اس کے احکام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔ یا یہ کہے کہ تمہارے نبی کے بعد ایک اور نبی تشریف لے کر آئے گا، اصبغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ یہودی علانیہ یہ دعویٰ کرتا ہے اور کھلم کھلا سب کے سامنے کہتا ہے تو اس سے مرتد کی طرح توبہ کروائی جائے گی (اگر چھپاتا ہے تو نہیں) اگر توبہ کر لے اور باز آجائے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ شخص نبی ﷺ سے ثقہ راویوں کی روایت کردہ حدیث "لا نبی بعدی" (میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) کی تکذیب کرتا ہے اور نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت پر نکتہ چینی اور عیب گیری موجب کفر ہے

علامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ علیہ "شرح شفاء" میں ج ۴ ص ۳۳۱ پر "فصل الوجہ الثالث" کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

"سحنون" کے رفیق احمد بن ابی سلیمان جن کے حالات اس سے قبل بیان ہو چکے ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول ﷺ کا رنگ سیاہ تھا، اس کو قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ (ایک تو) رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے (دوسرے) سیاہ رنگ معیوب بھی ہے (اس لئے رسول اللہ ﷺ کی توہین و تحقیر بھی کرتا ہے) اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سیاہ فام نہ تھے بلکہ آپ کا رنگ گلاب کی طرح سرخ و سفید اور شگفتہ تھا، جیسا کہ حلیہ مبارک سے متعلق طویل حدیث میں اس سے قبل

بیان ہو چکا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حلیہ مبارکہ میں کسی قسم کی کذب بیانی بھی موجب کفر ہے

خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بعض علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ ابن ابی سلیمان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی صفات میں سے کسی بھی صفت میں کذب بیانی کفر اور موجب قتل ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ کذب کے ساتھ تحقیر و توہین کا شائبہ ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ مذکورہ بالا صورت میں ہے اس لئے کہ سیاہ رنگ ناپسندیدہ اور معیوب ہے۔ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حالانکہ تم جانتے ہو کہ اس میں کچھ فرق نہیں پڑتا (موجب نقص و عیب ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ حضور ﷺ کی صفات مقدسہ اور حلیہ مبارکہ میں سے کسی بھی صفت کے بیان میں (کذب اور) خلاف واقع صفت کو آپ کی طرف منسوب کرنا شائبہ توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ ﷺ اکمل کامل ترین صفات کے مالک تھے کہ ان سے کامل تر صفات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ان کے خلاف جو صفت بھی آپ ﷺ کی طرف منسوب کی جائے گی ضرور اس میں آپ ﷺ کی تنقیص ہوگی۔ (لہٰذا آپ ﷺ کی صفات قدسیہ کے باب میں کوئی بھی غلط بیانی اور کذب توہین و تحقیر سے خالی نہیں ہو سکتا) لہٰذا اس صورت میں علماء متاخرین کا مذکورہ بالا اعتراض بے محل ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی صفات کو حادث یا مخلوق ماننا موجب کفر ہے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح فقہ اکبر" میں ص ۲۰ طبع پاکستان سعیدی، صفات الٰہیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی تمام تر صفات حقیقیہ ازلی ہیں، نہ حادث ہیں، نہ مخلوق۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کو مخلوق یا حادث کہتا ہے یا توقف کرتا ہے (نہ قدیم کہتا ہے نہ حادث)، یا ان میں شک و شبہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ (کی صفات) کا منکر اور کافر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق ماننا موجب کفر ہے

"کتاب الوصیۃ" میں فرماتے ہیں

"جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کو مخلوق کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کا منکر اور کافر ہے۔"

"صفت کلام" کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح فقہ اکبر" میں ص ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

"امام فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سند صحیح مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مدت دراز تک) خلق قرآن کے مسئلہ پر مناظرہ کیا، آخر ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔ یہی قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے (سند صحیح سے) مروی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم یا آپ ﷺ کی توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب "الخراج" ● میں فرماتے ہیں

"جو مسلمان شخص رسول اللہ ﷺ پر (العیاذ باللہ) سب و شتم کرے، یا آپ ﷺ کو جھوٹا کہے، آپ ﷺ میں عیب نکالے، یا کسی بھی طرح آپ ﷺ کی توہین و تنقیص کرے، وہ کافر ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ "شفاء" میں فرماتے ہیں

"رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور جو کوئی اس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔"

شاتم رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں: "مجمع الانہر"، "درمختار"، "بزازیہ"، "درر" اور "خیریہ" میں لکھا ہے کہ

"انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو سب و شتم کرنے والے (کافر) کی توبہ مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے اس کے کفر اور معذب ہونے میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں

دنیوی احکام کے اعتبار سے تو اس کی توبہ کے قبول اور معتبر ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ (بعض کہتے ہیں شاتم رسول کی توبہ مقبول نہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے اور بعض اس کی توبہ کو قبول کرتے ہیں، بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے) مگر فیما بینہ و بین اللہ اس کی توبہ مقبول ہے (یعنی اگر صدق دل سے اس نے توبہ کی اور اس پر زندگی بھر قائم رہا تو آخرت میں ان شاء اللہ سب و شتم رسول کے عذاب اور کفر سے بچ جائے گا) لیکن "خلاصۃ الفتاوی" میں منقولہ "محیط" کی عبارت کی مراجعت کرنی چاہیے کہ اس میں مشائخ حنفیہ کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ "عند اللہ بھی شاتم رسول کی توبہ قبول نہ ہوگی۔" یہ قول مجھے سوائے محیط کی عبارت کے اور کہیں نہیں ملا، ہو سکتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو۔

ضروری اور قطعی امور دین کا منکر اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو کافر ہے، نیز اہل قبلہ کے معنی اور مراد: ملا علی قاری رحمہ اللہ "شرح فقہ اکبر" میں (ص ۱۹۵ سعیدی پر) فرماتے ہیں

● ص ۱۸۲ فصل الحکم فی المرتد عن الاسلام

"مواقف" میں لکھا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر صرف اسی قول و فعل پر کی جائے گی جس میں ایسے امر کا انکار پایا جائے جس کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت یقینی طور پر معلوم ہو، یا مجمع علیہ ہو (یعنی امت کا اس پر اتفاق ہو) مثلاً محرمات (وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے) کو حلال جاننا اور کہنا، اس کے بعد قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مخفی نہ رہے کہ علماء احناف کے اس قول "لا یجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب" (کسی بھی گناہ کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی کوئی نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے اس کو کافر کہنا جائز نہیں، اس لئے کہ وہ غالی رافضی جن کا عقیدہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس وحی بھیجی تھی، انہوں نے محمد ﷺ کے پاس پہنچا دی، یا جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی (العیاذ باللہ) خدا تھے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں، اگرچہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث (جو اس اصطلاح کا ماخذ ہے):

"من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم"

ترجمہ: "جو شخص ہماری (طرح) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارے ذبیحہ کو (حلال سمجھ کر) کھائے وہ مسلمان ہے۔"

کی مراد بھی یہ ہے کہ (تمام دین کو مانتا ہو اور کسی بھی موجب کفر عقیدہ اور قول و فعل کا مرتکب نہ ہو) نہ کہ ہر وہ شخص جو یہ تین کام کرے وہ مسلمان ہے، اگرچہ کیسے ہی کفریہ عقائد و اعمال کا مرتکب ہو)۔"

رافضی اور غالی شیعہ: "تحفۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں:

"رافضی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نبی تھے اور (تمام کفریہ عقائد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں) اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اور اس کی تمام مخلوق قیامت تک ان پر لعنت کریں اور اللہ تعالی ان کی آباد بستیوں کو ویران کر دیں اور صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیں اور روئے زمین پر ان میں سے کسی شخص کو زندہ نہ رہنے دیں، اس لئے کہ یہ لوگ اپنے غلو میں انتہا کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے کفریہ عقائد پر مصر ہیں، اسلام کو انہوں نے بالکل خیرباد کہہ دیا ہے اور ایمان سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، اللہ تعالی (کی ذات و صفات) کا، نبیوں (کی تعلیمات) کا اور قرآن (کی نصوص) کا انکار کر دیا ہے، اللہ تعالی ہمیں ان لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔"

تحقیر کی نیت سے نبی کے نام کی "تصغیر" بھی کفر ہے: "تحفہ شرح منہاج" میں فرماتے ہیں:

"یا کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے، یا کسی بھی طرح ان کی تحقیر و توہین کرے، مثلاً تحقیر کی نیت سے بصورت تصغیر ان کا نام لے، یا ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی کی نبوت کو جائز کہے، ایسا شخص کافر ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنایا گیا ہے (آپ ﷺ کے بعد نہیں) لہٰذا ان کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا باعث اعتراض نہیں ہو سکتا۔"

رافضی قطعاً کافر ہیں۔ — عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ "شرح فرائد" میں فرماتے ہیں

"ان رافضیوں کے مذہب کا فساد اور بطلان ایسا بدیہی اور مشاہد ہے کہ اس کے لئے کسی برہان و دلیل کی بھی ضرورت نہیں (یہ عقائد) بھلا کیسے (صحیح اور درست ہو سکتے ہیں) جبکہ ان کی بنا پر ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ یا بعد میں کسی اور کے نبی ہونے کا جواز نکلتا ہے اور اس سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن تو صاف صریح لفظوں میں اعلان کر رہا ہے کہ آپ خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں اور خدا کا رسول کہہ رہا ہے: "انا العاقب لا نبی بعدی" (میں (سب کے) پیچھے آنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن و حدیث ان الفاظ کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا اور جانتا ہے، یہ مسئلہ (تکذیب قرآن و حدیث) بھی ان مشہور مسائل میں سے ایک ہے، جن کی بنا پر ہم نے فلسفیوں کو کافر کہا ہے (پھر) رافضیوں کو کیوں نہ کافر کہیں) خدا ان پر لعنت کرے۔"

کافر و مبتدع کا فرق، کن امور پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جاتی ہے "عقائد العضدیہ" میں فرماتے ہیں:

"ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر صرف ان عقائد کی بنا پر کہتے ہیں، جن سے خالق مختار کا انکار لازم آئے یا جن میں شرک پایا جائے، یا جن میں نبوت و رسالت کا انکار پایا جائے، یا کسی مجمع علیہ قطعی امر کا انکار پایا جائے، یا کسی حرام کو حلال مانا جائے، ان کے علاوہ باقی عقائد فاسدہ کا ماننے والا مبتدع (گمراہ) ہے۔"

جو شخص کسی مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔ ابو شکور سالمی "تمہید" میں فرماتے ہیں:

"رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ عالم کبھی بھی نبی کے وجود سے خالی نہیں ہو سکتا، یہ عقیدہ کھلا ہوا کفر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو "خاتم النبیین" کے لقب سے یاد فرمایا ہے، اب جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو کوئی (بارادۂ تصدیق) اس سے معجزہ طلب کرتا ہے وہ بھی

کافر ہے، اس لئے معجزہ طلب کرنا عقیدہ ختم نبوت میں شک کی دلیل ہے (اور امکان نبوت کا غماز ہے) رافضیوں کے علی الرغم یہ عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی کوئی نبوت میں آپ ﷺ کا شریک نہ تھا، اس لئے کہ رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک تھے اور یہ صریح کفر ہے۔"

حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو امت نے قتل کر کے سولی پر لٹکایا ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں فرماتے ہیں

"خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے (عبرت کے لئے) سولی پر لٹکایا تھا، اسی طرح اور بہت سے خلفاء اور سلاطین نے اپنے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کی تصویب و تائید کی ہے اور جو کوئی ان تصویب کرنے والے علماء کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔"

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورۂ احزاب کی تفسیر کے تحت "بحر محیط" میں اس پر عمل اجماع امت نقل کیا ہے۔

متواتر و مجمع علیہا امور کا منکر کافر ہے، نماز کے ارکان و شرائط یا اس کی صورت و ہیئت کا منکر کافر ہے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "شفاء" میں فرماتے ہیں

"اسی طرح اس شخص کو بھی قطعی طور پر کافر کہا جائے گا جو شریعت کے کسی بھی اصول کی اور ان قواعد و اعمال کی تکذیب یا انکار کرے جو نقل متواتر کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور ہر زمانے میں ان پر امت کا اجماع رہا ہے، مثلاً جو شخص پانچوں نمازوں کی فرضیت کا یا ان کی رکعتوں اور رکوع و سجود کی تعداد کا انکار کرے اور کہے اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر مطلقاً نماز فرض کی ہے یہ کہ پانچ ہوں اور اسی مخصوص صورت میں ہوں اور ان شرائط کے ساتھ ہوں (جیسا کہ قیاسی غلو کہتے ہیں) اس کو میں نہیں مانتا اس لئے کہ قرآن میں تو اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث خبر واحد ہے (ثبوت کے لئے کافی نہیں) ایسا شخص قطعاً کافر ہے۔"

کن لوگوں کو کافر کہا جائے؟ "شفاء" کی شرح "خفاجی" ج ۴ ص ۵۳۲ تا ۵۴۲ "فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر" کے اور شرح "شفاء" ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقتباسات (جن میں ان لوگوں کی تعیین کی گئی ہے جن کو کافر کہا جائے گا)۔

۱:- **جو حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانتا ہو** خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے، مثلاً مسیلمہ کذاب کو یا اسود عنسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو یا آپ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کی نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے مرزائی مرزا غلام احمد علیہ ما علیہ کی نبوت کے مدعی ہیں) اس لئے کہ آپ ﷺ قرآن و حدیث کی نصوص و تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں، لہٰذا ان عقائد اور دعووں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے، جو صریح کفر ہے، مثلاً عیسویہ فرقہ۔●

۲:....جو شخص خود اپنی نبوت کا مدعی ہو "یا جو شخص ہمارے نبی ﷺ کے بعد خود اپنے نبی ہونے کا مدعی ہو جیسے مختار ابن ابی عبید ثقفی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے (یا ہمارے زمانہ میں مرزائے قادیان علیہ ما علیہ نے اپنے نبی اور مسیح الہی ہونے کا دعویٰ کیا ہے) خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر اس شخص کا کافر ہونا بھی واضح ہے جو ایسے مدعی نبوت کی تصدیق کے ارادہ سے اس سے معجزہ طلب کرے، اس لئے کہ یہ شخص حضور ﷺ کے بعد کسی کے نبی ہونے کو جائز سمجھ کر ہی اس سے معجزہ طلب کرتا ہے، درآنحالیکہ آپ ﷺ کے بعد کسی کا نبی ہونا دلائل قطعیہ شرعیہ کی رو سے قطعاً محال ہے (جو اس کو جائز اور ممکن سمجھے وہ کافر ہے) ہاں اگر کوئی شخص اس مدعی نبوت کی تحمیق و تجہیل اور اس کے جھوٹ کو طشت از بام کرنے کی غرض سے اس سے معجزہ طلب کرتا ہے تو یہ اور بات ہے (یہ شخص معجزہ طلب کرنے سے کافر نہ ہوگا)"

۳: جو نبوت کے اکتسابی ہونے کا مدعی ہو   خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو نبوت کو اکتسابی اور صفائے قلب کے ذریعہ مرتبہ نبوت تک پہنچنے کو ممکن اور قابل حصول مانتا ہو جیسا کہ فلاسفہ اور غالی صوفی (اس کے مدعی ہیں)"

۴: جو شخص اپنے پاس وحی آنے کا مدعی ہو   فرماتے ہیں

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ "میرے پاس وحی آتی ہے" اگرچہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ بھی کرے، فرماتے ہیں کہ یہ تمام مذکورہ بالا اشخاص (اور ان کے ماننے والے) سب کافر ہیں، اس لئے کہ یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں، اور آپ ﷺ کی تصریحات کے خلاف دعوے کرتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پاکر امت کو خبر دے چکے ہیں کہ "میں خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہوں اور یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"

● عیسیٰ بن اسحاق یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ [illegible]

قرآن حکیم بھی آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور قیامت تک تمام نوع انسانی کے لئے رسول مبعوث ہونے کی خبر دیتا ہے، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام آیات و احادیث اپنے ظاہر پر ہیں (ان میں کوئی مجاز و استعارہ یا تقیید و تخصیص نہیں ہے) کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور آپ ﷺ کی بعثت عام ہے اور ان آیات و احادیث کے وہی ظاہری معنی مراد ہیں جو ان کے لفظوں سے سمجھے جاتے ہیں، نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی، لہٰذا امت کے مستند و معتمد علماء کے نزدیک کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کی رو سے ان تمام لوگوں کے کافر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور ان گمراہ فرقوں کا کوئی اعتبار نہیں جو اس کے مخالف ہیں، یا اجماع کے حجت ہونے میں ہی کلام ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آتا ہے۔

۵: جو آیات قرآن اور نصوص حدیث کو ان کے ظاہری اور مجمع علیہ معانی سے ہٹاتے ہیں:... فرماتے ہیں

"اسی طرح علماء امت کا اجماع ہے ہر اس شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی صریح آیات کو رد کرے، یعنی ان کے ظاہری معنی کا انکار کرے، اور نہ مانے، جیسے بعض باطنی فرقے جو آیات قرآنیہ کے صاف اور صریح معنی کو چھوڑ کر ایسے عجیب عجیب معنی اور مراد بیان کرتے ہیں جو قطعاً ظاہر کے خلاف (اور تحریف کا مصداق) ہیں یا کسی ایسی حدیث میں تخصیص کرے جس کا مفہوم عام ہے، اور اس کی صحت اور راویوں کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے، اور صریح مراد پر اس کی دلالت قطعی اور یقینی ہے، (یعنی باتفاق علماء وہ اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے) نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے، نہ تخصیص کی، نہ ہی وہ منسوخ ہے، (ایسے لوگ) اس لئے کافر ہیں کہ صریح آیات و احادیث میں اس قسم کی تاویل و تخصیص کرنا قرآن و حدیث کو کھیل بنانے کے مرادف ہے، جیسا کہ علماء امت نے خارجیوں کو شادی شدہ زانی مرد و عورت کو سنگسار کرنے سے انکار کرنے کی بنا پر کافر کہا ہے، اس لئے کہ اس رجم پر امت کا اجماع ہے، اور یقینی طور پر رجم ضروریات دین میں سے ہے، یعنی صاحب شریعت سے اس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہے۔"

۶: جو اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کو کافر نہ کہے   فرماتے ہیں

"اسی لئے (یعنی صریح اور مجمع علیہ نصوص میں تاویل و تحریف کرنے والے کی تکفیر کے یقینی ہونے کی وجہ سے) ہم ہر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو کافر نہ کہے، یا ان کو کافر کہنے میں توقف (تردد) کرے، یا ان کے کفر میں شک و شبہ کرے، یا ان کے

مذہب کو درست کہے، اگرچہ یہ شخص اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو، اور اسلام کے علاوہ ہر مذہب کو باطل بھی کہتا ہو تب بھی یہ غیر مذہب والوں کو کافر نہ کہنے والا خود کافر ہے، اس لئے کہ یہ شخص ایک مسلم کافر کو کافر کہنے کی مخالفت ● کر کے خود اسلام کی مخالفت کرتا ہے، اور یہ دین پر کھلا ہوا طعن اور اس کی تکذیب ہے (مختصر یہ ہے کہ کسی بھی دین اسلام کے نہ ماننے والے کو کافر نہ کہنا دین اسلام کی مخالفت اور تکذیب کے مترادف ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہے)۔"

۷۔۔۔ جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے کہ جس سے امت کی تضلیل یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر ہوتی ہو

فرماتے ہیں:

"اسی طرح ہر اس شخص کی تکفیر بھی قطعی اور یقینی ہے جو کوئی ایسی بات زبان سے کہے جس سے اس کا مقصد تمام امت مسلمہ کو دین اور صراط مستقیم سے منحرف اور گمراہ ثابت کرنا ہو، اور اس کا قول تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کی تکفیر کا موجب ہو، جیسے رافضیوں میں "کمیلیہ" فرقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام امت کو صرف اس لئے کافر مانتا ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں بنایا، اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کافر کہتا ہے کہ وہ خود (خلافت حاصل کرنے کے لئے) آگے نہیں بڑھے، اور اپنے حق کو طلب نہیں کیا (العیاذ باللہ) یہ لوگ متعدد وجوہ سے کافر ہیں، اس لئے کہ انہوں نے تمام مذہب و ملت کا صفایا کر دیا۔"

۸۔۔۔۔۔ جو مسلمان کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جو خاص کفر کا شعار ہے

فرماتے ہیں:

"اسی طرح (یعنی مذکورہ بالا لوگوں کی طرح) ہم ہر اس مسلمان شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو کسی ایسے کفریہ فعل کا ارتکاب کرے، جس کے متعلق مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے، اور حقیقۃً اس کو کافر ہی کر سکتا ہے، اگرچہ خود یہ شخص مسلمان ہی ہو اور اس کفریہ فعل کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے بھی کرتا ہو۔"

کسی کفریہ قول کے قائل کی تائید و تحسین کرنے والا بھی کافر ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری قول کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

البحر الرائق ج:۵ ص:۱۲۳ اور اس کے علاوہ کتب فقہ میں لکھا ہے جس شخص نے کسی گمراہ عقیدہ

● اس دور میں جو لوگ کسی بھی غیر مسلم کو کافر کہنے سے اجتناب کرتے ہیں اور ان کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں، وہ اپنے ایمان کی فکر کریں، کیسی اس کا ایمان ہی "کا ادراک" سعت نظر تہذیب ہے یا بے حسی اور احساس کمتری پر [illegible]

والے شخص کے قول کی تحسین کی، یا یہ کہا کہ یہ (عام فہموں کی سطح سے بلند) معنوی کلام ہے (ہر شخص اس کی مراد نہیں سمجھ سکتا) یا یہ کہا کہ اس کلام کے صحیح معنی بھی ہو سکتے ہیں اور (اس کی کوئی خلاف ظاہر تاویل کی) تو اگر اس قائل کا وہ قول کفریہ (موجب کفر) ہے تو اس کی تحسین کرنے والا (یا اس کو صحیح کہنے والا یا تاویل کرنے والا) بھی کافر ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی "الاعلام" کی فصل "الکفر المتفق علیہ" کے ذیل میں حنفیہ کی کتابوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"جس شخص نے زبان سے کوئی کفریہ کلمہ کہا، اس کو کافر کہا جائے گا، اور جو شخص اس کی تحسین کرے، یا اسے پسند کرے اس کو بھی کافر کہا جائے گا۔"

بالقصد کلمہ کفر کہنے والے کے قول کی کوئی تاویل معتبر نہیں

"رد المحتار" (شامی) میں ج:۳ ص:۲۹۳ بحوالہ "البحر الرائق" "بزازیہ" سے نقل کرتے ہیں

"مگر جب (زبان سے کلمہ کفر کہنے والا) تصریح کرے کہ میری مراد وہی ہے جو موجب کفر ہے تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتی)۔"

کلمہ کفر کہنے والے کی نیت کا اعتبار کس صورت میں ہے اور کہاں ہے؟

"فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں "محیط" وغیرہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

"اگر کسی مسئلہ کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہوں، ان میں سب صورتیں تو موجب کفر ہوں اور ایک صورت ایسی ہو جو کفر سے بچاتی ہو تو مفتی کو وہی ایک صورت اختیار کرنی چاہئے (اور کفر کا حکم نہ لگانا چاہئے) بجز اس کے کہ وہ خود صراحۃً کہے کہ میری مراد یہ (موجب کفر) صورت ہی ہے، تو (وہ کافر ہو جائے گا اور) کوئی تاویل اس کے لئے مفید نہ ہوگی (کفر سے نہ بچ سکے گی) نیز فرماتے ہیں پھر اگر (کلمہ کفر) کہنے والے کی نیت وہ صورت ہے جو کفر سے بچاتی ہے تو وہ مسلمان ہے (اور اس کی تاویل کو تسلیم کر لیا جائے گا) اور اگر اس کی نیت وہی صورت ہے جو موجب کفر ہے (تو وہ کافر ہے) کسی مفتی کا فتویٰ اس کے لئے مفید نہیں (کفر سے نہیں بچا سکتا، حاصل یہ ہے کہ کسی قول کی صحیح تاویل فی نفسہ ممکن ہو، اس پر مدار نہیں، بلکہ قائل کے ارادہ اور نیت پر مدار ہے، کفر کا قصد کرے گا تو یقیناً کافر ہو جائے گا، اگرچہ صحیح تاویل ہو سکتی ہو، واضح ہو کہ یہ اسی تاویل کے متعلق بحث ہے جو از روئے عربیت صحیح ہو اور اصول شریعت کے منافی نہ ہو جیسا کہ سابقہ بیانات سے واضح ہے)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حموی کی کتاب "الاشباہ والنظائر" کے حاشیہ میں بھی بحوالہ

"عمادیہ" میں لکھا ہے، اور در مختار میں بھی بحوالہ "درر" وغیرہ یہی مذکور ہے۔

ہنسی، دل لگی اور کھیل تفریح کے طور پر کلمہ کفر کہنے والا قطعاً کافر ہے، نہ اس کی نیت کا اعتبار ہے نہ عقیدہ کا

"ردالمحتار" (شامی) ج ۳ ص ۲۹۳ پر علامہ شامی بحوالہ "بحر" فرماتے ہیں۔

"حاصل یہ ہے کہ جو شخص زبان سے کوئی کلمہ کفر کہتا ہے، خواہ ہنسی مذاق کے طور پر یا کھیل تفریح کے طور پر یہ شخص سب کے نزدیک کافر ہے اس میں اس کی نیت یا عقیدہ کا کوئی اعتبار نہیں (اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ استہزاء ہے، جو بجائے خود موجب کفر ہے) جیسا کہ "فتاویٰ خانیہ" میں اس کی تصریح کی ہے، (اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا اعتبار اسی صورت میں ہے کہ کلمہ کفر ہنسی، دل لگی کے طور پر نہ کہا ہو ورنہ استہزاء وتلاعب بالدین کی بنا پر کافر کہا جائے گا اور نیت وعقیدہ کا اعتبار نہ ہوگا۔"

"فتاویٰ ہندیہ" میں ج ۲ ص ۲۳۳ اور "جامع الفصولین" میں لکھا ہے

"جو شخص اپنی مرضی سے کلمہ کفر زبان سے کہتا ہے وہ کافر ہے، اگرچہ اس کے دل میں ایمان ہو۔ اور عند اللہ بھی وہ مومن نہ ہوگا۔" "فتاویٰ قاضی خان" میں بھی یہی لکھا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "خلاصۃ الفتاویٰ" میں اس مقام پر ناسخ (کاتب) سے غلطی ہوئی ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

نیز فرماتے ہیں "عمادیہ" میں اس مسئلہ کو "محیط" کی جانب منسوب کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔●

"وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ"

ترجمہ: "بے شک ان لوگوں نے کفر یہ کلمہ کہا ہے اور (اس کی وجہ سے) وہ مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔"

جو لوگ وحی، نبوت، حشر جسمانی، جنت و دوزخ وغیرہ کے اہل اسلام کی طرح قائل نہ ہوں کافر ہیں:

علامہ شامیؒ "ردالمحتار" میں ج ۳ ص ۲۹۶ پر فرماتے ہیں

"وہ (فلاسفہ) وحی کے فرشتے کے ذریعہ آسمان سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہیں، اور (اسی طرح اور) بہت سے عقائد کا انکار کرتے ہیں، جن کا ثبوت انبیاء کرام علیہم السلام سے قطعی یقینی ہے، مثلاً حشر جسمانی، جنت، دوزخ وغیرہ، حاصل یہ ہے کہ اگرچہ وہ (فلاسفہ) انبیاء ورسل کو مانتے ہیں،

● حالانکہ ان لوگوں نے یہی ہنسی دل لگی کا عذر پیش کیا تھا "انما کنا نخوض ونلعب" مگر حق تعالیٰ نے اس کو رد فرمایا: أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون۔ لا تعتذروا ... آیات میں ... کا ... والی لئے کہ استہزاء بالدین بجائے خود موجب کفر ہے۔ (مترجم)

مگر اس طرح نہیں مانتے جیسے اہل اسلام مانتے ہیں، لہٰذا ان کا انبیاء کو ماننا نہ ماننے کی مانند ہے۔"

جو انبیاء کے معصوم ہونے کا قائل نہ ہو وہ کافر ہے

"الاشباہ والنظائر" میں ص ۲۶۹ باب "الردۃ" میں فرماتے ہیں:

"جس شخص کو نبی کے سچا ہونے میں شک ہو، یا نبی کو سب وشتم کرے، یا عیب جوئی کرے یا توہین تحقیر کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص انبیاء علیہم السلام کی جانب بدکاریوں کی نسبت کرے، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی جانب قصد زنا کی نسبت کرے، اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے، اور اگر کوئی یہ کہے کہ: "انبیاء نبوت کے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی (گناہوں سے) معصوم نہیں ہوتے۔" تو اس کو بھی کافر کہا جائے گا، اس لئے کہ یہ قول وعقیدہ صریح نصوص شرعیہ کی تردید ہے۔"

محرمات شرعیہ قطعیہ کو جو شخص اپنے لئے حلال سمجھے، وہ کافر ہے، اور اس کا جہل عذر نہیں ہے۔

اسی "الاشباہ والنظائر" کے فن "الجمع والفرق" اور "الحیل" کے آخر میں مذکور ہے:

"جس شخص نے اپنی جہالت کے بنا پر یہ گمان کر لیا کہ جو حرام وممنوع فعل میں نے کئے ہیں، وہ میرے لئے حلال وجائز ہیں، تو اگر وہ (افعال واعمال) ان امور میں سے ہیں جن کا دین رسول اللہ (ﷺ) سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہے، (یعنی ضروریات دین میں سے ہیں) تو اس شخص کو کافر کہا جائے گا ورنہ نہیں۔"

صحیح بخاری کی ایک حدیث، اور قدرت باری تعالیٰ کے اعتقاد سے متعلق ایک اشکال اور اس کا حل۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اسی بحث کے ذیل میں کہ "جہل شرعاً عذر ہے یا نہیں" "بخاری" کی مذکورہ ذیل حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں امم سابقہ کے ایک شخص کی حدیث کے تحت جس نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا، اور کہا تھا کہ:

"فو الله لئن قدر الله علي ليعذبني عذابا ما عذبه احداً" (ج ۶ ص ۳۶۵)

ترجمہ: "خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہو گیا تو مجھے وہ عذاب دے گا جو کسی کو نہ دیا ہوگا۔"

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں "فتح الباری" باب "ما ذكر من بني اسرائيل حديث ابي هريرة من طريق معمر عن الزهري." (ج ۶ ص ۳۶۵)

"ورده ابن الجوزی وقال جحده صفة القدرة كفر اتفاقا"

ترجمہ "ابن جوزی نے اس حدیث کو رد کیا ہے، (ضعیف یا موضوع کہ ہے) اور کہا ہے کہ اس شخص کا صفت قدرت کا انکار اتفاقاً کفر ہے، (لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں ہو سکتی)۔"

لیکن "بخاری" میں ج ۲ ص ۹۵۹ پر باب "الخوف من الله عز وجل" کے ذیل میں (اسی شخص مذکور کی حدیث کے تحت) حافظ رحمہ اللہ عارف بن ابی جمرہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"واما ما اوصى به فلعله كان جائزا فى شرعهم ذلك لتصحيح التوبة فقد ثبت فى شرع بنى اسرائيل قتلهم انفسهم لتصحيح التوبة." (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۶۳)

ترجمہ "باقی رہی اس کی وصیت تو ممکن ہے کہ ان کی شریعت میں توبہ کی صحت کے لئے یہ (نعش کو آگ میں جلا دینا جائز ہو، جیسا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں توبہ کی صحت کے لئے قتل نفس (مجرموں کا قتل کرنا) ثابت ہے۔"

(گویا حافظ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حدیث صحیح مان لی جائے تو لاش کو آگ میں جلانے کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے، لیکن ابن جوزی رحمہ اللہ کے اعتراض "انکار قدرت" کا جواب باقی رہ جاتا ہے، حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ "لئن قدر الله علىّ" کی ایسی لطیف توجیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نہ ابن جوزی رحمہ اللہ کا اعتراض باقی رہتا ہے، اور نہ عارف ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ کی توجیہ (جو احتمال محض ہے) کی ضرورت باقی رہتی ہے، اور یہ حدیث مسئلہ زیر بحث یعنی "جہل شرعاً عذر ہے" کے تحت آجاتی ہے)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

میرے نزدیک "لئن قدر الله علىّ" سے اس شخص کی مراد یہ ہے کہ بخدا! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب دینے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے قبر سے پہلے صحیح سالم موجود پا لیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو وہ عذاب نہ دیا ہوگا (اس لئے تم میری لاش جلا کر، اور راکھ کو خاک میں ملا کر، اور خاک کو ہوا میں اڑا کر اس طرح نیست و نابود کر دینا کہ میرا نام و نشان ہی باقی نہ رہے، لہٰذا اس کا قول اور وصیت شدت خوف الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت علی الاحیاء سے ناواقفیت اور جہل پر مبنی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے عذاب سے بچنے کی یہ تدبیر نکالی، اسی جہل کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا) نہ یہ کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی تردد ہے (جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے سمجھا ہے)

فرماتے ہیں اسی جہل من صفات اللہ پر اللہ تعالیٰ نے ذیل کی آیت کریمہ میں یہود کی مذمت کی ہے، اور ان کی عقل و خرد پر ماتم فرمایا ہے۔

"وما قدروا الله حق قدره"

ترجمہ اور ان یہود نے نہیں اللہ کی قدر پہچانی جیسے کہ پہچاننی تھی۔"

چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول بھی واقعہ ہے اسی صورت میں آیت کریمہ کے آخر میں "سُبحانَهُ وتعالى عمّا يُشرِكُون" (پاک ہے اللہ اور برتر ان تمام شرکیہ امور سے جو وہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں) کے اندر یہودیوں کے اسی فعل کو شرک قرار دیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو اپنی ناقص عقل و فہم کے پیمانوں سے ناپا تھا، اور اپنی جی اور خیالی صورتوں پر قیاس کر رکھا تھا، (یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر رکھا تھا۔ جیسا کہ اس شخص نے لاش کو جلا کر خاک کر دینے کو اللہ کی گرفت سے بچ جانے کی تدبیر سمجھ کر مذکورہ بالا وصیت کی تھی)

بربنائے جہل حرام کو حلال سمجھ لینا کن صورتوں میں اور کن لوگوں کے لئے عذر ہے؟

(حضرت مصنف علیہ الرحمۃ "جهل عن الاحكام الشرعية" کے عذر ہونے سے متعلق "صحیح بخاری" ج ۱ ص ۳۰۵ میں "باب الكفالة" کی ایک حدیث پیش فرماتے ہیں)

باقی "صحیح بخاری" میں ایک شخص کے اپنی بیوی کی مملوکہ کنیز سے جماع کر بیٹھنے کا جو واقعہ مذکور ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی (عامل حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے اس شخص سے (بارگاہ خلافت میں پیش ہونے پر) ضامن لے لئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور اس شخص اور ضامنوں کو پیش کیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے اس شخص کو سو کوڑے لگا ہی چکے تھے، لہٰذا انہوں نے ان ضامنوں کے بیان کی تصدیق فرمائی اور اس شخص کو (مسئلہ شرعی سے) ناواقف ہونے کی بنا پر معذور قرار دیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۷۰) ۔ تو ظاہر یہ ہے کہ اس (جہل) سے مراد (جس کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم نہیں کیا تھا) صرف "شبہ فی الفعل" ہے، (یعنی اس شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے جماع کرنے کو اپنی بیوی سے جماع کرنے کی طرح حلال سمجھ لیا تھا) جو "باب رجم" میں (حنفیہ کے نزدیک بھی) معتبر ہے، (یعنی حنفیہ بھی "شبہ فی الفعل" کو حد زنا میں موثر مانتے ہیں) باقی اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو سو کوڑے بطور تعزیر لگائے تھے تاکہ لوگ اس کو حیلہ نہ بنا لیں۔

فرماتے ہیں اس مسئلہ میں (کہ اپنی بیوی کی کنیز کو اپنے لئے حلال سمجھ کر جماع کر لینا حد کو یا حد کا موجب ہے) "سنن ابی داؤد" میں ("باب جماع الرجل جارية امرأته" کے تحت) اور "طحاوی" وغیرہ میں ایک (مرفوع) روایت بھی موجود ہے، (لہٰذا اس واقعہ میں حد زنا سے بچ جانے کا سبب یہ شبہ ہے) نیز اس کے علاوہ اور کسی قسم کا جہل (یعنی یہ "حد" کا معاملہ ہے جو شبہ کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہے، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مسائل شرعیہ سے ناواقفیت کی بنا پر فی نفسہ کوئی حرام چیز کسی

کے لئے حلال ہو سکتی ہے)۔

فرماتے ہیں: کسی شخص کا نو مسلم (اور مسائل شرعیہ سے ناواقف) ہونا ہمارے فقہاء کے نزدیک بھی عذر معتبر ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "بغیۃ المرتاد" میں ص ۳۱۱ پر فرماتے ہیں

"بے شک وہ مقامات اور زمانے جن میں نبوت (اور احکام شرعیہ کے پہنچنے) کا سلسلہ منقطع ہو جائے، ان میں اس شخص کا حکم جس پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) مخفی رہے ہوں، یہاں تک کہ اس نے (ناواقفیت کی بنا پر) آثار نبوت (اور احکام شرعیہ) میں سے کسی امر کا انکار کر دیا ہو، اس پر خطا (اور گمراہی) کا حکم اس طرح نہیں لگایا جا سکتا جیسے ان زمانوں اور مقامات کے لوگوں پر لگایا جا سکتا ہے، جن پر نبوت کے آثار (اور احکام شرعیہ) ظاہر ہو چکے ہوں، (یعنی جو شخص یا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے یا جس ملک میں نیا نیا اسلام پہنچا ہے صرف اس شخص اور اس ملک کے لئے احکام شرعیہ سے ناواقفیت عذر ہے)۔"

اتمام حجت سے کیا مراد ہے؟ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنی تصانیف میں تکفیر سے پہلے (منکرین پر) اقامت حجت کا جو تذکرہ فرماتے ہیں، اس سے مراد صرف "ادلہ" واحکام شرعیہ کی تبلیغ ہے (نہ کہ ان کو منوا لینا اور لاجواب کر دینا) جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں (جو عنقریب آ رہی ہے) "فادعہ" کے الفاظ سے ظاہر ہے (کہ مرتد کو صرف اسلام کی دعوت دینا کافی ہے، اگر قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دو) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کے یہودیوں کو صرف دعوت اسلام دینے پر اکتفا کرتے ہیں ● چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی اکتفا تبلیغ پر "اخبار الآحاد" کے ذیل میں ایک باب قائم کیا ہے، حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورۂ انعام کی آیت کریمہ: "وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ" سے بھی اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ضروریات دین سے ناواقفیت اور جہل عذر نہیں ہے "الاشباہ والنظائر" میں فرماتے ہیں۔

"جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں، اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔"

● دیکھئے بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۰ باب غزوہ خیبر [illegible]

● ابن عساکر [illegible] مصنف رحمہ اللہ۔

حموی رحمہ اللہ اس کی شرح میں ص ۲۹۷ پر فرماتے ہیں:

"یعنی موجبات کفر کے باب میں ضروریات دین سے (ناواقفیت اور) جہل عذر نہیں ہے، بخلاف ضروریات دین کے علاوہ امور دینیہ کے، مفتی بہ قول کے مطابق ان میں ناواقفیت عذر ہے، جیسا کہ اس سے پہلے آ چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ کہنا کہ: "علماء محض ڈرانے دھمکانے کے لئے کافر کہہ دیا کرتے ہیں، حقیقت میں کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا" سراسر جہالت ہے۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حموی رحمہ اللہ نے (اس مقام پر) مسئلہ تکفیر سے متعلق نہایت مفید امور پر متنبہ کیا ہے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ "فقہاء کا کسی شخص کو کافر کہہ دینا صرف ڈرانے دھمکانے پر مبنی ہوتا ہے، نہ یہ کہ وہ شخص فیما بینہ وبین اللہ کافر ہو جاتا ہے" (یعنی فقہاء کے کافر کہہ دینے سے حقیقت میں کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا) یہ قول سراسر ان کہنے والوں کی جہالت کی دلیل ہے، چنانچہ "فتاوی بزازیہ" سے وہ اس قول کی تردید نقل کرتے ہیں اور "فتاوی بزازیہ" فقہ وافتاء کی معتبر کتابوں میں سے ہے، چنانچہ فقہاء نے "مولی ابی السعود" سے جو "دیار روم" کے مفتی بھی ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف بھی، جن میں ان کی تفسیر (خاص طور پر قابل ذکر) ہے، اس "فتاوی بزازیہ" کی تعریف وتوصیف نقل کی ہے، حموی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "بزازیہ" کے الفاظ یہ ہیں:

"بعض ایسے لوگوں سے جنہیں علم سے کوئی واسطہ نہیں منقول ہے، وہ کہتے ہیں "کتب فتاوی میں جو یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ: "فلاں قول یا فعل پر کافر ہو جائے گا اور فلاں پر" یہ محض ڈرانے اور دھمکانے کے لئے ہوتا ہے، نہ یہ کہ حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے۔" یہ قول قطعاً باطل ہے، حق یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین سے بروایت صحیح (جن اقوال وافعال پر) تکفیر مروی ہے، اس سے مراد حقیقتہً کفر ہے۔ (یعنی ان کا ارتکاب کرنے والا حقیقت میں کافر ہو جاتا ہے) باقی ائمہ مجتہدین کے علاوہ دوسرے علماء سے جو تکفیر منقول ہے اس پر مسئلہ تکفیر میں (اعتماد نہ کیا جائے اور) کفر کا فتوی نہ دیا جائے۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "البحر الرائق" میں بھی یہی مذکور ہے اور "الیواقیت" اور "منحۃ الخالق" میں بھی "بزازیہ" کی یہی عبارت بتمامہ نقل کی ہے اور "الیواقیت" میں اس پر خلاقی کے قول کا بھی اضافہ ہے، وہ فرماتے ہیں

"اگر کسی زمانہ میں کوئی ایسا مجتہد پیدا ہو جائے جس میں ائمہ اربعہ کی طرح شرائط اجتہاد کامل طور پر پائی جائیں، اور اس پر کسی قطعی دلیل سے یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ تاویل میں غلطی کافر ہو جانے کا

سبب ہے۔ (یعنی ضروریات دین میں غلط تاویل کرنے والا کافر ہے) تو ہم ایسے مجتہد کے قول کی وجہ سے ان لوگوں کو کافر کہیں گے۔"

ختم نبوت پر ایمان: علامہ تفتازانی رحمہ اللہ "شرح عقائد نسفی" میں فرماتے ہیں

"اور سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کتاب اللہ کی ان آیات سے ثابت ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اوامر و نواہی الہیہ کا مکلف (اور پابند) بنایا گیا ہے، اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہ تھا، لہٰذا یہ احکامات ان کو یقیناً وحی کے ذریعہ دیئے گئے ہیں، (لہٰذا وہ صاحب وحی و اسلام ہی ہوئے) اسی طرح احادیث صحیحہ میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت ثابت ہے، اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے (کہ آدم علیہ السلام نبی ہیں) لہٰذا ان کی نبوت سے انکار، جیسا کہ بعض علماء سے منقول ہے یقیناً موجب کفر ہے (اور منکر کافر)" (شرح عقائد نسفی ص ۱۳۵ طبع مجتبائی)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اسی طرح ج ۲ ص ۵۰ "المواھب اللدنیہ" للقسطلانی میں "نوع اول مقصد سادس" کے تحت مذکور ہے، اور "البحر الرائق" میں بھی یہی لکھا ہے۔

توحید و رسالت کی طرح ختم نبوت پر ایمان بھی ضروری ہے فرماتے ہیں

حاکم نے مستدرک میں زید کے باپ حارثہ بن شرحبیل کے اپنے بیٹے زید کو طلب کرنے کے لئے آنے کی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے حارثہ سے فرمایا

"اسئلکم ان تشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی خاتم انبیاءہ و رسلہ وارسلہ معکم الخ"

ترجمہ: "میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم لا الٰہ الا اللہ پر اور اس پر کہ میں اس کا آخری نبی اور رسول ہوں شہادت دو (اور ایمان لے آؤ) تو میں زید کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا الخ"

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کے ساتھ ہی ختم نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے)

ختم نبوت پر ایمان کا ہر نبی سے عہد لیا گیا ہے، اور اعلان کرایا گیا ہے

فرماتے ہیں۔

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ "روح المعانی" میں آیت کریمہ "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم" کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرنے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے کا (اپنی اپنی امت میں) اعلان کرنے پر اور رسول اللہ کے اس اعلان پر کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، عہد و پیمان لیا ہے، (اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی رسالت کی طرح ختم نبوت پر بھی ایمان لانے کا تمام نبیوں سے عہد لیا گیا ہے)۔"

ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرنے والے کی توبہ اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک کہ وہ خاص اس عقیدہ سے توبہ نہ کرے فرماتے ہیں: "رد المحتار" میں ج ۳ ص ۲۹۷ پر علامہ ابن عابدین شامی "باب المرتد" کے تحت فرماتے ہیں:

"پھر یاد رکھو مسئلہ عیسوی ● سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر مثلاً حرمت شراب کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہوا ہو اس کی توبہ کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ (مثلاً حلت شراب) سے بے تعلقی (اور توبہ) کا بھی اعلان کرے، (صرف کلمہ شہادت دوبارہ پڑھ لینا کافی نہ ہوگا) اس لئے کہ یہ شخص کلمہ شہادت کہنے کے باوجود شراب کو حلال کہتا تھا (لہٰذا اس کے کفر و ارتداد کا ازالہ اس عقیدہ سے توبہ کئے بغیر نہ ہوگا) جیسا کہ شوافع نے اس کی تصریح کی ہے، اور (ہمارے نزدیک بھی) یہی ظاہر ہے)۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جامع الفصولین" ج ۲ ص ۲۹۸ میں لکھا ہے

"پھر اگر اس (توبہ کرنے والے) نے حسب عادت کلمہ شہادت زبان سے پڑھ لیا تو اس سے کوئی فائدہ نہیں، جب تک کہ اس خاص کلمہ کفر سے توبہ نہ کرے، جو اس نے کہا تھا، (اور جس کی وجہ سے وہ کافر ہوا) اس لئے کہ اس شخص کا کفر محض کلمہ شہادت سے رفع نہ ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہونا ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے کسی خاص شخص کو خدا یا خدا کا اوتار کہنا: ابن حزم رحمہ اللہ کتاب "الفصل" میں ج ۳ ص ۲۴۹ پر فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی خاص انسان کو کہے وہ اللہ ہے، یا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں اللہ کے حلول کرنے کو مانتا ہو، یا علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا قائل ہو، ایسے شخص کو

● فرقہ عیسویہ [illegible] اصفہانی یہودی کی جانب منسوب یہودیوں کا ایک فرقہ ہے جو [illegible] ﷺ کی رسالت کے [illegible] کے نام ہوئے [illegible] "مدخل" [illegible] شامل ہیں [illegible] (یا [illegible] ص ۲۹۰ [illegible])

کافر کہنے میں کوئی دو مسلمان بھی اختلاف نہیں کر سکتے، اس لئے کہ ان میں سے ہر عقیدہ کے باطل اور کفر ہونے پر قطعی دلائل قائم ہو چکے ہیں۔" اسی کتاب "الفصل" میں ج ۳ ص ۲۱۸ پر فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قول "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا قول "لانبی بعدی" سن لینے کے بعد کوئی بھی مسلمان کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی مانے؟ بجز عیسیٰ علیہ السلام کے جن کا استثناء خود حضور ﷺ نے آخر زمانہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق صحیح اور مرفوع روایت میں فرمایا ہے۔"

ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا انکار ایسا ہی موجب کفر ہے جیسے خدا، رسول اور دین کے ساتھ استہزاء — اسی کتاب میں ص ۲۵۵ اور ۲۵۶ پر فرماتے ہیں:

"اس پر امت کا اجماع ہے کہ جو شخص کسی بھی ایسے امر کا انکار کرے جس کا ثبوت رسول اللہ ﷺ سے ہمارے نزدیک "مجمع علیہ" ہے، وہ کافر ہے، اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی بھی فرشتے، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی، یا قرآن کریم کی کسی بھی آیت، یا دین کے فرائض میں سے کسی بھی فرض، اس لئے کہ یہ تمام فرائض آیات اللہ ہیں، کے ساتھ حجت واضح ہو جانے کے بعد جان بوجھ کر استہزاء کرے، وہ کافر ہے، اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی مانے یا کسی ایسے امر کا انکار کرے جس کا اسے یقین ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے وہ بھی کافر ہے۔"

امت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم یا آپ ﷺ کی ذات میں عیب چینی موجب کفر وارتداد و قتل ہے — ملا علی قاری رحمہ اللہ "شرح شفاء" میں ج ۲ ص ۳۹۲ پر فرماتے ہیں:

"تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر سب وشتم کرے (وہ مرتد ہے) اس کو قتل کر دیا جائے فرماتے ہیں طبری نے بھی اسی طرح یعنی ہر اس شخص کے مرتد ہو جانے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین سے نقل کیا کہ جو رسول اللہ ﷺ پر عیب گیری کرے، یا آپ ﷺ سے بے تعلقی (اور بے زاری) کا اظہار کرے، یا آپ ﷺ کی تکذیب کرے (وہ مرتد ہے) نیز فرماتے ہیں سحنون رحمہ اللہ (مالکی) کا قول ہے کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا، اور آپ ﷺ کی ذات مقدس میں عیب نکالنے والا کافر ہے، اور جو کوئی اس کے

کافر معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔"

ص ۵۳۹ پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، نبیوں کو، جو کوئی سب وشتم کرے اس کو قتل کر دیا جائے (کہ وہ مرتد ہے)۔" ص ۵۳۵ پر فرماتے ہیں:

"تمام انبیاء علیہم السلام کی، تمام فرشتوں کی توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا، یا جو دین وہ لے کر آئے اس کی تکذیب کرنے والے کا، یا سرے سے ان کے وجود یا نبوت کا انکار کرنے والے کا حکم وہی ہے جو ہمارے نبی ﷺ کے انکار یا تکذیب، یا توہین وتحقیر اور سب وشتم کرنے والے کا ہے (یعنی وہ مرتد ہے اور واجب القتل ہے)۔"

متواترات کا انکار کفر ہے، اور تواتر سے عملی تواتر مراد ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" میں "محیط" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو کوئی شریعت کی متواتر روایات کا انکار کرے، وہ کافر ہے، مثلاً جو شخص مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت کا انکار کرے۔"

فرماتے ہیں: "یاد رکھئے اس مسئلہ میں تواتر سے مراد معنوی تواتر ہے نہ کہ لفظی (جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے، یعنی محدثین کی اصطلاح کے مطابق جس کو "حدیث متواتر" کہتے ہیں، وہ ضروری نہیں، بلکہ شریعت میں جو حکم متواتر سمجھا جاتا ہے اس کا منکر کافر ہے، اگرچہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق وہ متواتر نہ ہو، چنانچہ حرمت لبس حریر کی حدیث متواتر نہیں ہے، مگر شریعت میں مردوں کے لئے ریشم پہننے کی حرمت متواتر ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک امت اس کو حرام کہتی چلی آئی ہے، اسی کو تواتر معنوی یا تواتر عملی کہتے ہیں)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "فتاویٰ ہندیہ" (عالمگیری) میں بھی "فتاویٰ ظہیریہ" کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے نیز تمام علماء اصول فقہ باب "السنۃ" میں اسی پر متفق ہیں (کہ مسئلہ تکفیر میں تواتر معنوی معتبر ہے اور اس کے ثبوت میں) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

"اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین"

ترجمہ: "جو شخص مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

لہٰذا ان تصریحات وروایات کی بنا پر کسی بھی متواتر حکم کی مخالفت اور انکار کرنے والا کافر ہے۔

فرماتے ہیں: یہی حکم "اصول بزدوی" میں ج ۳ ص ۲۶۷ پر اور "الکشف" میں ص ۲۲۳ پر اور ج ۳ ص ۲۲۰ میں مذکور ہے۔

قطعی اور یقینی امور کا منکر کافر ہے، جو معتزلہ قطعیات کے منکر نہ ہوں ان کو کافر نہ کہنا چاہئے۔ علامہ ابن عابدین شامی "رد المحتار" (شامی) "باب المحرمات" ج ۲ ص ۳۹۸ کے تحت لکھتے ہیں۔

"یہ حکم فتح القدیر سے ماخوذ ہے، چنانچہ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں باقی رہے معتزلہ تو دلائل کا تقاضہ یہ ہے کہ ان سے شادی بیاہ حلال ہونا چاہئے، اس لئے کہ حق یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہئے، اگرچہ اہل حق ان کے عقائد پر بحث ونظر کے ذیل میں ان پر کفر لازم کر دیتے ہیں، بخلاف اس شخص کے جو دین کے قطعی اور یقینی عقائد واحکام کی مخالفت کرے، مثلاً عالم کے قدیم ہونے کا قائل ہو، اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات کا (ہر چیز کے عالم ہونے کا) منکر ہو، ایسا شخص یقیناً کافر ہے، جیسا کہ محققین نے تصریح کی ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کے فاعل مختار ہونے کا منکر ہو، اور صدور کائنات کو اس کی ذات کا ایک اضطراری تقاضہ قرار دے، وہ بھی قطعاً کافر ہے۔

کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شیخ ابن حجر کی "صواعق محرقہ" میں ص ۲۵۲ پر شیخ تقی الدین سبکی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں

"یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن کفر کا حکم لگانے کے لئے خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے اس لئے کہ خبر واحد پر عمل واجب ہے) اگرچہ خود کسی خبر واحد کا انکار کفر نہیں، وہاں قطعی الثبوت امر کا انکار موجب کفر ہے"۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شیخ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ "صحیح ابن حبان" کی روایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی جانب ہے، جیسا کہ منذری نے "ترغیب وترہیب" میں ج ۳ ص ۲۲۳ پر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس آدمی نے دوسرے آدمی کو کافر کہا، ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گیا۔" (یعنی جس کو کافر کہا ہے، اگر وہ فی الواقع کافر ہے تو خیر ورنہ اس کو کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے خود کافر ہو گیا) اسی حدیث کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: فقد وجب الکفر علی احدھما" (ان دونوں میں سے ایک پر کفر ضرور لازم ہو گیا)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی بنا پر رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے، جیسا کہ "ریاض المرتاض" میں ص ۲۰۹ پر مذکور ہے، (اور یہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے،

لہٰذا معلوم ہوا کہ خبر واحد کی بنا پر تکفیر جائز ہے)۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن دقیق العید نے "شرح عمدۃ" کے باب "اللعان" میں ان لوگوں کے قول کی تائید کی ہے جو اس حدیث کے مضمون کے قائل ہیں (کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے) اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں علماء کبار کی ایک بڑی جماعت کی رائے بھی یہی ہے، جیسا کہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتاب "الاعلام بقواطع الاسلام" میں ذکر فرمایا ہے، نیز فرماتے ہیں "جامع الفصولین" میں ج ۲ ص ۳۱۱ پر بھی یہی لکھا ہے۔

نیز "مختصر مشکل الآثار" میں ج ۱ ص ۳۷۰ پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مقام (یعنی کسی مسلمان کو کافر کہنے کی صورت میں) کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ دین کفر ہے جس کا وہ معتقد ہے (بالفاظ دیگر کسی مسلمان کو کافر کہنا، اسلام کو کفر کہنے کے مترادف ہے) تو اگر وہ شخص مؤمن ہو اور (اس کا دین دین ایمان) تو اس کو کافر کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ کہنے والا ایمان کو کفر کہتا ہے، لہٰذا وہ خود کافر ہو گیا، کیونکہ جو ایمان کو کفر کہے وہ خدا بزرگ و برتر کی تکذیب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ" (جو ایمان کا انکار کرے اس کے تمام اعمال برباد ہو گئے)۔

فرماتے ہیں امام بیہقی رحمۃ اللہ نے کتاب "الاسماء والصفات" میں بھی خطابی کے حوالے سے یہی نقل کیا ہے (کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے)۔

نیز فرماتے ہیں نکاح کے باب میں زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول "شرح کنز" میں ج ۲ ص ۱۲۹ پر منقول ہے کہ "پھر اگر خبر دینے والا خود ولی ہے الخ"۔ اس میں "عقوبت" ● سے مراد دنیا کی سزا ہے۔ "فتح القدیر" میں بھی ج ۳ ص ۳۰۰ پر "باب ادب القضاء" کے ذیل میں اس قول کو باختصار نقل کیا ہے، اس کی مراجعت کیجئے فرماتے ہیں کنز کے متن میں باب "شق القضاء" کے ذیل میں ہی اس قول کو نقل کیا ہے اور اس پر رمز (اشارہ) اور کراہیت کی ہے، (یعنی کتاب الکراہیۃ کے شروع میں بھی

● [illegible]

ج ۳ ص ۲۰۵ پر اشارۃً اس کا ذکر کیا ہے۔)

ایک شبہ کا ازالہ۔۔۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تنبیہ ● فرماتے ہیں

جو لوگ مسئلہ تکفیر میں خبر واحد کو قابل عمل قرار دیتے ہیں، ان کی مراد یہ ہے کہ حدیث اگرچہ [illegible] بھی ہو تو تب بھی وہ مفتی کے لئے مسئلہ تکفیر میں حکم کا منشا اور تکفیر کی بنیاد بن سکتی ہے۔ (یعنی مفتی اس کی بنا پر کافر ہونے کا حکم لگا سکتا ہے) باقی خود وہ شخص جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ تو [illegible] کافر ہوا ہے، کسی امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے، نہ کہ امر ظنی کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ یہ فرق (کہ امر قطعی کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگا، اور امر ظنی کے انکار سے کافر نہ ہوگا) اس شخص کے حق میں ہے، باقی مفتی کے حق میں (کفر کا فتویٰ لگانے کے لئے) یہ ظن کافی ہے کہ فلاں شخص نے فلاں امر قطعی کا انکار کیا ہے، اس کے لئے قطعی یقین کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ● یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے رجم کے مسئلے میں خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے لیکن کسی شخص پر رجم کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جاتا جب تک چار مرد [illegible] کی گواہی نہ دیں، ایسے ہی اس مسئلہ تکفیر میں بھی ہے، حاصل یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر میں کسی شخص کے کفر کا موجب تو فی نفسہٖ صرف انکار امر قطعی ہے، لیکن مفتی کو وجہ کفر (یعنی انکار امر قطعی) کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے والی خبر واحد بھی ہو سکتی ہے۔●

یعنی اس کو بتا سکتی ہے کہ فلاں امر قطعی کا انکار کفر ہے لیکن وہ امر (جس کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جائے) فی نفسہٖ صرف امر قطعی ہی ہو سکتا ہے (اس لئے کہ امر ظنی کے انکار سے انسان کافر نہیں

● (مسئلہ زیر بحث میں "خبر واحد کی بنا پر تکفیر ہوتی ہے" چونکہ [illegible] کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے [illegible] صرف امر قطعی پر کی جاتی ہے [illegible]

● حاصل یہ ہے کہ [illegible] صرف کسی امر قطعی کا انکار ہی ہو سکتی ہے [illegible] (از مترجم)

● چنانچہ [illegible] (از مترجم)

ہوتا) فرماتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عالم (دین) متواتر اور قطعی امور کو شمار کرے، اور ان کی فہرست بنائے (جن کا انکار کفر ہے) اس شمار اور فہرست میں بعض متواتر اور قطعی امور شمار کرنے سے رہ جائیں اور اس فہرست میں نہ آئیں اور کوئی عالم اس کو بتائے کہ فلاں فلاں قطعی امور تم نے چھوڑ دیے اور اس فہرست میں شمار ہی نہیں کئے اور وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے پر ان امور کو بھی فہرست میں داخل کرے تو اس صورت میں وہ عالم اس شخص واحد کے متنبہ کرنے سے ایک امر قطعی کی طرف متوجہ ہو گیا (جو اس کے ذہن میں نہ تھا یا سہواً رہ گیا تھا) تو دیکھو وہ امر بجائے خود قطعی ہے، اس شخص واحد کے کہنے سے قطعی نہیں ہوا ہاں اس شخص نے اس عالم کو اس کی طرف متوجہ کر دیا۔

بالکل اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں وہ شخص کافر تو ہوگا صرف امر قطعی کا انکار کرنے کی وجہ سے لیکن اس کے کفر پر فتویٰ لگانے والا مفتی "خبر واحد" سے انکار امر قطعی پر متنبہ ہو جاتا ہے، اور کفر کا فتویٰ لگا دیتا ہے، اس فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو، واللہ ولی التوفیق!

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ۔ فرماتے ہیں "شرح فقہ اکبر" کے بیان سے یہ جو وہم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء تو امر ظنی کے انکار کی وجہ سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں، بخلاف متکلمین کے (کہ وہ صرف امر قطعی کے انکار پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں)۔ یہ محض توہم ہے، درحقیقت مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بلکہ یہ صرف ان کے فن اور موضوع بحث کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء کا موضوع بحث "افعال مکلف" ہے اور ان کے بیشتر مسائل ظنی ہیں، (اس لئے فقہاء دلائل ظنیہ کی بنا پر ہی کفر کا حکم لگاتے ہیں) اور متکلمین کا موضوع بحث عقائد قطعیہ ہیں اور وہ سب دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، (اس لئے متکلمین دلائل قطعیہ کی بنا پر ہی حکم کفر لگاتے ہیں) یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر دونوں فریق کا دائرہ بحث اور طریق کار مختلف اور الگ الگ ہو جاتا ہے ورنہ اصل مسئلہ تکفیر میں کوئی اختلاف نہیں اور جو دونوں کے نزدیک تکفیر کی بنیاد ظن پر قائم کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ ظن درحقیقت حکم کفر کا علم حاصل کرنے میں ہے، نہ کہ اس امر میں جو کسی شخص کی تکفیر کا موجب ہے (کہ وہ تو بے شک و شبہ سب کے نزدیک امر قطعی و یقینی ہی ہو سکتا ہے)

ایک اور فرق:۔۔۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں مسئلہ زیر بحث میں تکفیر کی جاتی ہے خبر واحد کے "مفہوم" و مضمون کی بنا پر نہ کہ اس کے ثبوت کے انکار کی بنا پر (چنانچہ اگر کوئی شخص کسی خبر واحد کے ثبوت کا انکار کرے اور کہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں، اس لئے کہ یہ "خبر واحد" ہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا) اور بسا اوقات

طریق ثبوت اور دلالت مفہوم و مضمون کے اختلاف کی وجہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، دیکھئے شوافع نے صرف مضمون خبر واحد کا اعتبار کرکے (فرض اور سنت کی تقسیم کے وقت) صرف فرض کو (سنت کے مقابل) رکھا، اور واجب کو ترک کر دیا، اس لئے وہ خبر واحد سے فرض کو ثابت کرتے ہیں، اس کے برعکس حنفیہ نے کیفیت ثبوت کو پیش نظر رکھا۔●

(اور تین قسمیں کیں، فرض، واجب، اور سنت اور خبر واحد سے صرف واجب کو ثابت کیا، اور فرض کے ثبوت کے لئے خبر واحد کو ناکافی قرار دیا، ثمرہ اختلاف یہ نکلا کہ شوافع کے نزدیک خبر واحد سے فرض ثابت ہو سکتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرض نہیں ثابت ہو سکتا) فرماتے ہیں اسی وقت نظر کے ساتھ اس مقام کو سمجھنا چاہئے، اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

کفریہ اقوال وافعال کے ارتکاب کرنے سے مسلمان، کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ دل میں ایمان موجود ہو:

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ دوسری تنبیہ ● کے عنوان سے فرماتے ہیں:

علماء بعض اعمال وافعال کے موجب کفر ہونے پر متفق ہیں، حالانکہ ان کے ارتکاب کے وقت تصدیق قلبی (ایمان) کا موجود رہنا ممکن ہے اس لئے کہ ان اعمال وافعال کا تعلق ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ اعضاء جسم سے ہے جیسے کہ قلب سے مثلاً ہنسی دل لگی کے طور پر زبان سے کلمہ کفر کہہ دینا، اگرچہ اس میں اس کا اعتقاد بالکل نہ ہو، یا بت (وغیرہ غیر اللہ) کو سجدہ کر لینا، یا کسی نبی کو مار ڈالنا، یا نبی کے قرآن کے، یا کعبہ کے ساتھ استہزاء کرنا (کہ ان تمام افعال کے ارتکاب کرنے سے متفقہ طور پر انسان کافر ہو جاتا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہو) فرماتے ہیں: (ان اعمال وافعال کے ارتکاب کرنے والے کے کافر ہونے پر تو سب متفق ہیں لیکن) کفر کی وجہ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

۱ بعض علماء کہتے ہیں کہ صاحب شریعت ﷺ نے ایسی تصدیق وایمان کا از روئے حکم اعتبار نہیں

● یہی زیر بحث اختلاف کا حاصل ہے کہ فقہاء مضمون و مفہوم خبر واحد کو پیش نظر رکھتے ہیں ... [illegible] ... متکلمین ... ثبوت ... نظر رکھتے ہیں ... خبر واحد کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے ... حقیقت ... [illegible] ... واحد" واللہ اعلم)

● ماحصل یہ کہ کفریہ اقوال وافعال کے مرتکب لوگوں کی جب تکفیر کی جاتی ہے ... [illegible] ... کہ ایمان ... تصدیق قلبی کا نام ہے ... [illegible] ... اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا، اس لئے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ ... [illegible] ... اور ... پہنچتے ہیں)

کیا (اور کالعدم قرار دیا ہے) اگرچہ حقیقۃً موجود بھی ہو (لہٰذا ایسے لوگ شرعاً کافر ہیں) حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الایمان" میں طبع قدیم ۱۳۲۵ھ کے ص ۲۰۰ پر امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی وجہ کفر نقل کرتے ہیں۔

۲ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو قول وفعل تو ہین وتحقیر کا موجب ہو اس کے ارتکاب پر کافر کہا جائے گا، اگرچہ تو ہین وتحقیر کا قصد نہ بھی ہو، (گویا یہ قول وفعل عدم ایمان کی دلیل ہیں ایسی صورت میں اس شخص کا دعویٰ ایمان مسموع نہ ہوگا) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "رد المحتار" میں یہی وجہ کفر بیان کی ہے۔

۳۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ایمان (صرف تصدیق قلبی کا نام نہیں ہے، بلکہ اس) میں کچھ اور امور بھی معتبر ہیں (جن میں خدا اور رسول وغیرہ کی عقیدت واحترام بھی شامل ہے) لہٰذا ایسے شخص کی تصدیق کو جو مذکورہ بالا اعمال وافعال کا مرتکب ہے، ایمان نہیں کہا جائے گا۔

۴۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شرعاً مومن کے لئے جو تصدیق معتبر ہے، یہ اعمال وافعال قطعاً اس کے منافی ہیں، (لہٰذا ایسا شخص شرعاً مومن نہیں ہے) علامہ قاسم نے "مسایرہ" کے حاشیہ میں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وجہ کفر بیان کی ہے، مختصر یہ ہے کہ انسان بعض اعمال وافعال اور اقوال کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے بھی متفقہ طور پر کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ تصدیق قلبی لغوی اور ایمان سے خارج نہ بھی ہوا ہو۔

کافروں کے سے کام کرنے والا مسلمان ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے

چنانچہ "شفاء" اور "مسایرہ" میں قاضی ابوبکر باقلانی کا مذکورہ ذیل قول نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں "اگر کسی شخص نے کسی ایسے قول یا فعل کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب کیا، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے تصریح فرمائی ہو، یا امت کا اجماع ہو کہ "یہ قول وفعل کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتا ہے۔" یا کوئی اور قطعی (دلیل) اس پر قائم ہو (کہ یہ فعل ایک کافر ہی کر سکتا ہے) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

کفریہ اقوال واعمال:

ابوالبقاء "کلیات" میں فرماتے ہیں "کبھی انسان قول سے کافر ہوتا ہے اور کبھی فعل سے، موجب کفر کی صورت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے امر شرعی کا انکار کر دے جو مجمع علیہ ہو، اور اس پر نص صریح بھی موجود ہو، خواہ اس کا عقیدہ بھی وہی ہو، خواہ عقیدہ تو وہ نہ ہو، مگر محض عناد یا استہزاء کے طور پر انکار کرے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، (ہر صورت میں) کافر ہو جائے گا اور موجب کفر فعل وہ "کفریہ عمل" ہے جو انسان عمداً کرے [illegible]

کے ساتھ کلا ہوا استہزاء ہو، مشابہت کو پورا کرنا۔

بغیر کسی جبر واکراہ کے زبان سے کلمہ کفر کہنے والا کافر ہے، اگرچہ اس کا وہ عقیدہ نہ بھی

ہو: "شرح فقہ اکبر" میں ص: ۱۹۵ پر علامہ قونوی کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص نے اپنی خوشی سے (بغیر کسی جبر واکراہ کے) زبان سے عمداً کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ کافر ہوجائے گا، اگرچہ وہ اس کا عقیدہ نہ بھی ہو، اس لئے کہ (اس صورت میں) زبان سے کلمہ کفر کہنے پر اس کی رضا پائی گئی (اور رضا بالکفر، کفر ہے) اگرچہ وہ اس کے حکم یعنی کافر بننے پر راضی نہ بھی ہو، اور ناواقفیت اور جہل کا عذر بھی مسموع نہ ہوگا، عام علماء کا فیصلہ یہی ہے، اگرچہ بعض علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں، (اور ناواقفیت کو عذر تسلیم کرتے ہیں) نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں "خلافت شیخین" کا منکر کافر ہے۔"

اسی "شرح فقہ اکبر" میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

"پھر یہ دیکھو کہ اگر کوئی شخص زبان سے کلمہ کفر کہے یہ جانتے ہوئے کہ اس کا حکم یہ ہے (کہ انسان کافر ہوجاتا ہے) اگرچہ وہ اس کا معتقد نہ بھی ہو لیکن کہے برضا ورغبت (بغیر کسی جبر واکراہ کے) تو اس پر کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس لئے کہ بعض علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تصدیق قلبی اور اقرار لسانی دونوں کے مجموعہ کا نام ایمان ہے لہٰذا یہ کلمہ کفر کہنے کے بعد وہ اقرار، انکار سے بدل گیا (اور ایمان باقی نہ رہا)"

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی "شرح شفاء" میں ج: ۲ ص: ۴۲۰ پر اور پھر حصہ ج: ۲ ص: ۴۲۸ پر بھی یہی تحقیق مذکور ہے۔

ناواقفیت کا عذر کس صورت میں مسموع ہے اور کس میں نہیں؟

اسی "شرح فقہ اکبر" کے آخر میں فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں پہلا قول (کہ جہالت عذر ہے) زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے الا یہ کہ ایسے امر کا انکار کرے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو، ایسی صورت میں اس انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا، جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا۔

زبان سے کلمہ کفر بنص قرآن موجب کفر ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم المسلول" میں ص: ۵۱۹ پر فرماتے ہیں:

"اسی لئے (کہ کلمہ کفر زبان پر لانے سے ہی انسان کافر ہوجاتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ" (التوبہ: ۶۶)

ترجمہ: "تم کوئی معذرت پیش کرو، اس لئے کہ بے شک تم ایمان لانے کے بعد (کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے) کافر ہوگئے"۔

فرماتے ہیں:

یہاں اللہ تعالیٰ نے (قد کفرتم کے بجائے) یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے قول: "انما کنا نخوض ونلعب" میں "جھوٹے ہو" یعنی ان کو اس عذر میں جھوٹا نہیں کہا بلکہ یہ بتلایا کہ تم اس ہنسی دل لگی اور کھیل کود کے طور پر کلمہ کفر کہنے کی وجہ سے ہی ایمان کے بعد کافر ہوگئے (پس بنص قرآن معلوم ہوا کہ ہنسی دل لگی کے طور پر کلمہ کفر کہنا بھی موجب کفر ہے اگرچہ قصداً نہ بھی ہو)۔" ص ۵۲۴ پر اس کی مزید وضاحت کی ہے اسی طرح امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے "احکام القرآن" میں اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شارع علیہ السلام نے بعض کلمہ کفر زبان سے کہنے کو موجب کفر قرار دیا ہے

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ان تصریحات کے پیش نظر یہ کہنا کچھ بعید نہیں کہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ سابق حدیث (ابوسعید) میں ایسے مسلمان کے کافر کہنے کو ہی، جس کا اسلام سب کو معلوم ہے کفر قرار دیا ہے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کو اس کا اختیار ہے (کہ وہ کسی بھی قول یا فعل کو کفر قرار دے دیں) نہ اس لئے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کے ضمن میں اسلام کو کفر کہنا لازم آتا ہے (کہ یہ بلاوجہ کا تکلف ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کرکے فرماتے ہیں:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النساء: ۶۵)

ترجمہ: "پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مؤمن نہ ہوں گے جب تک تجھ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم یا اختیار نہ مان لیں، اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھ کو حاکم مختار) تسلیم کرلیں"۔

(اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام ومعاملات میں کلی طور پر مختار بنادیا ہے، اور اسی اختیار کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے) اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک ومختار ہیں ہی (اسی لئے اس نے اپنے نبی کو امت کے

احکام و معاملات میں مختار بنا دیا ہے۔

کفر کو کھیل بنا لینا کفر ہے: "ایثار الحق" میں ص ۴۳۲ پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے (اس تکفیر کی) وجہ یہ بیان کی ہے۔

"کسی مسلمان بھائی کو کافر کہنے والا جبکہ اس کے اسلام کا معتقد ہے تو اس کے باوجود اس کو کافر کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ جس دین کا وہ پیرو ہے وہ کفر ہے اور وہ پیرو ہے اسلام کا تو گویا کہنے والے نے اسلام کو کفر کہا، اور جو کوئی اسلام کو کفر کہے وہ خود کافر ہے اگر چہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تو دیکھو غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کفر کے ساتھ دل لگی (یعنی کفر کو کھیل بنا لینے کے مترادف) قرار دیا ہے (اور اس کو موجب کفر کہا ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے تمام مرزائی کافر ہیں

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ مردود (مرزا غلام احمد علیہ ما علیہ) اور اس کے متبعین یقیناً اس حدیث کا مصداق ہیں اس لئے کہ یہ لوگ عہد حاضر کی تمام امت مسلمہ کو (علی الاعلان) کافر کہتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ خود ان کو (بنص حدیث و قرآن) کافر قرار دیا جائے نہ کہ تمام عالم اسلامی کو، اس لئے کہ حدیث مذکور کے مطابق یہ امت مسلمہ کی تکفیر خود ان پر پڑی (اور بنص حدیث دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے یہ سب کافر ہو گئے یہ خدائی مار ہے) اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو ارادہ کرتے ہیں اس کا حکم کر دیتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے ان کو خود ان کی زبان سے کافر بنا دیا) بقول شاعر

لقد كان هذا لهم لا لهم　　　فاولى لهم ثم اولى لهم

ترجمہ۔ "یہ تو ان کی دلیل ہے ضد ان کی، پس ان کے لئے ہلاکت ہو اور پھر ہلاکت ہو۔"

چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "زاد المعاد" میں باب "احکام الفتح" کے تحت فرماتے ہیں۔

"بخلاف مبتدعین اور اہل اہواء (گمراہ فرقوں) کے کہ یہ لوگ تو اپنے عقائد باطلہ کی مخالفت اور خود اپنی جہالت کی بناء پر تمام مسلمانوں کو کافر اور مبتدع (گمراہ) کہتے ہیں، حالانکہ وہ خود کافر اور مبتدع (گمراہ) کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں، بنسبت ان مسلمانوں کے جن کو وہ کافر اور مبتدع کہتے ہیں (کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے بنص حدیث خود کافر ہو گئے)۔"

مسئلہ تکفیر کے مزید حوالے: مصنف رحمۃ اللہ علیہ بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تکفیر کا مسئلہ "تحریر" اور اس کی شرح "تقریر" میں مذکورہ ذیل عنوانات کے تحت مندرجہ ذیل

صفحات پر مذکور ہے، (مراجعت فرمائیے)

۱: مسئلة العقليات الى آخره، ج ۳: ص ۳۰۳، ۳۱۸۔
۲: ثم قال السبكي الى آخره، آخر شرح تک
۳: والفصل الثاني في الحاكم، ج ۲: ص ۹۰
۴: والباب الثاني ادلة الاحكام، ج ۳: ص ۲۱۵
۵: ومسئلة انكار حكم الاجماع القطعي ج ۳: ص ۱۱۳ و ص ۲۰۵
۶: وانما لهم القطع بالعمومات　الخ۔ ج ۳: ص ۲۰، ۱۱۰
۷: اجيب بان فائدته التحول　الخ۔ ج ۳: ص ۲۵
۸: ومن اقسام الجهل　الخ۔ ج ۳: ص ۳۱۷
۹: والهزل۔ ج ۳: ص ۲۰۶

فرماتے ہیں تبلیغ سے متعلق "مستصفی" اور "تقریر" میں مذکورہ ذیل صفحات پر ہے:

"المستصفى" ج ۱: ص ۱۳۳۔ ۱۴۷۔ ۱۵۱
"التقرير" ج ۳: ص ۳۱۶، ۳۱۷

☆☆☆☆☆☆☆☆

ضروریاتِ دین کی مخالفت میں کوئی تاویل مسموع نہیں اور ان میں تاویل کرنے والا کافر ہے

ضروریاتِ دین امور قطعیہ کے علاوہ امور حقہ میں تاویل مسموع ہے، ضروریاتِ دین اور قطعیات میں کوئی بھی تاویل مسموع نہیں • اور مؤول تاویل کرنے کے باوجود کافر ہے:

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کلیات ابوالبقاء" میں ص ۵۵۲، ۵۵۳ پر لکھا ہے "ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان نہ ہو وہ کافر ہے۔

اب اگر وہ صرف زبان سے ایمان کا اظہار (اور مسلمان ہونے کا دعویٰ) کرتا ہے تو وہ منافق ہے اور اگر ایمان لانے کے بعد کفر کو اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر ایک سے زائد معبود مانتا ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر کسی منسوخ دین اور کتاب کا متبع ہے تو وہ کتابی ہے اور اگر زمانہ کو قدیم مانتا ہے اور حوادث عالم کو اسی کی جانب منسوب کرتا ہے (یعنی "زمانہ" کو ہی کائنات کا خالق اور اس میں متصرف مانتا ہے) تو وہ معطل ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتا ہے مگر اس کے ساتھ باطنی طور پر ایسے عقیدے رکھتا ہے جو متفقہ طور پر کفر ہیں تو وہ زندیق ہے۔"

ممانعت تکفیر اہل قبلہ کس کا قول ہے؟ اور اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟ نیز حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت صرف شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کا قول ہے، مگر جب ہم ان (نام نہاد) مسلمان فرقوں کے عقائد کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں ہم ایسے عقائد موجود پاتے ہیں جو قطعی طور پر کفر ہیں، لہٰذا ہم (اس مسئلہ کا عنوان یہ قرار دیتے ہیں کہ):

• مرزا [illegible] عقائد رکھنے والے اور کفریہ قول و فعل کا ارتکاب کرنے والے "نام نہاد" مسلمان [illegible] فرقوں پر جب [illegible] کا حکم اور لوگ لگاتے ہیں تو [illegible] بندہ علماء ان کی تکفیر سے [illegible] کرتے ہیں کہ "مؤول کی تکفیر نہیں کی جاتی۔" اور [illegible] کے متعلق [illegible] "بطور [illegible]" استعمال کرتے ہیں اس لئے حضرت مصنف قدس سرہ نے "تکفیر اہل قبلہ" کی طرح اس مسئلہ "تاویل" پر بھی ایک مستقل عنوان اور باب قائم کر کے علماء متکلمین کے اقوال [illegible] پیش فرماتے ہیں اور اس مسئلہ کی اصل تنقیح اور تحقیق فرماتے ہیں۔ (مترجم)

"ہم اہل قبلہ کو اس وقت تک کافر قرار نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی موجب کفر قول یا فعل کا ارتکاب نہ کریں۔"

اور یہ قول (لا نکفر اهل القبلة اگرچہ بظاہر عام ہے لیکن یہ) ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان الله یغفر الذنوب جمیعا" (بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا) حالانکہ کفر و شرک (وہ گناہ ہیں جو کسی صورت بھی بدون توبہ) معاف نہ ہوں گے۔ •

فرماتے ہیں چنانچہ جمہور اہل سنت فقہاء اور متکلمین "اہل قبلہ" میں سے ان مبتدع (گمراہ فرقوں کی تکفیر سے منع کرتے ہیں جو (ضروریاتِ دین میں نہیں بلکہ) ضروریاتِ دین کے علاوہ عقائد اور اصول میں باطل تاویلیں کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کی یہ تاویلیں بھی ایک قسم کا "شبہ" ہیں (لہٰذا ان کا کفر یقینی نہ ہوا)

فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بیشتر معتبر کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

اجماع ضروریاتِ دین میں سے ہے اس "کلیات" میں ص ۵۵۳، ۵۵۵ پر لکھا ہے "اس قطعی اور یقینی اجماع کی (مخالفت اور انکار) کرنا جو ضروریاتِ دین میں سے ہو گیا ہو یقیناً کفر ہے اور ضروریاتِ دین میں سے کسی بھی چیز کے منکر کو کافر کہنے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے، نزاع صرف اس منکر کو کافر کہنے میں ہے جو تاویل کی بنا پر (کسی ایسے امر قطعی کا انکار کرے جو ضروریاتِ دین میں سے نہ ہو) چنانچہ فقہاء و متکلمین اہل سنت میں سے بیشتر علماء کی رائے اور جمہور اہل سنت کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے ان مبتدع اور گمراہ فرقوں کو کافر نہ کہا جائے جو ضروریاتِ دین کے علاوہ اور عقائد و مسائل میں تاویل کرتا ہے (اور تاویل کی بنا پر مخالفت کرتا ہے) اس لئے کہ تاویل بھی ایک قسم کا "شبہ" ہے جیسا کہ "شرح [illegible]" جیلی بحیلہ [illegible] اور "اصول بزدوی" میں مذکور ہے اور کرخی اور حاکم شہید نے امام ابوحنیفہ سے بھی یہی روایت کیا ہے نیز جرجانی امام حسن بن زیاد سے بھی یہی روایت نقل کرتے ہیں اور شارح مقاصد و شرح مواقف اور آمدی نے امام شافعی سے بھی یہی روایت کیا ہے مگر مطلقاً (یعنی یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ کسی بھی "مؤول" اہل قبلہ کی تکفیر کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، بلکہ ضروریاتِ دین کا سب استثناء کرتے ہیں لہٰذا ضروریات

• [illegible] اللہ تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتے ہیں "ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" [illegible] [illegible] "ذنوب" سے کفر و شرک [illegible] [illegible] کو کافر نہیں کہتے۔ [illegible] اہل قبلہ کی موجب کفر قول [illegible] [illegible] اختیار کرنے سے [illegible] [illegible] اہل قبلہ کی تکفیر [illegible] (مترجم)

دین کا منکر سب کے نزدیک کافر ہے اور اس کی کوئی تاویل مسموع نہیں)

امر قطعی کا انکار بہر صورت کفر ہے: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.

"فتح المغیث" میں "مبتدعین" کی روایت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کی بحث کے ذیل میں ص: ۳۳۲ پر لکھتے ہیں

"یہ تمام تر نزاع ان "بدعتیوں" (اور گمراہیوں کے) متعلق ہے جو موجب کفر نہیں ہیں، ورنہ موجب کفر بدعتیں تو ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ان کے موجب کفر ہونے میں کوئی تردد کیا ہی نہیں جا سکتا (ان کے ماننے والے قطعاً کافر ہیں، ان کی روایت ہرگز مقبول نہ ہوگی) مثلاً وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے "معدوم چیز سے واقف ہونے" کے منکر ہیں، اور کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد ہی جانتا ہے" یا وہ لوگ جو "جزئیات کے علم" کے بالکل منکر ہیں، یا وہ لوگ جو "حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے حلول کرنے کے قائل ہیں." یا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے صاف اور صریح طور پر "جسم" ثابت کرتے ہیں اور اس کو "مجسم" (عرش پر چوکڑی مارے بیٹھا ہوا) مانتے ہیں، فرماتے ہیں لہٰذا صحیح فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس راوی کی روایت رد کر دی جائے گی جو شریعت کے کسی ایسے متواتر امر کا انکار کرے، جس کے ثبوت یا نفی کا "دین سے ہونا" یقینی طور پر معلوم و معروف ہو، لیکن جو راوی ایسا نہ ہو (یعنی قطعیات اور ضروریات دین کا منکر نہ ہو) اور اس کے ساتھ ساتھ حفظ و ضبط روایت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ موصوف ہو اور ثقہ راوی کی بابت تمام صفات اور صحت روایت کی تمام شرائط اس میں موجود ہوں تو ایسے مبتدع کی روایت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں."

لزوم کفر اور التزام کفر کا فرق: صاحب "فتح المغیث" آگے چل کر فرماتے ہیں

"دلائل و براہین سے ثابت ہے کہ کفر کا حکم اس شخص پر لگایا جائے گا جس کا قول صریح کفر ہو یا کفر صریح اس کے قول سے لازم آتا ہو اور اس کو بتلا دیا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تب بھی وہ اسی پر مصر ہے لیکن اگر وہ اس کو تسلیم نہیں کرتا (کہ میرے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) اور اس کفر کی مدافعت کرتا ہے (اور جواب دیتا ہے) تو وہ کافر نہ ہوگا، اگرچہ (اہل حق کے نزدیک) وہ امر جو لازم آتا ہو کفر ہو."

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں صاحب "فتح المغیث" کے اس (دوسرے) بیان کو "امر غیر قطعی" (کے انکار) پر محمول کرنا چاہیے تاکہ یہ بیان ان کے پہلے بیان کے موافق ہو جائے (اور تضاد نہ پیدا ہو) اس لئے کہ پہلے بیان سے ظاہر ہے کہ امر قطعی کا انکار بہر صورت موجب کفر ہے اس کے تسلیم کرنے یا

نہ کرنے پر مطلق مدار نہیں، اور دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم کفر کو تسلیم کرنے کے باوجود مصر رہے تو کافر ہے ورنہ نہیں. لہٰذا پہلا بیان امر قطعی کے انکار سے متعلق ہے اور دوسرا امر غیر قطعی کے انکار سے).

نیز فرماتے ہیں. صاحب "فتح المغیث" سے پہلے ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اسی تحقیق کو بیان کر چکے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک محقق یہ ہے کہ ہم روایت کے معاملے میں راویوں کے مذہب (اور معتقدات) کا اعتبار نہیں کرتے، اس لئے کہ ہم کسی بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے، الا یہ کہ وہ شریعت کے کسی امر قطعی کا انکار کرے (تو بے شک اس کو کافر کہتے ہیں اور اس کی روایت بھی قبول نہیں کرتے)."

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صاحب "فتح المغیث" کا پہلا قول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ماخوذ ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید محقق ابن امیر حاج رحمۃ اللہ علیہ بھی "تحریر" کی شرح میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے نقل کرتے ہیں.

لزوم کفر اور التزام کفر کے بارے میں قول فیصل: مصنف نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں.

لزوم کفر اور التزام کفر کے مسئلہ (محققین کی تحقیق) کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے کسی عقیدہ کی وجہ سے کفر لازم آتا ہو اور اس شخص کو اس کا پتہ نہ ہو اور جب اس کو بتلایا جائے (کہ تمہارے قول پر یہ کفر لازم آتا ہے) تو وہ اس کفر کے لازم آنے کا انکار کرے اور وہ (متنازع فیہ امر) ضروریات دین میں سے نہ ہو اور اس کفر کا لازم آنا بھی واضح و ظاہر نہ ہو بلکہ محل بحث و نظر ہو) تو ایسا شخص کافر نہیں ہے اور اگر لازم آنے کو تو تسلیم کرتا ہو مگر کہتا ہو کہ "یہ (جو میرے قول پر لازم آتا ہے) کفر نہیں ہے" اور محققین کے نزدیک اس کا کفر ہونا مسلم ہو تو اس صورت میں بھی وہ کافر ہے. فرماتے ہیں یہی (تحقیق و تفصیل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے) چنانچہ وہ قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکورہ ذیل نقل کرتے ہیں:

"جو علماء مبتدعین کے قول پر لازم آنے والے کفر پر مواخذہ جائز نہیں سمجھتے اور (اہل تحقیق کے نزدیک) ان کے عقیدہ کا جو تقاضا (کفر) ہے وہ ان پر لازم (عائد) نہیں کرتے وہ ان کو کافر کہنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان مبتدعین کو اس (لزوم کفر) سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ فوراً کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ (مثلاً) اللہ تعالیٰ عالم نہیں ہے اور یہ جو نتیجہ تم نے ہمارے قول سے نکالا ہے (اور ہم پر

الزام عائد کیا ہے) اس کا تو ہم بھی ایسے ہی انکار کرتے ہیں جیسے تم، اور تمہاری طرح ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ یہ (انکار صفت علم) کفر ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے قول سے یہ (انکار صفت علم) لازم ہی نہیں آتا جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔" (اس لئے ایسے لوگوں کو کیونکر کافر کہا جائے؟)

نیز فرماتے ہیں: اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت سے جاہل ہو، نقل کیا ہے کہ "وہ کافر نہیں" اور اس کی وجہ شیخؒ نے یہ بیان کی ہے:

"اس لئے کہ یہ جاہل شخص اس طرح (قول) کا معتقد نہیں ہے کہ اس کے حق ہونے کا اسے قطعی یقین ہو اور اسی کو دین و مذہب سمجھتا ہو، اور کافر صرف اسی شخص کو کہا جاتا ہے جس کا قطعی اعتقاد یہ ہو کہ میرا قول ہی حق ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہی (تفصیل) ابن حزم رحمہ اللہ کے بیان سے بھی واضح ہوتی ہے۔

خاتمہ

کسی بھی امر مجمع علیہ کا منکر کافر ہے، "مجمع علیہ" سے کیا مراد ہے؟

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "شرح جمع الجوامع" میں ج ۲ ص ۲۰۳ پر فرماتے ہیں:

۱۔ ہر ایسے "مجمع علیہ امر" کا منکر قطعاً کافر ہے جس کا امور دین میں سے ہونا یقینی طور پر معلوم ہو، یعنی ایسا امر جس کو ہر خاص و عام بغیر کسی شک و شبہ اور تردد کے "دین" سمجھتا اور جانتا ہو، اور اسی لئے وہ ضروریات دین میں شامل ہو گیا ہو اور مثلاً نماز و روزہ کی فرضیت اور شراب و زنا کی حرمت کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہو۔ (یعنی فرضیت صوم و صلوٰۃ اور حرمت شراب و زنا کی طرح امت اس کو "دین" سمجھتی ہو) اس لئے کہ ایسے امر کے انکار سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، اور ابن حاجب رحمہ اللہ اور آمدی رحمہ اللہ کے بیان سے جو متوہم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے (یہ قطعاً غلط ہے) ان دونوں محققوں کی مراد یہ ● نہیں ہے (جو متوہم ہوتا ہے) چنانچہ محقق بنانی شرح "جمع الجوامع" کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"بلکہ ان دونوں حضرات کی مراد یہ ہے کہ جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم

● [illegible] کے بیانات سے واضح ہے کہ ان کی مراد [illegible] "ضروریات دین" [illegible] نہیں [illegible] اور [illegible]
[illegible] ضروریات دین اور قطعیات [illegible] اس میں [illegible] کی گنجائش [illegible] (مترجم)

نہ ہو، اس میں اختلاف ہے (کہ اس کے منکر کو کافر کہا جائے یا نہیں) باقی جس مجمع علیہ امر کا "دین" ہونا قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو، اس کے منکر کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔"

اس کے بعد شرح "جمع الجوامع" میں فرماتے ہیں:

۲۔ اسی طرح جو متفق علیہ اور (مسلمانوں میں) مشہور و معروف امور (اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں مگر) ان پر صراحۃً قرآن کی نص صریح (موجود) ہو، مثلاً بیع و شراء کا حلال (اور سود کا حرام) ہونا، ان کا منکر بھی صحیح تر قول کے مطابق کافر ہے، اس لئے کہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے، مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں منکر کی تکفیر نہ کی جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس شخص کو قرآن و حدیث کی وہ نصوص معلوم نہ ہوں۔

۳۔ اور ان مجمع علیہ مشہور و معروف امور کے منکر کے کافر ہونے میں تردد ہے جن پر قرآن و حدیث کی نص صریح موجود نہ ہو، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایسے مجمع علیہ امور کے منکر کو بھی کافر کہا جائے، اس لئے (کہ اگرچہ نص صریح موجود نہیں مگر) ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہے، لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے امر مجمع علیہ کے انکار پر تکفیر نہ کی جائے اس لئے کہ ممکن ہے اس شخص کو اس شہرت کا علم نہ ہو۔

۴۔ اور وہ امر مجمع علیہ جو مخفی ہوں کہ اس کو صرف "خواص اہل علم" ہی جانتے ہوں (عام لوگ اس سے واقف نہ ہوں) مثلاً حج میں وقوف عرفات سے پہلے "جماع" کر لینے سے حج کا فاسد ہو جانا (ایسے امر مجمع علیہ کا منکر کافر نہیں ہوتا) اگرچہ اس مسئلہ میں نص شرعی موجود بھی ہو، مثلاً حقیقی بیٹی کے موجود ہوتے پوتی کے چھٹے حصے کے وارث ہونے کا استحقاق، چنانچہ "بخاری" کی صحیح روایت میں آتا ہے کہ خود حضور ﷺ نے مذکورہ پوتی کے وارث ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (مگر چونکہ امر مخفی ہے، اس لئے مجمع علیہ ہونے کے باوجود اس کا منکر کافر نہ ہوگا)

۵۔ اسی طرح اگر کوئی شخص (دینی امور کے علاوہ) کسی اور دنیوی متفق علیہ امر کا انکار کرے مثلاً دنیا میں "بغداد" کا وجود، تو اس کا منکر بھی کافر نہ ہوگا۔

● صاحب "جمع الجوامع" کے بیان کے مطابق "مجمع علیہ" (متفق علیہ) امور پانچ قسم کے ہیں: ۱۔ وہ امور جن کا دین ہونا اس قدر مشہور و معروف اور یقینی ہو کہ ضروریات دین کے مرتبہ تک پہنچ گئے ہوں ۲۔ وہ مشہور و معروف امور جو اگرچہ ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں مگر منصوص ہوں ۳۔ وہ مشہور و معروف امور جو ضروریات دین کے مرتبہ کو نہ پہنچے ہوں اور منصوص بھی نہ ہوں ۴۔ وہ مخفی امور جن کو صرف اہل علم ہی جانتے ہوں اور وہ منصوص ہوں ۵۔ دنیوی امور [illegible] کافر ہے [illegible] احکام سے اس لئے کہ وہ [illegible] منصوص بھی [illegible] کا احتمال ہے [illegible] منکر کو کافر نہ کہا جائے [illegible]
[illegible] کافر کہا جائے [illegible] کافر نہیں ہے۔)

کبار محققین کے اقوال وحوالے

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (اجماع کی حجیت کے متعلق) یہ تحقیق عام کتب اصول میں مذکور ہے مثلاً آمدی کی کتاب "الاحکام" میں "المسئلۃ السادسۃ من الاجماع" کے تحت "ومن شرائط الراوی" کے ذیل میں۔ اسی طرح "مختصر ابن حاجب" میں، اور "التحریر" اور اس کی شرح "التقریر" میں، اسی طرح شرح مسلم میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "فتاویٰ ابن تیمیہ" میں "اعتقادات العلمیہ" کے تحت اور کتاب "الایمان" میں ص ۱۵ پر فرماتے ہیں:

"یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ مومنین کا "اجماع" حجت ہے اس لئے کہ اجماع امت کی مخالفت سے مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم آتی ہے (اور رسول کی مخالفت کفر ہے)، نیز اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ہر مجمع علیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص (حدیث صریح) کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا ہر وہ مسئلہ جس کے متعلق قطعی یقین ہو کہ امت اس پر متفق ہے اور کوئی مسلمان اس کا مخالف نہیں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کے قول (آیت کریمہ) کے مطابق وہی ہدایت ہے اور اس کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسے کسی نص صریح کا منکر (کافر ہے)

لیکن جس مسئلہ میں "اجماع امت" کا گمان ہو، قطعی یقین نہ ہو، تو ایسی صورت میں تو بعض اوقات اس کا یقین بھی نہیں ہوتا کہ یہ ان امور میں سے ہے بھی جن کا حق ہونا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے ثابت ہے، لہٰذا ایسے اجماع کی مخالفت کرنے والے کو کافر نہیں کہا جا سکتا، بلکہ (ایسی صورت میں تو) بعض مرتبہ اجماع کا گمان ہی غلط ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کرنا ہی صحیح ہوتا ہے۔"● فرماتے ہیں:

"یہ اس مسئلہ (حجیت اجماع) کا واضح اور مفصل ترین بیان ہے کہ کون سا اجماع حجت ہے، اور اس کا مخالف کافر ہے، اور کون سے اجماع کا مخالف کافر نہیں ہے۔" زرقانی جلد ۶ ص ۱۶۸ پر مقصد سادس کی نوع ثالث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کے معتبر ہونے کے لئے یہ جاننا بھی شرط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "بشر" تھے، یا "عربی النسل" تھے، حالانکہ یہ (بتلانا) مثلاً ماں باپ وغیرہ پر فرض کفایہ ہے، چنانچہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی ذی شعور اولاد کو یہ بتلا دیا (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے یا عربی النسل تھے) تو دوسرے سے یہ فرض ساقط ہو گیا (یہی فرض کفایہ ہونے کی دلیل ہے) تو کیا فرض کفایہ

● — حاصل یہ ہے کہ "اجماع قطعی" حجت ہے اور اس کا مخالف منکر و کافر ہے اس کے برعکس "اجماع ظنی" میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں اس لئے اس کا مخالف منکر کافر بھی نہیں ہے۔)

ہونے کے باوجود یہ صحت ایمان کے لئے شرط ہے)"

فرماتے ہیں:

"شیخ ولی الدین حافظ محدث احمد بن حافظ محدث عبد الرحیم عراقی نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ بے شک یہ جاننا شرط صحت ایمان ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر تو میرا ایمان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے یا فرشتہ یا جن، یا یہ کہے کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں یا عجمی؟ تو اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں، اس لئے کہ یہ قرآن کی تکذیب ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ** دوسری آیت میں فرماتے ہیں "**لَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ**" پہلی آیت میں عربی النسل ہونا اور دوسری آیت میں بشر ہونا منصوص ہے لہٰذا اس شخص کا عربی النسل یا بشر ہونے سے انکار قرآن کا انکار و تکذیب ہے، نیز یہ شخص ایک ایسے امر یقینی و مجمع علیہ کا انکار کرتا ہے جس کو امت روز اول سے "ابا عن جد" جانتی چلی آتی ہے، اور ہر خاص و عام قطعی و یقینی طور پر (آفتاب نصف النہار کی طرح) جانتا اور مانتا ہے، لہٰذا یہ (اجماع امت) ضروریات دین میں سے ہو گیا (جس کا انکار کفر ہے) اور ہمارے علم میں (امت میں) اس کا کوئی مخالف بھی نہیں ہوا (اس لئے اجماع قطعی ہو گیا) لہٰذا اگر کوئی ایسا جاہل اور غبی ہو کہ اس (اظہر من الشمس) امر کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو بتلانا اور آگاہ کرنا (ہر مسلمان کا) فرض ہے، اس کے بعد بھی اگر وہ اس امر ضروری (بدیہی) کا انکار کرے تو ہم اس کو ضرور کافر قرار دیں گے اس لئے کہ کسی بھی امر ضروری "بدیہی" کا انکار کفر ہے باقی جو امر ضروری اور یقینی نہیں ہے اس کا انکار بے شک کفر نہیں ہے اگرچہ بتلانے کے بعد بھی انکار کیا جائے۔ (زرقانی کے اس طویل بیان سے بھی واضح ہو گیا کہ "اجماع قطعی" کا انکار کفر ہے) زرقانی فرماتے ہیں: شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ کی کتاب "البہجہ" کے شارحین کے بیان کا حاصل بھی یہی ہے"۔

ختم نبوت کا عقیدہ اجماعی ہے، اس کا منکر قطعاً کافر ہے، اور اس میں کوئی تاویل یا تخصیص قابل سماعت نہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب "الاقتصاد" میں فرماتے ہیں:

"امت مسلمہ نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ (**انقطعت النبوة والرسالة فلا نبي بعدي ولا رسول**) کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی امت کو) بتلایا ہے کہ میرے بعد قیامت تک نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول، اور یہ کہ اس بیان میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص، اب جو کوئی اس میں کوئی تاویل یا تخصیص کرتا ہے اس کا قول از قبیل ہذیان و جنون ہے، ایسے شخص کو کافر کہنے میں کوئی

امر مانع نہیں اس لئے کہ یہ شخص اس نص صریح کی تکذیب کرتا ہے، جس کے متعلق امت کا اتفاق ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔"

قاعدہ کلیہ: کون سی بدعت (گمراہی) موجب کفر ہے اور کون سی نہیں؟

علامہ شامی رحمہ اللہ رسائل ابن عابدین میں ص ۲۹۰ پر فرماتے ہیں

"اس پر بھی اجماع ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو اس قطعی دلیل کے خلاف ہو جو بھی یعنی اعتقاد و عمل کو واجب کرتی ہے اس کے معتقد مبتدع کی تکفیر سے کوئی شے مانع نہیں سمجھا جا سکتا چنانچہ "الاختیار" میں تصریح کی ہے کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو اس قطعی دلیل کے خلاف ہو جو علم اور اس پر عمل کو قطعاً واجب قرار دیتی ہے وہ کفر ہے اور جو بدعت اس دلیل کے مخالف نہ ہو بلکہ صرف اس دلیل کے خلاف ہو جو ظاہر عمل کو واجب کرتی ہے وہ بدعت (گمراہی) کفر نہیں ہے۔"

اس رسائل ابن عابدین کے ص ۲۹۳ پر فرماتے ہیں

"دوسرا قول جو "محیط" میں مذکور ہے وہی ہے جو ابن ہمام شرح "التحریر" اور "شرح عقائد" سے اس سے قبل نقل کر چکے ہیں، اس قول میں اور ابن المنذر کے بیان میں اس طرح توفیق پیدا کی جا سکتی ہے کہ ابن المنذر کی مراد ان لوگوں سے جن کو کافر کہا گیا ہے وہ لوگ ہیں جو قطعی دلیل کا انکار کریں۔"

ضروریات دین کا منکر کافر ہے، امور قطعیہ کا منکر بتلانے کے باوجود بھی انکار پر مصر رہے تو وہ بھی کافر ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "حلبیہ" کے دستیاب نسخے میں باب "البغاۃ" کے ذیل میں لکھا ہے

"محیط میں مذکور ہے کہ اہل بدعت (گمراہ فرقوں) کو کافر کہنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ بعض علماء تو کسی بھی مبتدع فرقے کو کافر نہیں کہتے اور بعض علماء ان میں سے بعض کو کافر کہتے ہیں (بعض کو نہیں) یہ علماء کہتے ہیں کہ ہر وہ بدعت (گمراہی) جو کسی قطعی دلیل کے خلاف ہو وہ کفر ہے (اور اس کا ماننے والا کافر ہے) اور جو بدعت کسی قطعی اور موجب علم و یقین کے خلاف نہ ہو وہ بدعت گمراہی ہے (اور اس کا ماننے والا گمراہ ہے، کافر نہیں ہے) یہی اہل سنت والجماعت کا اسی پر اعتماد ہے۔"

فرماتے ہیں ابن "فتح القدیر" میں جو اس (فرق) پر کلام کیا ہے کہ صاحب محیط کی مراد (ان امور سے جن میں اختلاف ہے) وہ امور ہے جو ضروریات دین میں سے نہ ہوں (یعنی یہ تفصیل اور فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے، اور ضروریات دین کا منکر ہر صورت کافر ہے) اور ابن عابدین رحمہ اللہ نے اسی پر اکتفاء کیا ہے (کہ یہ فرق صرف غیر ضروریات دین میں ہے) تو محقق ابن

ہمام رحمہ اللہ نے "فتح القدیر" کے باب "الامامة" میں اس کے اسی تردد کا اظہار کیا ہے (کہ ضروریات دین میں یہ فرق معتبر ہے یا نہیں) چنانچہ "فواتح الرحموت" میں اس پر تنبیہ بھی کی ہے۔

فرماتے ہیں لہٰذا "محیط" کا بیان نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہے، خاص کر جب کہ وہ اس کو اکثر علماء اہل سنت کا مسلک بتاتے ہیں، ابن عابدین رحمہ اللہ نے بھی باب "البغاۃ" میں ابن "فتح القدیر" کے بیان پر استدراک کیا ہے، اور چونکہ ضروریات دین پر تکفیر کرنے میں کوئی اختلاف ہے ہی نہیں، جیسا کہ "تحریر" میں اس کی تصریح کی ہے اور ایسے قطعی امور پر تکفیر کو جو ضروریات دین میں سے نہ ہو صرف اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ خود منکر کو ان کے قطعی ہونے کا علم ہو یا اہل علم اس کو بتلائیں، اس کے باوجود بھی وہ انکار پر قائم اور مصر رہے جیسا کہ "مسایرہ" میں ص: ۳۱۸ پر اس کی تصریح کی ہے، تو پھر مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہو جاتا ہے اور بحث کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ●

موجب کفر بدعت کے مرتکب کے پیچھے نماز جائز نہیں:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "بدائع الصنائع" میں جو فقہ حنفی کی بلند پایہ اور مستند کتاب ہے ص ۱۵۷ پر لکھا ہے۔

"مبتدع" (گمراہ) اور فاسد العقیدہ شخص کی امامت مکروہ ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے "امالی" میں اس کی تصریح کی ہے وہ فرماتے ہیں: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ امام مبتدع اور فاسد العقیدہ ہو، اس لئے کہ صحیح العقیدہ مسلمان ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے رہی یہ بات کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ احناف تو فرماتے ہیں کہ مبتدع کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں چنانچہ "منتقی" میں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ امام صاحب مبتدع کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے، لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر وہ بدعت موجب کفر ہے تو ایسے مبتدع کے پیچھے تو نماز ناجائز ہے، اور اگر موجب کفر نہیں ہے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور قول ممانعت تکفیر اہل قبلہ کی حقیقت.

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ "منتقی" جس کی روایت کا صاحب "بدائع" نے حوالہ دیا ہے وہی "منتقی" ہے جس کے حوالے سے "مسایرہ" میں ص: ۲۱۴ پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ممانعت تکفیر اہل قبلہ کا مشہور قول نقل کیا

● [illegible]

(ص ۴۱)

ہے (جس کا تذکرہ آچکا ہے) لہٰذا "منتقیٰ" کا یہ بیان اس بیان کی وضاحت کرتا ہے (کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اس صورت میں اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے کہ جس میں ضروریات دین کا انکار یا قطعی امر کی مخالفت نہ ہو ورنہ اگر کوئی اہل قبلہ ضروریات دین یا امر قطعی کا انکار کرے گا تو اس کو ضرور کافر کہا جائے گا اسی لئے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے۔)

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں باب "المرتد" کے ذیل میں بھی یہی تفصیل بیان کی ہے اور "خلاصۃ الفتاویٰ" میں تو تصریح کی ہے کہ (امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے) "اصل" (مبسوط) میں اس (نماز نہ ہونے) کی تصریح کی ہے۔ صاحب "البحر الرائق" نے بھی "خلاصۃ الفتاویٰ" سے یہی نقل کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "فتح القدیر" کے اس بیان کی بھی مراجعت کرنی چاہئے جو "مقتدی ثالث کی تحصیل کے حیلے" سے متعلق ہے۔

ضروریاتِ دین اور دین کے قطعی امور کا منکر پکا کافر ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی "حاشیہ خیالی" میں فرماتے ہیں:

"والتاویل فی ضروریات الدین لایدفع الکفر."

ترجمہ..... "ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔"

فرماتے ہیں: "خیالی" میں بھی یہی بیان کیا ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ "مکتوبات امام ربانی" میں ج:۳ ص:۳۸، ج:۸ ص:۹۰ پر فرماتے ہیں:

"چونکہ یہ مبتدع (گمراہ) فرقہ اہل قبلہ میں سے ہے، اس لئے ان کی تکفیر اس وقت تک نہ کرنی چاہئے جب تک کہ یہ ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور وہ متواترات شرعیہ کو رد نہ کریں اور ان امور کو قبول کرنے سے انکار نہ کریں جن کا دین سے ہونا یقینی (اور بدیہی) طور پر معلوم ہے۔"

تاویل باطل خود کفر ہے:

مصنف علی الرحمۃ فرماتے ہیں: "فتوحات المکیہ" میں ج:۲ ص:۸۵۷ پر فرماتے ہیں: تاویل فاسد (باطل) کفر کے مانند ہے۔ باب:۲۸۹ کی مراجعت کیجئے۔

لزومِ کفر، کفر ہے یا نہیں؟

"کلیات ابوالبقاء" میں لفظ "کفر" کے تحت لکھتے ہیں:

"ہر وہ قول موجب کفر ہے جس میں کسی مجمع علیہ اور منصوص امر کا انکار پایا جائے، چاہے اس کا معتقد ہو، چاہے ازراہ عناد کہا ہو (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)۔"

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "یواقیت" میں فرماتے ہیں:

"کمال الدین ابن امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ٹھیک یہ ہے کہ کسی کے مذہب سے جو امر لازم آئے وہ اس کا مذہب نہیں ہوتا، اور محض کفر کے لازم آنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، اس لئے کہ لازم آجانا اور بات ہے اور اس کا التزام (اختیار) کرنا اور بات ہے، لیکن "مواقف" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (لزوم کفر کا کفر نہ ہونا) اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس صاحب مذہب کو اس لازم آنے کا اور اس کے کفر ہونے کا علم نہ ہو (اور اگر وہ جانتا ہے کہ میرے مذہب پر یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے، اس کے باوجود وہ اس پر قائم ہے تو یقیناً کافر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ رضا بالکفر کفر ہے) اس لئے کہ صاحب "مواقف" کے الفاظ یہ ہیں:

"من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ لیس بکافر"

ترجمہ..... "جس کو کفر لازم آجائے اور اس کو اس کا علم نہ ہو، وہ کافر نہیں ہے۔"

اس کے مفہوم سے صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ جانتا ہے تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کفر کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔

"کلیات ابوالبقاء" میں فرماتے ہیں:

"(کسی کے قول سے) ایسے کفر کا لازم آنا بھی کفر ہے، جس کا کفر ہونا (سب کو) معلوم ہو، اس لئے کہ جب (لازم اور اس کا) لزوم ظاہر ہو اور صحیح ہو تو پھر وہ التزام (جان بوجھ کر اختیار کرنے) کے حکم میں ہے نہ کہ لاعلمی میں لازم آنے کے حکم میں۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "مواقف" کی (مذکورہ بالا) عبارت میں لازم کے کفر ہونے کو جاننے کی قید نہیں ہے، اس میں تو صرف اتنا ہے کہ لازم آنے کو جانتا ہو، (یعنی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "لازم کے کفر ہونے کا علم" از خود اضافہ فرمایا ہے، صاحب "مواقف" کی عبارت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ لاعلمی میں جو کفر لازم آجائے وہ کفر نہیں ہے)

ضروریاتِ دین میں تاویل بھی کفر ہے، بلکہ تاویل انکار سے بھی بڑھ کر:

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ الوزیر الیمانی اپنی کتاب "ایثار الحق علی الخلق" میں ص:۳۳۱ پر فرماتے ہیں:

"اس لئے کہ ضروریات دین کا انکار یا ان میں تاویل کرنا کفر ہے۔"

اسی کتاب کے ص:۴۳۰ پر فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں ان ● پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی امر حرام کی حرمت کا اقرار کرتے ہوئے اس کو عمداً اختیار کرنے کی بہ نسبت اس امر حرام کو تاویل کر کے حلال بنالینا زیادہ سخت (گمراہی کا موجب) ہوتا ہے اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں وہ تاویل سے حلال بنایا ہوا امر ایسا ہو کہ اس کی حرمت قطعی طور پر سب کو معلوم ہو، مثلاً ترک صلوٰۃ (یعنی کسی تاویل کی بنا پر نماز کو ترک کرنا مثلاً یہ کہنا کہ نماز جاہل اور سرکش عربوں میں نظم و ضبط اور اطاعت امیر کا شعور پیدا کرنے کے لئے تھی، اور وضو ان کو طہارت و نظافت کا عادی بنانے کے لئے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے) چنانچہ جو شخص (اس قسم کی کوئی) تاویل کر کے نماز چھوڑتا ہے، وہ متفقہ طور پر کافر ہے، اور جو شخص قصداً نماز نہیں پڑھتا مگر اس کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے اس کو کافر کہنے میں اختلاف ہے (بیشتر ائمہ و فقہاء اس کو گنہگار اور فاسق کہتے ہیں، بعض علمائے ظاہر اس کو کافر کہتے ہیں) تو دیکھیے مذکورہ مثال میں تاویل (کا حکم عمداً ترک کے مقابلہ میں) تحریم کے لحاظ سے کتنا سخت ہے (کہ تاویل کر کے نماز چھوڑنا متفقہ طور پر کفر ہے اور بغیر کسی تاویل کے عمداً نماز ترک کرنے کے کفر ہونے میں اختلاف ہے کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی نہیں)"

جو تاویل ضروریات دین کے مخالف و منافی ہو، وہ کفر ہے اسی ذیل میں ص ۱۲ پر فرماتے ہیں:

"نیز کبھی انسان ایسے امور میں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، جن میں تاویل کی مطلق گنجائش نہیں جیسے "قرامطہ" کی تاویلیں (کہ اللہ سے مراد امام وقت ہے) اور بعض تاویلوں سے ضروریات دین کی مخالفت لازم آجاتی ہے، اور تاویل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا (اور کافر ہو جاتے ہیں) یہ وہ مقام ہے جس میں انسان علم الٰہی اور احکام آخرت کے اعتبار سے کفر کے خطرہ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا، اگرچہ کیسی علم نہ ہو۔"

صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے ہیں:

"اسی طرح علماء امت کا اس پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کسی بھی قطعی امر مسنون (یعنی یہ امر جس کا رسول اللہ ﷺ سے مسنون ہونا قطعی ہو) کی مخالفت کفر اور اسلام سے نکل جانے کے مترادف ہے۔"

اسلام متبوع ہے، کسی کے تابع نہیں: نیز صفحہ ۱۲۸ پر فرماتے ہیں

"نیز یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ اسلام (ایک مکمل اور مرتب) واجب الاتباع مذہب ہے نہ کہ

● یعنی ان لوگوں پر جو "عدم تاویل" کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کو کافر کہتے ہیں۔

(انسانی ذہن و فکر کا) اختراع کردہ اور ساختہ پرداختہ طریق کار، لہٰذا اس میں کسی انسانی عقل و قیاس کو دخل اندازی کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، اور اسی لئے جو شخص (کسی بھی وجہ سے) اس کے کسی بھی رکن کا انکار کرے، وہ کافر ہے، اس لئے کہ اس کے تمام ارکان قطعی اور یقینی طور پر معروف و متعین ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کسی امر باطل کو اس کے بطلان پر متنبہ کئے بغیر علی الاعلان اور بار بار ذکر نہیں کرتی، خاص کر وہ امر جس کو یہ (منکرین) باطل نام رکھتے ہیں، وہی امر کتاب اللہ کی تمام آیات اور دوسری تمام کتب سماویہ میں مذکور و معروف ہے، اور کتاب اللہ کی کوئی آیت اس کے مخالف و منافی بھی نہیں کہ تطبیق و توفیق (اور رفع تعارض) کی غرض سے اس میں تاویل کی صورتیں پیدا کی جائیں۔"

فرقہ باطنیہ کی تاویلیں: محقق موصوف "تاویلات باطلہ" کے ذیل میں ص ۱۲۹ اور ۱۳۰ پر فرماتے ہیں

"تاویل کی حیثیت سے مذاہب باطلہ میں سب سے زیادہ فحش اور سب سے زیادہ مشہور فرقہ باطنیہ (قرامطہ) کا مذہب ہے، جنہوں نے اثبات توحید اور تقدیس و تنزیہ کے نام سے تمام (صفات الٰہیہ) اور اسماء حسنیٰ الٰہیہ کی عجیب عجیب (مضحکہ خیز) تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کی ان تمام صفات و اسماء کی نفی اور انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ان اسماء و صفات کے اطلاق سے تشبیہ لازم آتی ہے (اور اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دینا شرک ہے) اور اس سلسلہ میں اس قدر حد سے بڑھے اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ کہنے لگے "اللہ تعالیٰ کو نہ موجود کہا جا سکتا ہے اور نہ معدوم" بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ "اللہ تعالیٰ کو الفاظ و حروف سے تعبیر بھی نہیں کیا جا سکتا" اور تمام اسماء حسنیٰ جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویل یہ کی کہ ان سے مراد (اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ) ان کا "امام وقت" ہے اور اسی کا نام ان کے نزدیک "اللہ" ہے اور لا الٰہ الا اللہ (کلمہ توحید میں بھی) "اللہ" سے مراد "امام زمان" ہے (نعوذ باللہ من شرور انفسہم) ● فرماتے ہیں:

"ان کا یہ عقیدہ تو اب حد تواتر کو پہنچ چکا ہے اور میں نے بچشم خود ان کا یہ عقیدہ ان کی بے شمار کتابوں میں دیکھا ہے جو ان کے ہاں متداول اور دستیاب ہیں، یا ان کے کتب خانوں، خزانوں اور ان قلعوں کے اندر پائی گئی ہیں جن کو بزور شمشیر مسخر کیا گیا، یا طویل محاصروں کے بعد فتح کیا گیا، یا جو ان میں سے بعض کے ہاتھوں سے فرار ہوتے وقت چھن گئیں، یا خفیہ مقامات پر چھپی ہوئی مل گئیں، جن کو انہوں نے اپنے عقائد کے طشت از بام ہونے کے خوف سے چھپا دیا تھا، بس جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ

● ہمارے زمانہ میں بھی ایک زندیق بانگ دہل اپنی تصانیف میں لکھتا ہے کہ "اطیعوا اللہ" سے مراد "مرکز ملت" یعنی حکومت وقت ہے "جس کا نام ہی اس نے کیا۔"

یہ عقیدہ اور تاویل کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ تاویل ایسی تاویل نہیں جیسی آیت کریمہ: "وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا" میں ہے کہ "قریہ" سے مراد اہل قریہ اور "عیر" سے مراد اہل عیر ہیں، جس کو علماء معانی "ایصال بالحذف" کے نام سے یاد کرتے ہیں، مگر اس کا علم صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی عمر اسلامی ماحول اور مسلمانوں میں گزری ہو، اور اس کے کان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوں، اور وہ باطنی فرقہ کا آدمی جس نے باطنیوں میں اور باطنی ماحول میں پرورش پائی ہو، وہ بھلا اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟"

فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ محدث جس کی عمر احادیث و روایات کے مطالعہ و مذاکرہ میں گزری ہو، وہ بعض متکلمین کی تاویلوں کو ایسا ہی (غلط) جانتا ہے (جیسے یہ اسلامی ماحول میں پرورش پانے والا مسلمان "باطنیہ" کی تاویلوں کو) اسی طرح ایک متکلم جس کی عمر علم کلام میں گزری ہو، وہ احادیث و روایات رسول ﷺ سے بعید اور احوال سلف سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے ایک محدث کے علم سے ایسا ہی دور اور اجنبی ہوتا ہے، جیسا یہ باطنی ایک مسلمان کے علم سے ناآشنا ہے۔ لہٰذا ایک متکلم تو علماء ادب و معانی کے مقرر کردہ اصول اور شرائط مجاز کو پیش نظر رکھ کر تاویل کو جائز قرار دے دیتا ہے، اور اس نقطہ نظر سے وہ صحیح بھی ہو سکتی ہے، لیکن ایک محدث کے پاس قطعی و یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے (ان نصوص میں) یہ تاویل ہرگز نہیں کی جیسے ایک متکلم کے پاس (اصول عربیت و معانی کے پیش نظر) یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے اسماء حسنیٰ الٰہیہ میں یہ تاویل ہرگز نہیں کی کہ ان کا مصداق "امام زماں" ہے، اگرچہ وہ "مجاز بالحذف" جس کے تحت باطنیہ نے اسماء حسنیٰ میں تاویل کی، اپنی جگہ از روئے لغت سب کے نزدیک صحیح ہے، لیکن اس کے لئے خاص خاص مقام اور مخصوص قرائن ہوتے ہیں جن کی بنا پر "مضاف" کو محذوف مانا جا سکتا ہے۔ باطنیہ نے ادب و لغت کے اس قاعدہ کو قطعاً بے محل استعمال کیا ہے۔" اسی کتاب "ایثار الحق" ص ۱۵۵ پر فرماتے ہیں۔

"باقی رہی تفسیر، سو وہ "ارکان اسلام" (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور "اسماء حسنیٰ الٰہیہ" جن کے معنی و مراد بدیہی اور یقینی طور پر سب کو معلوم ہیں، ان کی تفسیر کو تو ہم ممنوع قرار دیتے ہیں، اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں (کسی تفسیر و تشریح کے محتاج نہیں) اور ان کے معانی و مصادیق متعین ہیں (ان میں تغیر و تبدیل کا امکان نہیں) ان کی تفسیر تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ان میں تحریف کرنا چاہتا ہے، جیسے ملحد، باطنیہ اور جن کے معنی و مراد یقینی طور پر معلوم نہ ہوں، اور ان کے متعین کرنے میں دقت اور دشواری ہو تو اگر ان کی تفسیر کرنے میں گمراہی کا خطرہ اور غلطی کرنے میں گناہ کا اندیشہ ہو تو ان میں سے

جو عقائد سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علیٰ حالہ رہنے دیں گے اور) جو ان میں خود ساختہ تعبیرات کو بالکل ترک کر دیں گے اور احتیاط و توقف کا مسلک اختیار کریں گے، اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو (پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟) جس طرح قرآن میں وارد ہوا اسی طرح ہم ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنی ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کر کے ان پر عمل کریں گے) اس لئے کہ ظنیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماع امت ظن غالب پر عمل کرنا واجب پایا گیا ہے۔"

واللہ الهادی والموفق!

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے اسی کتاب کے ص ۱۱۲ پر فرماتے ہیں

"وہم یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے، مخالفت کرے اس کو "کافر" کہا جائے گا، اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے، اور اگر دین انسان کی (عقل و قیاس اور) نظر و فکر سے ماخوذ ہوتا (یعنی عقل انسانی دین کی مدون ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا، اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت و امتیاز اور اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کامل و مکمل اور محکم و منضبط (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، اور یہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس دین پر تحکم اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ یا نظر ثانی کی) جسارت کرے، اور آپ کے دین کو کامل ماننے کا نام ہے۔" ●

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں اسی کتاب کے ص ۳۸۵ پر فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! اصل کفر کا مدار صرف تکذیب (جان بوجھ کر جھٹلانے) پر ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی تکذیب ہو، خواہ اس دین و شریعت کی تکذیب ہو، جس کو وہ لے کر دنیا میں آئے، بشرطیکہ وہ امر دین جس کی تکذیب کی گئی ہے، اس کا تواتر و ثبوت دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو اور اس میں کبھی کوئی اختلاف نہیں

● [illegible]

یہ عقیدہ، وہ تاویل کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ تاویل ایسی تاویل نہیں جیسی آیت کریمہ: "واسئل القریۃ التی کنا فیہا والعیر التی اقبلنا فیہا۔" میں ہے کہ "قریۃ" سے مراد اہل قریہ اور "عیر" سے مراد اہل عیر ہیں، جس کو علماء معانی "ایصال بالحذف" کے نام سے یاد کرتے ہیں، مگر اس کا علم صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس کی عمر اسلامی ماحول اور مسلمانوں میں گزری ہو، اور اس کے کان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوں، اور وہ باطنی فرقہ کا آدمی جس نے باطنیوں میں اور باطنی ماحول میں پرورش پائی ہو، وہ بھلا اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے؟"

فرماتے ہیں:

"اسی طرح وہ محدث جس کی عمر احادیث و روایات کے مطالعہ و مذاکرہ میں گذری ہو، وہ بعض متکلمین کی تاویلوں کو ایسا ہی (غلط) جانتا ہے (جیسے یہ اسلامی ماحول میں پرورش پانے والا مسلمان "باطنیہ" کی تاویلوں کو) اسی طرح ایک متکلم جس کی عمر علم کلام میں گذری ہو، وہ احادیث و روایات رسول ﷺ سے بعید اور احوال سلف سے بیگانہ ہونے کی وجہ سے ایک محدث کے علم سے ایسا ہی اور اجنبی ہوتا ہے، جیسا یہ باطنی ایک مسلمان کے علم سے نا آشنا ہے۔ لہٰذا ایک متکلم تو علماء ادب و معانی کے مقرر کردہ اصول اور شروط مجاز کو پیش نظر رکھ کر تاویل کو جائز قرار دے دیتا ہے، اور اس نقطۂ نظر سے وہ صحیح بھی ہو سکتی ہے، لیکن ایک محدث کے پاس قطعی و یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے (ان نصوص میں) یہ تاویل بالکل نہیں کی جیسے ایک متکلم کے پاس (اصول عربیت و معانی کے پیش نظر) یقینی علم موجود ہے کہ سلف صالحین نے اسماء حسنیٰ الٰہیہ میں یہ تاویل ہرگز نہیں کی کہ اس کا مصداق "کلام زمان" ہے، اگرچہ وہ "مجاز بالحذف" جس کے تحت باطنیہ نے اسماء حسنیٰ میں تاویل کی، اپنی جگہ از روئے لغت سب کے نزدیک صحیح ہے، لیکن اس کے لئے خاص خاص مقام اور مخصوص قرائن ہوتے ہیں جن کی بنا پر "مضاف" کو محذوف مانا جا سکتا ہے۔ باطنیہ نے ادب و لغت کے اس قاعدہ کو بے محل استعمال کیا ہے۔" اسی کتاب "ایثار الحق" ص ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

"باقی رہی تفسیر اسماء "ارکان اسلام" (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور "اسماء حسنیٰ الٰہیہ" جن کے معنی و مراد بدیہی اور یقینی طور پر سب کو معلوم ہیں، ان کی تفسیر کو تو ہم محض بے معنی قرار دیتے ہیں اس لئے کہ وہ بالکل واضح ہیں (کسی تفسیر بیان کے محتاج نہیں) اور ان کے معانی و مصادیق متعین ہیں (ان میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں) ان کی تفسیر تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو ان میں تحریف کرنا چاہتا ہے جیسے ملحد، باطنیہ اور جن کے معنی و مراد یقینی طور پر معلوم نہ ہوں، وہ ان کے متعین کرنے میں دقت اور دشواری ہو تو اگر ان کی تفسیر کرنے میں مراد کا خطا و غلطی کرنے میں رد کا اندیشہ ہو تو ان میں سے

ہونے سے متعلق ہیں (ان کو تو ہم علیٰ حالہ رہنے دیں گے اور) جو ان میں خود ساختہ تعبیرات کو داخل کر دیں گے، اور احتیاطاً توقف کا مسلک اختیار کریں گے، اس لئے کہ ان میں عمل کا تو سوال ہی نہیں کہ ان کے متعین معنی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو (پھر تفسیر کی ضرورت کیا؟ جس طرح قرآن میں وارد ہوا اسی طرح ہم ایمان لے آتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بھی ان کی مراد ہے برحق ہے اگرچہ ہمیں اس کا علم نہ ہو) اور اگر گمراہی کا خطرہ نہ ہو (اور عمل سے اس کا تعلق ہو) تو ہم ظن غالب پر عمل کریں گے (یعنی ظن غالب سے ان کے معنی و مراد کو متعین کر کے ان پر عمل کر لیں گے) اس لئے کہ عملیات میں ظن غالب ہی معتبر ہے اور باجماع امت ظن غالب پر عمل کرنا واجب یا جائز ہے۔"

واللہ الہادی والموفق!

دین اسلام عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر ہے اسی کتاب کے ص ۴۱۶ پر فرماتے ہیں:

"دوم یہ کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اس دین کی جو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے، مخالفت کرے اس کو "کافر" کہا جائے گا، اور اگر وہ دین میں داخل (اور مسلمان) ہونے کے بعد (اس مخالفت کی بنا پر) دین سے نکلا ہے تو اس کو "مرتد" کہا جائے۔ اور اگر دین انسان کی (عقلی قیاس اور) نظر و فکر سے ماخوذ ہوتا (یعنی عقل انسانی دین کی مدون ہوتی) تو اس کا منکر کافر نہ ہوتا، اس لئے کہ اس صورت میں دین کو تجویز کرنے والی بھی عقل انسانی ہوتی اور مخالفت کرنے والی بھی عقل انسانی، اور ایک عقل انسانی کو دوسری عقل انسانی پر کوئی فوقیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل نہیں کہ اس کا مخالف مرتد اور واجب القتل ہو) لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کامل و مکمل اور محکم و پختہ (عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر) دین لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں، اور یہ کہ کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے بعد اس دین پر نکتہ چینی اور حرف گیری کی (چہ جائیکہ ترمیم و تنسیخ) نظر ثانی کی ہمت کرے۔ اور آپ سے دین کو کامل بنانے کا کام لے۔" ●

موجبات کفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں اسی کتاب کے ص ۴۱۵ پر فرماتے ہیں:

"بارہواں مجموعہ اور اصل کفر کا منبع، عمداً تکذیب (تکذیب) ہے خواہ معروف و مشہور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی تکذیب ہو، خواہ اس دین و شریعت کی تکذیب ہو جس کو وہ لے کر دنیا میں تشریف لائے، بشرطیکہ وہ امر دین جس کی تکذیب کی گئی ہے اس کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور اس میں کبھی وہ فی نفسہ اختلاف نہیں

● [illegible]

کہ یہ عمداً تکذیب یقیناً کفر ہے، اور جو شخص اس کا مرتکب ہو اگر وہ ذی ہوش، عاقل و بالغ انسان ہے اور حواس باختہ (دیوانہ و پاگل) یا مجبور و مضطر نہیں ہے تو یقیناً کافر ہے، اور اس شخص کے کافر ہونے میں بھی کوئی اختلاف نہیں جس نے کسی مجمع علیہ اور بدیہی طور پر معلوم و معروف امر دین کے انکار پر تاویل کا پردہ ڈالا ہو اور آنحضرت ﷺ نے اس میں تاویل ممکن نہ ہو، جیسے کہ ملحد "قرامطہ" نے کیا ہے۔"

زیر بحث مسئلہ میں "القواصم والعواصم" کے اہم ترین اقتباسات

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: انہیں محقق محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کی دوسری کتاب "القواصم والعواصم" سے اہم زیر بحث مسئلہ پر چند اقتباسات پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں، نیز فرماتے ہیں محقق موصوف نے (علاوہ ان اقتباسات کے جو ہم پیش کر رہے ہیں) اسی کتاب کے جزو اول کے اندر بھی مذکورہ ذیل عنوان کے تحت تکفیر کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

"الفصل الثالث: الاشارة الی حجة من کفر ھؤلاء وما یرد علیھا."

ترجمہ "تیسری فصل، ان لوگوں کے دلائل اور ان پر وارد ہونے والے شکوک و شبہات کی جانب اشارہ جو ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔"

فرماتے ہیں: اور غالباً "الوھم الخامس عشر" کے تحت اس کا تذکرہ کیا ہے، نیز محقق موصوف نے بیہقی کی کتاب "الاسماء والصفات" کے حوالہ سے خطابی رحمہ اللہ کی ایک نہایت مفید اور اہم تحقیق بھی نقل کی ہے، جو خطابی رحمہ اللہ کی دوسری کتاب "معالم السنن" کی مراد کو واضح کرتی ہے، اور "مسئلہ تقدیر" کے تحت "الاسماء والصفات" کے حوالے سے عزیر ﷺ نبی تھے۔

جو تاویل عہد نبوت اور عہد صحابہ میں مسموع نہ ہو وہ معتبر نہیں

محقق موصوف "جزو ثالث" کے شروع میں فرماتے ہیں:

"دوسری دلیل یہ ہے اور یہی صحیح اور لائق اعتماد ہے کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں ان نصوص (اور آیات) کی کثرت، اور بار بار ان کی تلاوت کا اس طرح اعادہ کرنا، ان میں کوئی تاویل کسی سے سنی گئی، اور نہ کسی نے ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کسی نا واقف شخص کو منع کیا، یہاں تک کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ (اسی طرح) گذر جاتے ہیں، یہ (تواتر معنوی) ان نصوص (اور آیات) کے مؤول نہ ہونے کے یقین کی (نہایت قوی) دلیل ہے، قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بھی اسی دلیل کی جانب اشارہ کرتی ہے:

"ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثارة من علم ان کنتم صادقین" (الاحقاف ۴)

ترجمہ "اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کسی کتاب یا کسی علم و یقین سے مفید دلیل ماثور سے اس (اپنے دعوے) کا ثبوت دو۔"

(معلوم ہوا کہ دعوے کی صحت کا ثبوت انہیں دو چیزوں سے پیش کیا جا سکتا ہے)

فرماتے ہیں:

"اس مقام پر غور و تامل کرنے والے کے لئے اس مسئلہ (تکفیر) میں، اور صفات کی بحث میں جمہور متقدمین کے عقائد باطلہ کی بیخ کنی کرنے کے لئے یہ دلیل (تواتر) کس قدر قوی اور شاندار دلیل ہے، اس لئے کہ عادۃً یہ ممکن نہیں کہ جو (معنی) معتزلہ قابل ترجیح سمجھتے ہیں اس کے اظہار و بیان پر اتنے زمانہ ہائے دراز گزر جائیں اور اس کی مجوزہ تاویل بھی موجود ہو (جو معتزلہ کرتے ہیں) اور کوئی بھی اس تاویل کا ذکر نہ کرے، خواہ اس کا ذکر واجب ہو، خواہ مباح ہو (یعنی تاویل ضروری ہو یا جائز)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب

محقق موصوف فرماتے ہیں:

"امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المحصول" کے مقدمہ میں جہاں لغات کی بحث کی ہے، اس مسئلہ پر بھی ایک طویل و عریض بحث کرتے ہیں کہ "سمعی دلائل کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے۔" اس لئے کہ مفرد الفاظ اور ان سے مرکب جملوں میں از روئے لغت اشتراک، مجاز، حذف وغیرہ مختلف احتمالات کا امکان موجود ہوتا ہے (اور احتمال یقین کے منافی ہے)، نیز فرماتے ہیں کہ: ان احتمالات کے نہ ہونے کی اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ تلاش و جستجو کے باوجود وہ احتمالات نہ پائے جائیں (اور کسی چیز کا نہ پایا جانا) یہ دلیل ظنی ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ "بسم الله الرحمن الرحیم" کے متعلق (عامل) کے بارے میں کثرت اختلاف کا ذکر کرتے ہیں، اور یہ کثرت اختلاف ظاہر ہے کہ یقین کے منافی ہے (لہٰذا ثابت ہوا کہ دلائل سمعیہ مفید یقین نہیں ہو سکتے)، اس کے بعد امام رازی رحمہ اللہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں یقین کے مقامات میں اعتماد ان قرائن پر ہوتا ہے جو قصد متکلم پر اضطراری طور سے رہنمائی کرتے ہیں (یعنی سننے والے کو ان قرائن کی بناء پر بے اختیار قصد متکلم کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی احتمال باقی نہیں رہتا) اسی کے ساتھ مواضع یقین میں الفاظ کے معنی کا تواتر (یعنی کسی لفظ کا کسی معنی میں تواتر کے ساتھ استعمال ہونا) بھی یقین کے لئے مفید ہوتا ہے (اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ہے، لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ دلائل سمعیہ کا یقین کے لئے مفید ہونا ممنوع ہے)۔"

محقق موصوف فرماتے ہیں:

"امام رازی رحمہ اللہ کا یہ بیان اس تحقیق کی تائید کرتا ہے جو میں آیات مشیت کے ذیل میں ذکر کر آیا

ہوں، اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی دلائل سمعیہ کے مفید یقین نہ ہونے کو مان لیا جائے) تو دشمنان اسلام اور ملحدین کو مسلمانوں کے بہت سے عقائد سمعیہ میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے اور رخنہ اندازی کرنے کا پورا پورا موقع مل جائے گا (اور مسلمانوں کا کوئی عقیدہ بھی محفوظ نہ رہے گا) فرماتے ہیں: اس کی تائید بعض معتزلہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ: "ہر یقینی سماعی دلیل ضروری (قطعی) ہوتی ہے۔" معتزلہ کا یہ قول نہایت معقول و مدلل ہے، لیکن اس کے بیان کا یہ محل نہیں ہے۔"

شریعت کا ہر قطعی امر "ضروری" ہے

جزو ثالث کے وسط میں بیان کرتے ہیں

"دوسری وجہ اور یہی درست اور قابل اعتماد ہے، یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک تکفیر (یعنی کسی موجب کفر قول یا فعل کی بنا پر کسی کو کافر کہنا) قطعی سماعی ہے۔ (یعنی یقینی طور پر صاحب شریعت سے اس کا مسموع ہونا ضروری ہے) اور صحیح یہ ہے کہ شریعت کا ہر قطعی اور یقینی امر "ضروری" ہے (یعنی ان ضروریات دین میں سے ہے جن کے دین ہونے کو ہر خاص و عام محض یقینی طور پر جانتا ہے)"

تواتر معنوی حجت ہے

محقق موصوف اس موضوع پر کافی اوراق پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"چھٹی دلیل یہ ہے کہ دلائل سمعیہ (نصوص قرآن و حدیث) اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوق کو ہدایت کر دینے کی قدرت پر ایسے بدیہی یا یقینی طور پر دلالت کرتے ہیں (جس سے ہر خاص و عام کو یقین حاصل ہو جاتا ہے) کہ ان میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، دو وجہ سے، ایک تو وہی جس کا تذکرہ اس سے پہلے آ چکا ہے کہ مشیت اور اسی جیسی ان تمام صفات الٰہیہ کی آیت میں تاویل ممنوع ہے، جو عہد نبوت اور عہد صحابہ میں خواص و عوام میں شائع ذائع رہیں، حتیٰ کہ وہ عہد جو متفق علیہ طور پر عہد ہدایت اور مہمات دین کے بیان کا زمانہ ہے، گزر گیا، اور ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی گئی، اور نہ ہی ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنے سے کوئی ممانعت کی گئی (یہ صورت حال اس امر کی دلیل ہے کہ ان آیات میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی، اور ان کے ظاہری معنی پر اعتقاد رکھنا واجب ہے) اس لئے کہ (اگر کوئی تاویل ہوتی اور ظاہری معنی پر اعتقاد ممنوع ہوتا تو) عادۃً یہ ضروری تھا (کہ اس عہد ہدایت میں اس کا ذکر ہو) اگرچہ عقلاً ضروری نہ بھی ہو، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔"

ہر امر قطعی کے لئے ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اور غالباً اس سے بھی زیادہ معقول وجہ وہ ہے جو محقق موصوف نے جزو اول کے آخر میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

"یا دونوں کو ایقین دو جہت سے ہونا ضروری ہے"۔

۱ ایک فی نفسہ نص شرعی کے ثبوت کے اعتبار سے (یعنی وہ آیت یا حدیث محل سے قطع نظر صاحب شریعت سے یقینی طور پر ثابت ہو)۔

۲ اور ایک معنی کی وضاحت کے اعتبار سے (یعنی اس نص کے معنی اس قدر واضح ہوں کہ بے اختیار اس کے معنی کا یقین ہو جائے) ثبوت کے قطعی ہونے کا ذریعہ تو ایک ہی ہے، اور وہ ہے "بدیہی تواتر" (یعنی ہر خاص و عام تواتر کی بدولت اس کے ثبوت کو جانتا ہو) جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے، باقی معنی کی وضاحت کے اعتبار سے تو کیا یہ ممکن ہے کہ (کوئی امر) "قطعی" اور یقینی تو ہو لیکن "ضروری" نہ ہو (یعنی اس کا ثبوت حد تواتر تک نہ پہنچا ہو؟) یہ ایک سوال ہے جس کا جواب بیشتر اصولیین کے بیانات سے تو نکلتا ہے کہ ایسا ہونا جائز ہے (کہ کوئی امر قطعی تو ہو مگر ضروری (متواتر) نہ ہو) لیکن بعض اصولیین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممنوع ہے (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ قطعی ہو اور ضروری نہ ہو، بلکہ ہر امر قطعی کے لئے ضروری ہونا ضروری ہے)۔"

محقق موصوف کی رائے

محقق موصوف فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک بھی (آخری) قول (کہ ہر امر قطعی ضروری ہوتا ہے) زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ کسی نص کے معنی پر یقین حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ اہل لغت کی جانب سے اس کا یقینی ثبوت موجود ہو کہ وہ فلاں لفظ معین سے فلاں معین معنی مراد لیتے ہیں، اس کے علاوہ اور کوئی معنی مراد نہیں لیتے، اور ظاہر ہے کہ یہ ثبوت نقلی اور سمعی ہے نہ کہ عقلی اور نظری، علاوہ جس امر کے ثبوت کا مدار سماع اور نقل پر ہو نہ کہ عقل و نظر پر، اس میں یقینی استدلال (عقلی) کا کوئی دخل نہیں ہوتا، بلکہ وہ از قبیل متواترات ہوتا ہے، اور متواتر ضروری الثبوت ہوتے ہیں، (لہٰذا اہل لغت سے مذکورہ بالا ثبوت حد تواتر تک پہنچ جانے کے بعد ہی زیر بحث نص وضاحت معنی کے اعتبار سے یقینی اور قطعی ہو سکتی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی امر کے قطعی ہونے کے لئے الفاظ کے اعتبار سے صاحب شریعت سے ثبوت کا متواتر ہونا جس طرح ضروری ہے، اسی طرح معنی کے اعتبار سے اہل لغت سے ثبوت کا بھی متواتر ہونا ضروری ہے)۔"

کسی نص (آیت) کا معنی کے اعتبار سے متواتر ہونے کا مطلب

محقق موصوف جزو ثانی کے آخر میں فرماتے ہیں:

"پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کے فاعل مختار ہونے کی دلیل قرآن کریم کی ان نصوص (صریح آیات) پر موقوف اور مبنی قرار دی جائے گی جن کے معنی (ہر خاص و عام کو) معلوم اور معروف ہیں، اور ان میں

کسی بھی تاویل کے نہ ہونے پر قطعی قرائن موجود ہیں، بلکہ ان کا ضروریات دین میں سے ہونا اور مسلمانوں کا ان پر اجماع بھی ہر خاص و عام کو معلوم و معروف ہے، اور ان یقینی قرائن میں سے ایک قرینہ امت مسلمہ کا ان نصوص (آیات) کو بغیر ان کے ظاہری معنی کے خلاف پر متنبہ کیے مسلسل تلاوت کرتے رہنا ہے (یعنی اگر ان نصوص کے ظاہری معنی مراد نہ ہوتے تو خیر القرون میں کوئی تو سلف صالحین میں سے اس پر متنبہ کرتا)۔"

ضرورت شرعیہ کی مثال: ...... فرماتے ہیں

"امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المحصول" میں اسی سوال کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ (نصوص شرعیہ کے) معانی و مقاصد کا علم قرائن کے ساتھ مل کر ضروری (بدیہی) اور یقینی ہو جاتا ہے، اس لئے کہ مثلاً ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مراد لفظ "السموات والارض" سے یقینی اور بدیہی طور پر جانتے ہیں (کہ یہی آسمان و زمین مراد ہیں، جو ہمارے سامنے ہیں) نہ اس وجہ سے کہ لغت عربی میں مثلاً لفظ "سماء" آسمان کے لئے وضع کیا گیا ہے، کیونکہ اس (لغوی) معنی میں تو اشتراک، مجاز اور حذف و اضمار وغیرہ کا دخل بھی ہو سکتا ہے، (لہٰذا ان احتمالات کی بناء پر تو لفظ "سماء" سے آسمان مراد ہونا قطعی اور یقینی نہیں رہتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی مثلاً "بادل" مراد ہوں، بہر حال احتمال یقین کے منافی ہے) اس سے بڑھ کر ضرورت شرعیہ کے تحت ہمیں قطعی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی زمین و آسمان ہیں)۔"

کسی نص قطعی کے مفید یقین ہونے کا مدار۔ ...... اسی کتاب کے آخری جزء کے وسط میں فرماتے ہیں:

"یہ اظہر من الشمس ہے، اس قطعی کے لئے جو یقین کے شرائط کو چاہتا ہو اور وہ شرائط امور سمعیہ (سماع اور نقل سے تعلق رکھنے والے امور) میں (صاحب شریعت سے) نقل کے اعتبار سے بدیہی تواتر ہے، اور معنی کے اعتبار سے بدیہی طور پر واضح ہوتا ہے (یعنی جس نص کا ثبوت شارع علیہ السلام سے تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے اور اس کے معنی مراد کی وضاحت بھی بدیہیات کی حد کو پہنچ چکی ہے وہ نص قطعی ضرور یقین کے لئے مفید ہوگی)۔"

ایسی نص قطعی میں تاویل کے حرام اور ممنوع ہونے کی دلیل۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

باقی اس امر کا یقین کہ اس کی تاویل حرام ہے، بلکہ اس امر کا یقین کہ یہ اپنے ظاہری معنی پر ہے،

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عہد میں اس کی شہرت حد تواتر تک پہنچ چکی تھی، اور ہمیں معلوم ہے کہ انہوں نے اس نص کو اس کے ظاہری معنی پر برقرار رکھا (اور کوئی تاویل نہیں کی) اور عادۃً یہ محال ہے کہ اس نص کی کوئی صحیح تاویل ہو اور ان میں سے کوئی بھی اس کا ذکر نہ کرے، جیسا کہ اس سے پہلے بھی بیان آ چکا ہے۔"

اور جزو ثالث کے وسط میں "ایمان بالقدر" کی نصوص (آیات) کے تحت فرماتے ہیں

"دوسری دلیل علم ضروری (قطعی و یقینی) کے بعد کی اس شخص کے لئے جو سلف (صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ) کے حالات سے واقف ہے، یہ ہے کہ وہ ان نصوص (آیات) میں مطلق کوئی تاویل نہیں کرتے تھے"۔

ہر امر قطعی کے مفید یقین ہونے کے لئے اس کا ضروری (متواتر) ہونا ضروری ہے۔ ...... جزو اول کے اوائل میں فرماتے ہیں:

"علاوہ ازیں قطعی امور میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ وہ قطعی (یقینی) ہیں یا نہیں؟ مثلاً قیاس بھی، اور اس کی (مخالفت کی) بناء پر کسی کو گنہگار، فاسق یا کافر کہنا (جائز ہے یا نہیں؟ یہ اختلاف ہی اس امر کی دلیل ہے کہ ہر قطعی کے لئے مفید یقین ہونا ضروری نہیں۔) چنانچہ ابن حاجب وغیرہ محققین ایسے شرعی قطعی امر کے وجود کا انکار کرتے ہیں جو "ضروری" (متواتر) نہ ہو اور ان کا فیصلہ ہے کہ نصوص شرعیہ میں فہم معنی کے اعتبار سے "ظنی" اور "ضروریات" کے درمیان کوئی مرتبہ نہیں ہے، (یعنی یا نصوص ظنیہ ہیں یا نصوص ضروریہ (متواترہ) تیسری قسم کوئی نہیں) جیسا کہ تواتر کے الفاظ کے اعتبار سے (سب کے نزدیک) "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" (خبر مشہور و متواتر) کے درمیان کوئی واسطہ نہیں (یعنی جیسے ازروئے روایت یعنی ثبوت الفاظ صرف دو مرتبے ہیں، "ظنی" (خبر واحد) اور "ضروری" "مشہور و متواتر") ایسے ہی ازروئے درایت یعنی فہم معنی کے اعتبار سے بھی دو مرتبے ہیں "ظنی" یا "ضروری"، لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر امر قطعی کے مفید قطع و یقین ہونے کے لئے "ضروری" (متواتر) ہونا ضروری ہے)"۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"علماء اصول کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ قطعیات (امور یقینیہ) کا وجود صرف ان دلائل میں مانتے ہیں جو قطعی اور مفید یقین ہوں۔"

دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں۔ اسی کے آخر میں فرماتے ہیں

''بیشتر محققین کی رائے یہی ہے قطعی دلائل جب بھی شرعی ہوں گے تو یقیناً ''ضروری'' ہوں گے، (یعنی تمام دلائل قطعیہ شرعیہ ضروری (بدیہی) ہوتے ہیں، شرعی دلائل میں ایسے قطعی دلائل کا وجود نہیں جو ضروری نہ ہوں، بالفاظ دیگر دلائل شرعیہ میں قطعی اور ضروری متلازم ہیں)۔''

کثرتِ دلائل، تعددِ طرق اور قرائن سب مل کر یقین کے لئے مفید ہوتے ہیں

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اتحاف'' میں ج ۲ ص ۱۳ پر ابن بیاضی حنفی ''ماتریدیہ'' کا قول نقل کرتے ہیں۔

''دلیل نقلی (سمعی) اس وقت مفید یقین ہوتی ہے جب ایک ہی معنی پر متعدد طریق سے بکثرت دلائل وارد ہوں، اور قرائن بھی ساتھ موجود ہوں، ''الابکار والقاصد'' کے مصنف کا اور بہت سے علماء محققین یعنی ''ماتریدیہ'' کا مختار بھی یہی ہے''۔

مزید تحقیق کے لئے ''توضیح تلویح'' کی مراجعت کیجئے، نیز حضرت مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ابن حاجب کے نزدیک ''ضروری'' کے معنی. ابن حاجب کے نزدیک ''ضروری'' کا مصداق ہر وہ امر ہے جس کو دل بے ساختہ باور کرے اور اس پر یقین و اطمینان کلی حاصل ہو جائے۔ ''ضروری'' کے وہ معروف معنی جو ضروریات دین کی تعریف میں بیان ہو چکے ہیں، جس کا علم ہر خاص و عام کو یکساں طور پر حاصل ہو، ابن حاجب کے نزدیک مراد نہیں، اور نہ ہی اس کی مراد یہ ہے کہ ''النقلی'' (یعنی سماعی) دلیل یقین کے لئے مفید نہیں ہوتی، اس لئے کہ یہ ایک اور اختلافی امر ہے جو دوسرے علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے، محقق موصوف فرماتے ہیں۔

''تیسرا قول جو اکثر ائمہ اہل سنت اور علماء امت کا مسلک ہے، یہ ہے کہ اس (حکم) میں تفصیل ہے علاوہ یہ کہ قطعیات میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔''

مدار کفر. بحث تکفیر کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہی اصل میں کفر ہے، خواہ صراحۃً اور براہ راست ہو، خواہ کوئی ایسا قول یا عقیدہ ہو جس سے یقینی اور بدیہی طور پر آپ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہو، نظری اور استدلالی طور پر لازم آنے کا اعتبار نہیں۔''

تاویل معتبر ہونے کا مدار اور ضابطہ! ہر وہ امر جو عہد نبوت اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں شائع و ذائع رہا اور کسی نے اس کی کوئی تاویل نہیں کی، یقینی اور بدیہی طور پر اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ امر اپنے

ظاہری معنی پر ہے (اس میں کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی)

یہ اصول جو میں نے بیان کیا، اس کو اچھی طرح سمجھ لو، ہر اس امر کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اس قدر مشہور و معروف رہا ہو کہ اس کی شہرت حد تواتر کو پہنچ چکی ہو، اور اس کی کوئی تاویل قطعاً مذکور و منقول نہ ہو، (وہ اپنے ظاہری معنی پر ہے، اس کی کوئی تاویل مسموع نہیں ہو سکتی اور اس کا منکر اگرچہ مؤول ہو کافر ہے)۔''

مثال. تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر کسی تاویل کے شائبہ کے ''کلام'' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور (اس لئے) وہ ''متکلم'' ہے، لہٰذا جس شخص کا یہ قول ہے (کہ) ''کلام'' اللہ کی صفت نہیں یا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں، علماء نے علانیہ اس کی تکفیر کی ہے، خواہ اس اعتقاد کی بنا پر کہ یہ (قول) ان آیات کی تکذیب کرتا ہے (جن سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت ''کلام'' ثابت ہوتی ہے) یا اس بنا پر کہ اس قول سے ان آیت کی تکذیب لازم آتی ہے (یعنی عمداً ان آیت کی تکذیب کی ہے یا اس قول سے تکذیب لازم آ گئی) اور یہ دونوں امر (یعنی التزام کفر اور لزوم کفر) موجب تکذیب ہیں۔

احتیاط! نیز فرماتے ہیں کہ جو لوگ قرآن کو ''قدیم'' نہیں مانتے، وہ بھی اس کو ''حادث'' کہنے سے اجتناب کرتے ہیں، جیسے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق جمہور علماء ''سلف'' میں امام احمد رحمہ اللہ کے ترجمہ (حالات) میں ان سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح تمام حنفیہ میں علماء اہل سنت کی جانب بھی اس کو منسوب کیا ہے کہ وہ جیسے قرآن کو ''قدیم'' نہیں مانتے ''حادث'' بھی نہیں کہتے، (بلکہ توقف کرتے ہیں) اور یہی مسلک مصنف ''مسلّم'' نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔

معتزلہ، شیعہ وغیرہ کا مسلک تکفیر کے بارے میں اس لئے کہ اس سے پہلے آ چکا ہے کہ معتزلہ، شیعہ اور ان کے ما سوا امت کے دوسرے فرقوں کے نزدیک تکفیر (کسی کو کافر کہنے) میں یقین (ہونا) شرط ہے، اس شخص کے حق میں جو کفر کا حکم بالیقین چاہتا ہے، ایسا ہی ہونا بھی چاہئے (کہ کفر کا یقین ہوئے بغیر کسی کو کافر نہ کہے)

تو اس شخص سے یہ کہا جائے کہ (تکفیر کے بارے میں) یقین قطعی کا مرتبہ چھوڑ کر گمان کا وہ مرتبہ جس میں واضح سماعی رجحان (یعنی ظن غالب) موجود ہو کیوں نہ اختیار کر لیا جائے (یعنی کسی کو کافر کہنے میں یقین کے بجائے ظن غالب پر کیوں نہ اکتفاء کر لیا جائے) اور ظن غالب پر عمل تو صرف قطعی اور یقینی دلیل سے ہی ممنوع ہوتا ہے (یعنی اگر ظن غالب کے مقابلہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو تو بے شک ظن غالب پر عمل ممنوع ہوتا ہے اور کوئی قطعی دلیل ظن غالب کے خلاف ہے نہیں، پھر ظن غالب پر

کیوں نہ محمل کیا جائے)

اور قرآن حکیم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ قرآن کل کا کل "متشابہ" (غیر واضح اور محمل تاویل) ہے۔ بلکہ (اس کے برعکس) اس میں تو تصریح ہے کہ قرآن کی بعض آیات "محکم" (اور واضح) ہیں، اور وہی "اصل کتاب" ہیں، (انہی پر دین و ایمان کا مدار ہے) اور کچھ "متشابہ" (غیر واضح) ہیں، تو (صریح اور واضح آیات میں) ان گوناگوں تاویلات کے ہوتے ہوئے وہ قرآن کی محکم آیات کہاں ہیں جن کو باقی متشابہ آیات و احادیث رسول اللہ (ﷺ) کے سمجھنے اور مراد متعین کے لئے مدار بنایا جائے؟ عقل سلیم اس کو باور نہیں کرتی اور محال سمجھتی ہے کہ آسمانی کتابیں اور احادیث رسول اللہ (ﷺ) ایسے واضح اور یقینی بیان حق سے خالی ہوں جس سے کتاب اللہ کی متشابہ آیات کی مراد متعین کی جائے، (یعنی عقلاً یہ محال ہے کہ آسمانی کتاب ہو اور اس میں ایسا واضح اور یقینی بیان حق نہ ہو کہ اس سے غیر واضح آیات کی مراد متعین کی جاسکے، اس لئے قرآن میں ایسی نصوص صریحہ ضرور ہونی چاہئیں جن کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور وہ اپنے ظاہر پر ہوں) قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کریمہ اسی استحالہ کی جانب اشارہ کرتی ہیں:

"ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" (الاحقاف ۴)

ترجمہ: (بت پرستی کے دعوے میں) اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب یا مفید علم ویقین کی کوئی دلیل میرے پاس لاؤ۔"

غور کرنے والے ارباب عقل و دانش کے لئے فرق باطلہ (مؤولین) کی تردید کے لئے یہ حجت کس قدر واضح اور قطعی حجت ہے، اگر مقصود وہی ہوتا (جو مؤولین کہتے ہیں) تو کم از کم ایک مرتبہ (اور کسی ایک جگہ) تو حق کا واضح اور قطعی بیان آسمانی کتاب میں موجود ہوتا کہ متشابہ (غیر واضح) آیات کی مراد اس سے متعین کی جاتی جیسا کہ قرآن نے وعدہ کیا ہے۔

تکفیر کا ضابطہ: جزو ثالث کے وسط میں احادیث "وجوب ایمان بالقدر" کی بحث میں (۷۲) حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ کسی کو کافر قرار دینے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے امر کو رد کیا کہ جس کا ضروریات دین میں سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو وہ شخص کافر ہے۔ اس تعبیر میں کسی قدر اجمال و ابہام ہے، اس کی مزید وضاحت و تفصیل یہ ہے کہ جس شخص کے متعلق ہم کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس نے ضروریات دین میں سے کسی بدیہی اور یقینی امر کو رد کیا ہے، اور اس امر کا بھی ہم کو یقینی طور پر علم ہو کہ یہ شخص اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کو ایسے ہی بدیہی اور یقینی طور پر جانتا ہے، جیسے کہ ہم جانتے ہیں (اور اس کے باوجود جان بوجھ کر رد کیا ہے) تو ایسا شخص بغیر کسی شک و شبہ کے کا

فر ہے (کہ یہ کفر خود عناد ہے) گویا کہ تین چیزوں کا بدیہی اور یقینی علم ہونا ضروری ہے۔

اول: اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا۔

دوم: اس شخص کے اس امر کو ضروری جاننے کا۔

سوم: اس شخص کے متعلق (ہمارا) علم اور جس شخص کے متعلق ہمارا گمان غالب ہو کہ جن امور کو ہم یقینی طور پر ضروریات دین میں سے جانتے ہیں۔

یہ شخص اس سے ناواقف ہے (کہ یہ ضروریات دین ہیں) ایسے شخص کی تکفیر میں بہت زیادہ اختلاف ہے (جو لوگ جہل کو عذر قرار دیتے ہیں اور تکفیر صرف جحود و عناد پر کرتے ہیں وہ کافر نہیں کہتے اور جو لوگ کفر عناد اور کفر جہل کو یکساں کہتے ہیں وہ کافر کہتے ہیں (مصنف مذکور فرماتے ہیں) البتہ یہی ہے کہ اس شخص کی تکفیر نہ کی جائے فرماتے ہیں: مسئلہ صفات کے آخر میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے"

مصنف نور اللہ مرقدہ کی رائے: حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ رسالہ ہذا میں فرماتے ہیں جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی بھی امر کو عمداً یا اصرار کیا، درآنحالیکہ اس کو بتلا دیا گیا ہو (کہ یہ ضروریات دین میں سے ہے) تو وہ شخص کافر ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، "اگرچہ بتلانے والوں کی تعداد حد تواتر کو نہیں پہنچی گویا مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صرف اس امر کے ضروریات دین میں سے ہونے کا علم حد تواتر تک پہنچا ہوا ہونا کافی ہے بالفاظ دیگر تین بدیہی اور یقینی علموں کے بجائے صرف ایک امر کا بدیہی اور یقینی علم کافی ہے) ہاں امر غیر متواتر کا انکار کفر نہ ہوگا۔ لیکن اس رد اور انکار کرنے والے کے ساتھ کافروں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ عہد نبوت میں کسی شخص پر حجت قائم کرنے کے بارے میں اسی پر عمل تھا۔ اور اگر وہ منکر یہ بہانہ کرے کہ "خبر واحد ہونے کی وجہ سے مجھے اس میں تردد ہے" تو اس پر غور کیا جائے گا (اور اس عذر کی صحت کی تحقیق اور ازالہ کی کوشش کی جائے گی) ورنہ تو جس طرح کفر کی تقسیم کفر جہل اور کفر عناد کی طرف (اور اس کی تحقیق کہ کس کا کفر، کفر جہل ہے اور کس کا کفر، کفر عناد ہے) آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد ہے (احکام دنیا کے اعتبار سے دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ دونوں کافر ہیں) اسی طرح منکر (کے معاملہ کو بھی) آخرت کے حوالہ اور اللہ کے سپرد کیا جائے گا (اور دنیوی احکام کے اعتبار سے کافر کہا جائے گا) جیسا کہ وہ شخص جس نے کفر کے ماحول میں نشو و نما پایا ہو اور ہوش سنبھالا ہو، ہم اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔ اگرچہ اس کا یہ کفر جہل پر مبنی ہے کہ وہ عناد پر۔ اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں بھی اس کو کافر کہیں گے (اور لاعلمی کے عذر کا لحاظ نہ کریں گے)۔ فرماتے ہیں اس تحقیق اور فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ لو اور یاد رکھو اس لئے کہ جس شخص نے شریعت کے کسی بھی متواتر عمل کو قبول نہیں کیا،

ہمارے اعتبار سے اور ہمارے حق میں کافر ہے، بالکل ایسے ہی جیسے وہ شخص جو ابھی تک اسلام میں داخل ہی نہ ہوا ہو، اگر چہ از راہ عناد نہ سہی (تاہم وہ کافر ہے اس لئے اس نے اسلام کو قبول نہیں کیا) اور (یہ ایک شخص کا اتلانا) ایسا ہی ہے جیسے کسی کو ایک نبی ایمان کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کرے اور اپنے اصلی کفر پر قائم رہے، اگر چہ از راہ عناد نہ ہو (تب بھی وہ کافر ہے) لہٰذا کفر کا مدار اس پر ہے کہ شریعت کے متواتر امور میں سے کسی بھی امر متواتر پر ایمان نہ لانا اور اس سے دور رہنا پایا جائے، خواہ ناواقفیت کی بنا پر ہو، خواہ جحود کی بنا پر، خواہ عناد کی بنا پر۔

نبی کی تکذیب عقلاً قبیح ہے اور موجب کفر . مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"اتحاف" کے مصنف نے ج: ۲ ص: ۱۴۳ پر بیان کیا ہے کہ
نبی کی بعثت اور دعوت و تبلیغ کی تکذیب و انکار از روئے عقل قبیح ہے، لہٰذا یہ کفر عقلی قبح کے تحت داخل ہے، نہ کہ شرعی قبح کے تحت۔ (یعنی کسی نبی کی نبوت اور دعوت و تبلیغ کا انکار عقلاً قبیح اور موجب کفر ہے، اس کے لئے کسی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے) مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ بہت اچھی اور مفید تحقیق ہے، "مسایرہ" میں بھی ج: ۲ ص: ۱۴۲ مطبع جدید مصر پر عقلی حسن و قبح کے تحت ایک نہایت کارآمد تحقیق بیان کی ہے کہ اگر (تصدیق و تکذیب انبیاء میں) حسن و قبح عقلی کا اعتبار نہ ہوگا تو انبیاء کو لاجواب کر دینے (کے امکان) کا الزام عائد ہوگا۔ رکن اول، اصل دہم کے ذیل میں بھی کچھ اس کا بیان موجود ہے، یہی "ماتریدیہ" اور اکثر "اشعریہ" کا مذہب ہے۔●

تاویل و تجوز کا ضابطہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "بدائع الفوائد" میں فرماتے ہیں۔

"قرآن و حدیث کی کسی بھی نص صریح میں مجاز و "تاویل" کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی، مجاز و تاویل کا دخل صرف انہی ظاہری نصوص میں ہوتا ہے جن میں مجاز و تاویل کا احتمال اور گنجائش ہو، فرماتے ہیں اس مسئلہ میں ایک نکتہ ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ کسی لفظ کا نص ہونا دو چیزوں سے پہچانا جاتا ہے، ایک تو یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی کے علاوہ اور کسی معنی کا از روئے لغت احتمال (امکان) ہی نہ ہو، مثلاً عشرہ کا لفظ (کہ دس کے لئے وضع کیا گیا ہے، نہ کم نہ زیادہ) اور دوسرے یہ کہ اس لفظ کے جتنے مواقع استعمال ہیں ان سب میں ایک ہی طریق پر ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوا ہو، ایسا لفظ اپنے اس متعارف معنی میں نص ہے، نہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ تجوز کی، اگر چہ کسی خاص محل استعمال میں اس کی گنجائش بھی ہو (لیکن تمام مواقع استعمال کے اعتبار سے ایک ہی معنی متعین ہوں تو اس خاص محل استعمال میں بھی گنجا

● شرح [illegible] میں علامہ [illegible] سے منقول ہے کہ [illegible] حسن و قبح عقلی ہے [illegible]
[illegible] "اشعریہ" کا مذہب بھی یہی ہے۔ مصنف

نقل کے باوجود مجاز و تاویل کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو تمام مواقع استعمال میں مطرد ہیں) ایسا لفظ اپنے مطرد معنی کو ادا کرنے میں خبر متواتر کے مانند ہو جاتا ہے کہ اگر خبر متواتر کے ہر ہر طریق روایت کو علیحدہ علیحدہ دیکھا جائے تو اس میں کذب کا احتمال ہو سکتا ہے، لیکن اگر تمام طرق روایت کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کذب کا احتمال مطلقاً نہیں ہوتا۔ یہ ایک نہایت مفید اور کارآمد نقطہ ہے جو تمہیں بہت سی ایسی ظاہری آیات و احادیث میں تاویلوں کو باطل اور غلط ثابت کرنے میں کام آئے گا جو تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوئی ہیں، ایسی صورت میں ان کی کوئی بھی تاویل ہو قطعاً غلط اور باطل ہے، اس لئے کہ تاویل تو صرف ایسے ظاہری الفاظ میں کی جاتی ہے جو دوسری تمام آیات و احادیث کے مخالف اور شاذ طور پر وارد ہوئے ہوں اور قرآن میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ان تمام آیات و احادیث کے موافق ہو جائے (اور اختلاف و تضاد دور ہو جائے) لیکن جب ایک لفظ تمام مواقع استعمال میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوا ہو (اور کوئی تعارض و تضاد بھی نہیں ہے) تو وہ لفظ تو اپنے ظاہری اور متبادر معنی میں نص قطعی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ قوی ہے، اس میں تاویل قطعاً ممنوع اور ممتنع ہے، اس ضابطہ کو اچھی طرح سمجھ لو (نہایت کارآمد نکتہ ہے) اور "بدائع الفوائد" ج: ۱ ص: ۵ پر "الفرق بین الروایۃ والشہادۃ" کے ذیل میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔"

حضرت مصنف رحمہ اللہ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مثلاً لفظ "توفی" جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آیا ہے (یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک) "(الآیۃ) اس ضابطہ کے تحت اس کے معنی پورے طور پر لے لینے کے ہوں گے، چاہئیں نہ کہ "موت دینے" (مار ڈالنے) کے، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن و حدیث میں جتنی آیات و حدیث آئی ہیں وہ سب آپ کے زندہ ہونے پر متواتر متفق اور ایک دوسرے کی مؤید ہیں (اس لئے مذکورہ بالا آیت میں وفات دینے اور مار ڈالنے کے معنی نہیں لئے جا سکتے)۔

چنانچہ "شرح شفاء" میں ج: ۲ ص: ۳۹۷ پر قاضی عیاض نے حبیب بن الربیع کا قول اس شخص کے متعلق۔ جس نے کہا کہ خدا (العیاذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کا ایسا اور ویسا کرے، (یعنی برا کرے) اور پھر (تکفیر اور سزائے ارتداد سے بچنے کے لئے) کہے کہ میری مراد تو رسول اللہ ﷺ سے بچھو ہے (کہ وہ بھی اللہ کا بھیجا ہے) امکان تاویل کا اعتبار کرنے لگے (کہ کسی کے قول کی تاویل ممکن ہو تو اس کو کافر نہ کہا جائے) وقائل کے قصد و ارادہ پر نہیں، مثلاً وغیرہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میری مراد تو یہ تھی تو دیکھا جائے کہ اس کے کلام کی یہ مراد بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہو تو اس کی بات مان لی جائے اور اس کو کافر نہ کہا جائے اور اگر نہ ہو سکتی ہو تو اس کے کہنے کا اعتبار بالکل نہ کیا جائے اور کفر کا حکم لگا دیا جائے)۔

چنانچہ "جامع الفصولین" میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے اس شخص سے متعلق مسئلہ دریافت کیا

گیا جس نے کسی شخص کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو کسی اور شخص نے اس سے کہا "تو خدا سے نہیں ڈرتا" تو اس پر مارنے والے نے کہا "نہیں" (کہ یہ شخص اس قول کی بنا پر کافر ہوا یا نہیں؟) فرمایا نہیں! اس کو کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ کہے (کہ میری مراد تو یہ تھی کہ) خدا کا خوف اور تقویٰ اسی میں ہے جو میں کر رہا ہوں، (یعنی خوف خدا اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ میں اس شخص کو ماروں) اور اگر کسی معصیت کے ارتکاب کے وقت (مثلاً حرام کاری یا شراب خوری کے وقت) یہ کہا گیا کہ "تو خدا سے نہیں ڈرتا" اور اس نے کہہ دیا "نہیں" تو اس کو کافر کہا جائے گا اس لئے کہ اس صورت میں وہ تاویل ممکن نہیں (جو پہلی صورت میں ممکن تھی کیونکہ کسی کو مارنا ممکن تو تقویٰ کا تقاضا ہو سکتا ہے مگر کسی معصیت کا ارتکاب کسی صورت میں بھی تقویٰ کا تقاضا نہیں ہو سکتا)۔

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں "فتاویٰ خانیہ" میں بھی شداد بن حکیم اور اس کی بیوی کے قصہ میں یہی بیان کیا ہے۔

فرماتے ہیں: "طبقات حنفیہ" میں خود شداد بن حکیم نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت نقل کی ہے اور "طبقات" کا بیان "جامع الفصولین" کے بیان سے زیادہ لائق اعتبار ہے کہ "محض امکان تاویل کا اعتبار ہے۔" (قصد و ارادہ قائل پر مدار نہیں) اس لئے کہ اس میں تو کوئی رکاوٹ ہی نہیں، حالانکہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کے خیال میں "توریہ" کی کوئی صورت ہو (جس کو اختیار کر کے وہ حقیقت میں کفر سے بچ سکتا ہو) اور اس کے باوجود اس "توریہ" کو اختیار نہ کرے اور کلمہ کفر بکے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کلمہ کفر کہا اور آخالیکہ وہ توریہ کر کے اس سے بچ سکتا تھا، یہ رضا بالکفر ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مشائخ (ترک تکفیر میں صرف امکان تاویل کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ) ایسے شخص کے حق میں بھی تاویل کے قصد و ارادہ کو مؤثر مانتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو حیلہ جوئی اور عذر تراشی سے تو کوئی بھی عاجز نہیں (حاصل یہ ہے کہ مسئلہ اکراہ میں مشائخ صرف امکان توریہ پر ترک تکفیر کا مدار نہیں رکھتے بلکہ قائل کے قصد و ارادہ کا بھی اعتبار کرتے ہیں، اگر توریہ کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص تاویل کا قصد کرے تو کفر سے بچے گا ورنہ نہیں، معلوم ہوا کہ محض امکان تاویل کافی نہیں، جیسے کہ "جامع الفصولین" سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ قصد تاویل بھی ضروری ہے، جیسے کہ "طبقات" کے بیان سے معلوم ہوتا ہے) چنانچہ "میزان الاعتدال" میں ج اص ۲۷۰ پر حکم بن نافع کے ترجمہ کے تحت قوی سند کے ساتھ یہ روایت ہے

"مجرد امکان تاویل کفر کے لئے ..." "بعد از منافق بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے مگر مغلوب ہو جاتا ہے اور منافق بھی قرآن کی آیات سے استدلال کرتا ہے اور غالب آ جاتا ہے، (اس لئے کہ منافق مکار اور حیلہ ساز ہے، وہ آیات قرآنی کے معنی میں تصرف کر کے من مانے معنی کرتا ہے اور مراد بدلتا ہے اور جیت جاتا ہے، اور مومن دیانت دار اور راست باز ہے، وہ آیات قرآنی کے معنی و مراد میں کوئی تاویل و تصرف نہیں کرتا اس لئے اپنے مکار حریف سے مغلوب ہو جاتا ہے)"

قونوی حنفی نے "شرح شفاء" میں ج ۲ص ۳۲۶ پر لکھا ہے کہ

"اور اسی لئے (کہ حکم کفر کا مدار ظاہر پر ہے نیت اور قصد و ارادہ کو دخل نہیں) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مصنف کا قول اس شخص کے بارے میں جو (بزعم خود) اپنی زبان پر قدرت اور قابو نہ رکھنے اور بولنے میں بے باکی و جسارت (کہ جو منہ میں آیا بک دیا) کی بنا پر سب و شتم کر بیٹھا اس نے قصداً سب و شتم نہیں کیا، نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں مصنف کا بیان ہمارے مذہب کے قواعد کے موافق اور واضح ہے، اس لئے کہ کفر کا حکم لگانے کا مدار ظاہری اقوال و افعال پر ہے نہ نیت و قصد کا اعتبار ہے، نہ اس کے حالیہ قرائن کا، ہاں ناواقفیت کا دعویٰ کرنے والا اگر اپنے نو مسلم ہونے یا اہل علم کی صحبت سے دور (محروم) ہونے کے عذر کی بنا پر (ناواقفیت کا مدعی ہے تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اس کو) معذور سمجھا جائے گا، (اور کافر نہ کہا جائے گا) جیسا کہ "روضہ" کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے۔"

تاویل کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں قرائن حالیہ کو بھی دخل ہے

امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں ص ۳۹ پر خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ

"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے بارے میں تم نے اپنے بیان کے مطابق تاویل کیسے کرلی؟ اور ان کو (کافر و مرتد کہنے کے بجائے) باغی کیسے قرار دیا؟ اور کیا ہمارے زمانے میں بھی اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے (اور زکوٰۃ ادا نہ کرے) تو کیا آج بھی تم ان کو باغی قرار دو گے (اور کافر و مرتد نہ کہو گے)؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "اس زمانہ میں اگر کوئی شخص یا گروہ زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے تو با جماع امت کافر ہے، اور ان میں اور اس زمانے کے لوگوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وہ مانعین زکوٰۃ ایسے اسباب و وجوہ کی بنا پر معذور قرار دیئے گئے جو اس زمانے میں موجود نہیں ہیں، جن میں سے ایک یہ کہ ان کا زمانہ اس عہد سے بالکل قریب اور ملا ہوا تھا، جس میں احکام شریعت کی تشریع و تدوین ہو رہی تھی اور نسخ و تبدیلی احکام کا سلسلہ جاری تھا، (لہٰذا حضور ﷺ کی وفات کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت کے منسوخ

ہو جانے کا شبہ اس بنا پر ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا، آپ کی وفات کے بعد وہ حکم ختم ہو گیا) دوسرے یہ کہ وہ لوگ بالکل جاہل اور احکام دین الٰہی سے قطعاً ناواقف تھے، نیز ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ بھی نہ گزرا تھا، یعنی بالکل نو مسلم تھے، اس لئے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا قرین قیاس تھا، اس لئے ان کو معذور قرار دیا گیا، اس کے برعکس آج دین اسلام اور اس کے احکام اس قدر عام اور شائع و ذائع ہو چکے ہیں کہ (نہ صرف) مسلمانوں میں (بلکہ غیر مسلموں میں بھی) زکوٰۃ کے اسلام میں فرض ہونے کا علم شہرت اور تواتر کی حد کو پہنچ چکا ہے، یہاں تک کہ ہر خاص و عام اور ہر عالم و عامی یکساں طور پر اس کو جانتا ہے (کہ اسلام میں زکوٰۃ فرض ہے) لہٰذا اس زمانے میں اگر کوئی زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرتا ہے ● اس کو کافر کہا جائے گا اور اس کی کوئی بھی تاویل یا عذر مسموع نہ ہوگا (اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی) یہی حکم ہر اس منکر کا ہے جو کسی بھی مجمع علیہ دینی امر کا انکار کرے، جس کا علم شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہو، مثلاً پنجگانہ نماز، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت زنا، حرمت شراب، حرمت ربوا، اور محرمات سے نکاح کی حرمت اور ان کے علاوہ اسی قسم کے دین کے مہمات احکام۔ البتہ جو منکر بالکل نو مسلم ہو اور احکام اسلام سے بالکل ناواقف ہو، اور اپنی جہالت و ناواقفیت کی بنا پر ان میں سے کسی حکم کا انکار کرے تو اس کو معذور سمجھا جائے گا، اور کافر نہ کہا جائے گا، وہ ایسے نو مسلم (تازہ وارد دین اسلام) کے ساتھ قرون اولیٰ کے جاہل نو مسلم منکرین زکوٰۃ کا سا معاملہ کیا جائے گا (یعنی احکام اسلام سے واقف کیا جائے گا، پھر بھی اگر نہ مانیں تو اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا جائے گا) بخلاف ان خاص خاص اجماعی مسائل و احکام کے جو مخصوص عنوانات کے ساتھ شریعت میں آئے ہیں، اور ان کا علم صرف علمائے دین تک محدود رہتا ہے، مثلاً پھوپھی یا خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی حقیقی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کا حرام ہونا یا عمداً قتل کرنے والے کا مقتول کی میراث سے محروم ہونا، یا (ماں نہ ہونے کی صورت میں) دادی کا چھٹے حصہ کا وارث ہونا، اور اسی قسم کے تفریعی مسائل و احکام ان میں سے کسی حکم کے انکار کرنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا، (اور ناواقفی و ناواقفیت پر محمول کیا جائے گا) اس لئے کہ یہ احکام و مسائل اس قدر معروف و مشہور نہیں کہ ہر عامی مسلمان ان سے واقف ہو۔"

● اس زمانے کے ملحد و تجدد پرست اپنے اسلام ... [illegible] ... والله اعلم۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اسی مسئلہ سے متعلق خطابی رحمہ اللہ کا ایک بیان "الیواقیت والجواہر" کے حوالے سے اس سے قبل نقل کیا جا چکا ہے۔

نتیجہ بحث و حاصل تحقیق، نیز مانعین زکوٰۃ سے متعلق شیخین رضی اللہ عنہما کے اختلاف کی تنقیح و تحقیق

تنقیح و تحقیق: حضرت مصنف قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: مذکورہ بالا تحقیق سے یہ حقیقت واضح و منقح ہو گئی کہ ضروریات دین کا منکر یا رد کرنے والا باوجود توبہ نہ کرنے کے تو کوئی بھی تاویل اسے قتل سے نہیں بچا سکتی، اور نہ ہی کفر و ارتداد سے۔ باقی رہا وہ اعتراض جس کو امام نووی رحمہ اللہ نے بحوالہ خطابی رحمہ اللہ نقل کیا ہے کہ (عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں) اگر مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو وہ اس انکار کی وجہ سے مرتد ہوئے یا نہیں؟ اور آنجناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان سے جنگ کرنے میں تردد تھا، تو غالباً اس کی صحیح وجہ اور جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمال کو) زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، اور اپنے اپنے قبائل میں امراء اور حکام مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور اس طرح وہ خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے منحرف ہو گئے تھے، لہٰذا اس اعتبار سے وہ باغی بھی ہو گئے، اور چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے انکار کی غرض و غایت ان کی بغاوت اور نافرمانی کو قرار دیتے تھے، (اس لئے ان کی رائے میں وہ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر نہ تھے، بلکہ خلیفۃ المسلمین کے منکر اور باغی تھے)۔ حضرت مصنف رحمہ اللہ حاشیہ میں فرماتے ہیں: چنانچہ اس کی تائید مستدرک کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے حاکم نے ج ۲ ص ۳۰۳ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہی نقل کیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاش کہ میں رسول اللہ ﷺ سے تین مسئلے دریافت کر لیتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی اور کارآمد ہوتے، ایک یہ کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے ان لوگوں کا حکم جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے اموال میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کا تو اقرار کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں کہ ہم وہ زکوٰۃ تم کو (یعنی خلیفۃ المسلمین کو) نہیں دیں گے، ایسے لوگوں سے جنگ کرنا چاہئے یا نہیں؟ تیسرے "کلالہ" کا مسئلہ (یعنی ایسی صورت جس میں نہ ماں باپ ہوں نہ بیٹا بیٹی، اس کی میراث کا وارث کون ہوگا؟)"

یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے، اگرچہ انہوں نے "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: چونکہ ان لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے یہ سمجھا تھا کہ زکوٰۃ

بھی ایک ایسا ہی "مالی ٹیکس" ہے جیسے ہر حکمران اپنی رعایا سے مختلف قسم کے مالی ٹیکس وصول کیا کرتا ہے، لہٰذا جب تک حضور ﷺ بقید حیات تھے، آپ ﷺ نے بحیثیت حکمران ہر دو شاہ ہم سے زکوٰۃ وصول کی (اور ہم نے دی)، آپ کو اس کا حق تھا، (اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد) جب ہم آزاد ہو گئے تو اب جو ہمارے حکمران ہوں گے ان کو اختیار ہے کہ وہ اور تمام ٹیکسوں کی طرح ہم سے زکوٰۃ وصول کریں یا نہ کریں؟ وہ زکوٰۃ جو ہم حضور ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے، وہ بہرحال حضور ﷺ کے ساتھ ختم ہو گئی، اس کے مطالبہ کا اب کسی کو حق نہیں ہے، حضرت عمر ؓ کے نزدیک یہی ان کے انکار کی اصلی غرض تھی (لہٰذا وہ باغی تھے) باقی اس کے علاوہ جو ارتداد لیس وہ انکار زکوٰۃ کیا کرتے تھے، وہ تبرعاً (امر زائد کے طور پر) کرتے تھے۔

لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ان کو اسی انکار فرضیت زکوٰۃ کی بنا پر کافر و مرتد قرار دیا تھا، (اس لئے کہ زکوٰۃ کو ایک عبادت اور دینی فرض ماننے کے بجائے حکومت وقت کا ایک مالی ٹیکس سمجھنا، دراصل فرضیت زکوٰۃ کا انکار ہے، لہٰذا یہ لوگ مرتد ہیں) ... ...

(بہر صورت شیخین (ابوبکر و عمر) ؓ کا اختلاف دراصل باغیوں زکوٰۃ کی فرضیت اور منع زکوٰۃ کے وجوہ و اسباب کے تعین کے بارے میں تھا، حضرت عمر فاروق ؓ اس کا اصلی سبب و محرک ابوبکر صدیق ؓ کی اطاعت سے انحراف اور ان کی حکومت سے بغاوت قرار دیتے تھے، اور منع زکوٰۃ کو اس بغاوت کا ایک عنوان۔ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے نزدیک ان کی اصلی غرض دین رسول اللہ ﷺ سے انحراف، اور انکار زکوٰۃ دین کے ایک اہم رکن کا انکار تھا، لہٰذا وہ ان کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے تھے، لہٰذا شیخین ؓ کا یہ اختلاف واقعہ (انکار زکوٰۃ) کے اسباب و وجوہ کی تحقیق و تنقیح سے متعلق تھا۔ چنانچہ اگر حضرت عمر ؓ پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ درحقیقت یہ لوگ کفر کی بنا پر سرے سے فرضیت زکوٰۃ کے ہی منکر ہیں (اور اس کو دین کا رکن ہی نہیں مانتے) تو وہ بھی یقیناً ان کو کافر و مرتد قرار دیتے اور اسلا ترود نہ فرماتے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بالکل یہی تحقیق حافظ جمال الدین زیلعی کے ہاں "تخریج ہدایہ" کے "باب الجزیہ" میں میری نظر سے گزری، نیز اس مسئلہ میں "منہاج السنہ" ج ۲: ص ۲۲۳ اور ج ۳: ص ۲۳۱ کی مراجعت بھی ضرور کرنی چاہئے۔

ایک نئی حقیقت کا انکشاف: حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اور "کنز العمال" میں تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کے ذیل میں خود حضرت عمر ؓ کی ایک روایت مذکور ہے، جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر ؓ نے بھی ان کو مرتد قرار دیا تھا، لیکن ان کی

رائے میں اس وقت مسلمانوں کے پاس ان مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہ تھی، (اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے صرف اقدام جنگ کے خلاف تھے، اختلاف ان کے مرتد ہونے یا نہ ہونے میں تھا بلکہ اس وقت جنگ کے قرین مصلحت ہونے یا نہ ہونے میں تھا)۔

علاوہ ازیں محب طبری کی "الریاض النضرة" میں حضرت عمر ؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے تو عرب قبائل دین سے منحرف اور مرتد ہو گئے، اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے، تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ "(اونٹ تو اونٹ) اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی بھی مجھ کو دینے سے انکار کریں گے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔" تو حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "اے رسول اللہ کے خلیفہ! (مصلحت وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ) آپ ان لوگوں کی دلجوئی فرمائیں، وہ وحشی ہو گئے ہیں۔" تو اس پر ابوبکر صدیق ؓ بولے "اے عمر! کفر کے زمانہ میں تو تم ایسے سخت تھے، اور اسلام لانے کے بعد تم ایسے ڈرپوک بن گئے؟ سنو، اے عمر! اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دین کی تکمیل ہو چکی، کیا میرے زندہ ہوتے دین میں کتر بیونت کی جا سکتی ہے؟! (ہرگز نہیں)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ "سنن نسائی" میں بھی مذکور ہے، اس روایت سے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر ؓ (کو ان کے مرتد ہونے میں کوئی تردد تھا اور نہ مسلمانوں کی حربی طاقت اور قوت مقاومت میں کوئی تامل تھا، بلکہ وہ) صرف تالیف قلب کی غرض سے جنگ کرنے کے خلاف تھے۔ ابن حزم نے بھی "الملل والنحل" میں ج ۶ ص ۷۹ پر اس سے بحث کی ہے، اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ج ۲ ص ۱۳۰ پر ان مرتدین کے مختلف فرقے اور گروہ شمار کرائے ہیں، (جن میں بعض مرتد تھے اور بعض باغی، اور اسی پر اختلاف شیخین ؓ کو مبنی قرار دیا ہے)

حافظ بدرالدین عینی نے "عمدة القاری" (شرح بخاری) میں ج ۴ ص ۲۷۳ پر مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں "الاکلیل" کے حوالہ سے حکیم بن عباد بن حنیف جو اس کے ایک راوی ہیں، کی مرفوع● روایت نقل کرنے کے بعد ابن حکیم کا قول نقل کرتے ہیں

"ما اری ابا بکر الا انه لم يقاتلهم متاولا انما قاتلهم بالنص"

ترجمہ: "میری رائے میں ابوبکر صدیق (ؓ) نے مرتدین سے جنگ کسی تاویل کی بنیاد پر نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے یقیناً نص قطعی کی بنا پر ان سے جنگ کی ہے۔"

● [illegible]

اس کے بعد چند مزید ... کی جانب رہنمائی کرتے ہیں ... حدیث ... "الا بحق الاسلام" کے ذیل میں چند صورتیں نقل کرتے ہیں (۱) ناحق کسی کو قتل کر دینا۔ (۲) کسی باطل تاویل کی بنا پر زکوۃ یا اسی قسم کے کسی اور رکن دین کا انکار کر دینا۔ (۳) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا۔ یہ وہ امور ہیں جن کی بنا پر ایک مسلمان تکبیر توحید پڑھنے کے باوجود مستحق قتل ہو جاتا ہے ابوبکر رازی نے "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۸۲ پر تنبیہات کے طور پر اس کو بیان کیا ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "کنز العمال" میں ج ۳ ص ۱۲۸ پر ایک اور روایت بھی اس کی مؤید ہے، جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے بھی "فتح الباری" میں ج ۱۳ ص ۱۸۷ پر کیا ہے، اور خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے "کنز العمال" میں ج ۶ ص ۳۱۳ پر اور ج ۱ ص ۸۰ پر مذکورہ ذیل روایت مروی ہے، فرماتے ہیں

"واللہ الیوم ولیلة لابی بکر خیر من عمر عمر و آل عمر، ثم ذکر لیلة الغار الی ان قال و اما الیوم فذکر قتاله لمن ارتد"۔

ترجمہ "خدا کی قسم ابوبکر صدیق کی ایک رات اور ایک دن عمر اور آل عمر کی پوری زندگی سے بہتر ہے فرماتے ہیں وہ رات غار کی رات ہے، اور وہ دن مرتدین سے جنگ کے فیصلہ کا دن ہے۔ ●

یہ روایت صاحب "قاموس" کی کتاب "الصلات و البشر فی الصلوة علی خیر البشر" کے نسخہ مخطوطہ میں بھی ہے، هذا والله اعلم بالصواب (ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں، پوشیدہ حقائق کا علم اللہ کو ہی ہے)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع

کوئی بھی حرام چیز کسی بھی تاویل سے حلال نہیں ہو سکتی اور اس کو حلال سمجھنے والا اگر توبہ نہ کرے تو کافر اور واجب القتل ہے: امام ابو جعفر طحاوی نے "شرح معانی

● اس روایت و اقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ... [illegible] ... حضرت عمر فاروق ... [illegible] ... والله ما اری ابا بکر الا الا شرح الله صدره للقتال ... [illegible] ... والله اعلم بحقیقة الحال، ان اصبت فمن الله تعالی وان اخطأت فمن نفسی والله يغفر لي الزلات۔ ... [illegible]

الآثار" میں ج ۲ ص ۸۹ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے، جس کے بعض طرق "فتح الباری" میں باب "حد الخمر" کے ذیل میں ج ۱۲ ص ۶۰ پر، اور "کنز العمال" میں بھی مذکور ہیں۔ ●

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"جس زمانہ میں یزید رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان شام کے امیر تھے، شام کے چند لوگوں نے یہ کہہ کر شراب پینی شروع کر دی کہ ہمارے لئے تو شراب حلال ہے، اور آیت کریمہ "لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا" سے حلت خمر پر استدلال کیا، تو یزید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ کی اطلاع دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً یزید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "اس سے قبل کہ یہ لوگ وہاں پر کوئی اور فتنہ پھیلائیں تم انہیں (گرفتار کر کے) فوراً میرے پاس بھیج دو۔" جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر عرض کیا "اے امیر المومنین! ہماری رائے میں تو ان لوگوں نے (اس آیت کریمہ میں یہ تاویل کر کے) اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا ہے، اور انہوں نے اس چیز کو دین میں جائز و حلال بنایا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے ہرگز اجازت نہیں دی، لہٰذا یہ (مرتد ہیں) آپ رضی اللہ عنہ ان سب کو قتل کیجئے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر خاموش رہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا "اے ابوالحسن! تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کو اس عقیدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیں، اگر یہ توبہ کر لیں تو آپ رضی اللہ عنہ ان کو شراب نوشی کے جرم میں اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) لگائیں اور چھوڑ دیں، اور اگر یہ (اس عقیدہ سے) توبہ نہ کریں تو ان کو (کافر و مرتد قرار دے کر) قتل کر دیا جائے، اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے، اور دین میں اس چیز کو جائز و حلال ٹھہرایا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔" چنانچہ (اس رائے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے اور) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو توبہ کرنے کے لئے حکم دیا، جب انہوں نے توبہ کر لی تو اسی اسی کوڑے (حد شرب خمر) ان کو لگائے۔"

اس واقعہ سے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص ۵۳۳ پر فرماتے ہیں

"تمام ارباب شوریٰ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ ان لوگوں

● حضرت مصنف علام ... "فتح الباری" ج ۱۰ ص ۶۵ ... شرب خمر (شراب نوشی) کے سلسلہ میں ... [illegible]

سے توبہ کرنے کے لئے کہا جائے، اگر توبہ کرلیں اور حرمت خمر کا اقرار بھی کرلیں تب تو انہیں دوبارہ کوڑے لگائے جائیں، اور اگر اس عقیدہ سے توبہ اور حرمت خمر کا اقرار نہ کریں تو ان کو کافر قرار دے دیا جائے اور قتل کروادیئے جائیں۔"

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں حالانکہ مذکورہ بالا آیت (ليس على الذين الخ) انہی لوگوں (اہل کتاب) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو شراب کے حرام ہونے سے پہلے، اسلام لانے کے بعد بھی شراب پیتے تھے، (اور اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کے بعد شراب خمر کی اجازت دی تھی)، یہ اہل شام بھی اسی بنیاد پر مسلمانوں کیلئے شراب کو حلال کہتے تھے (کہ شراب کی حرمت کفار کے ساتھ مخصوص ہے، مسلمانوں کے لئے حلال ہے) مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس تاویل کا مطلق اعتبار نہیں کیا۔

مصنف علیہ رحمۃ فرماتے ہیں "تحریر الاصول" میں بھی "اقسام جہل" کے ذیل میں اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے اور ابوبکر رازی نے تو "احکام القرآن" میں ج ۲ ص ۵۸۴ پر سورہ مائدہ کے ذیل میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے (کہ ایسی باطل تاویل اور کفر ہونا جہل قطعاً معتبر نہیں ہے)۔

جیسے قرآن کے منکرین کافر ہیں اور ان سے جنگ کرنا فرض ہے ایسے ہی قرآن کے معنی کے منکرین بھی کافر ہیں اور ان سے قتال کرنا فرض ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں ج ۷ ص ۳۰۳ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے یہ رجزیہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے

خلوا بنى الكفار عن سبيله
قد انزل الرحمن فى تنزيله
بان خير القتل فى سبيله
نحن قتلناكم على تاويله
كما قتلناكم على تنزيله

ترجمہ: "اے کافروں کی اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو، بے شک مہربان خدا نے اپنے کلام میں نازل فرمایا ہے کہ بہترین قتل وہ ہے جو اس کی راہ میں ہو (لہٰذا) ہم تم کو قتل کریں گے اس

قرآن کی مراد منوانے پر بھی جیسے کہ ہم نے تم کو مارا پیٹا ہے اس کے نزول کے منوانے پر۔"

ابو یعلیٰ نے بھی عبدالرزاق کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے، لیکن ابو یعلیٰ کی روایت میں "نحن قتلناكم" کے بجائے "نحن ضربناكم على تاويله" ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ (ہم تم سے برابر لڑتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم قرآن کی مراد یعنی معنی و مفہوم کو بھی تسلیم کرلو۔ نیز فرماتے ہیں اس شعر کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن کے جو معنی و مراد ہم نے سمجھی اور جانی ہے، (اس کے منوانے پر) ہم تم سے لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ (تم بھی اسی معنی و مراد کو تسلیم کرلو جس کو ہم نے سمجھا اور مانا ہے اور) تم بھی اسی دین میں داخل ہوجاؤ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں، (یعنی قرآن کو صرف کلام اللہ مان لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس معنی و مراد کو تسلیم کرنا بھی مسلمان ہونے اور قتل وقتال سے امان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے، جو تمام مسلمانوں نے سمجھی ہے اور جس پر امت کا اجماع ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعر کے الفاظ حسب ذیل ہیں

نحن ضربناكم على تاويله
كما ضربناكم على تنزيله

نیز فرماتے ہیں (خواہ "قتلنا" ہو خواہ "ضربنا") دونوں کی مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی، (فرق صرف لفظوں کا ہے، معنی واحد ہیں) چنانچہ ابن حبان نے دونوں طریق پر اس روایت کی تخریج کی ہے، اگرچہ پہلا طریق (نحن قتلنا) پر یہ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح ہے

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت نص صریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے وہ معانی و مطالب جن پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا اجماع ہو چکا ہے، ان کو منوانے اور تسلیم کرانے پر بھی (منکرین سے) اسی طرح جنگ کی جائے گی جیسے قرآن کو کلام اللہ اور منزل من اللہ منوانے کے لئے (کفار سے) جنگ کی گئی ہے۔

قرآن وحدیث کے عرف اور متقدمین کی اصطلاح میں لفظ تاویل کے معنی

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، اس روایت میں لفظ "تاویل" کے معنی "مراد" کے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے عرف میں لفظ "تاویل" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں، اور خفاجی نے "شفاء" کی شرح "نسیم الریاض" میں اس کی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں: مزید تفصیل کے لئے ابوبکر جصاص کی "احکام القرآن" ج ۲ ص ۲۸۸ کی

مراجعت ضروری ہے۔●

فرماتے ہیں: قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ "تاویل" "مراد اور مصداق" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ: "یوم یاتی تاویلہ" میں تاویل کے معنی مصداق کے ہیں، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قول: "ھذا تاویل رؤیای" میں بھی تاویل کے معنی مراد و مصداق کے ہیں، یہ قرآن کا عرف اور استعمال ہے، اس لفظ "تاویل" کے معنی "صرف عن الظاہر" (کسی لفظ کو اس

● حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے حاشیہ میں دیگر بحث مسئلوں کی طرف مراجعت کے لئے امام جصاص کی کتاب "احکام القرآن" کے ذکر کردہ ذیل مقامات کی نشاندہی فرمائی ہے۔

۱۔ "ومن الناس من یجعلھم (ای اھل الاھواء الذین یکفرون بھا) بمنزلۃ اھل الکتاب" (ج ۲ ص ۳۰۱)
ترجمہ: "بعض لوگ اہل اہواء (بدعتی) [illegible] جن کی تکفیر کی گئی ہے، ان کو اہل کتاب قرار دیتے ہیں"

۲۔ "ذکرہ عن الکرخی وابطلہ بما فی [illegible]" (ج ۳ ص ۱۲۵)
ترجمہ: "یہ قول (ابوبکر جصاص نے) امام کرخی سے نقل کیا اور "زیادات" کے بیان [illegible] کی تردید کی ہے"

۳۔ "وفی الآیۃ دلیل علی ان من ظہر کفرہ [illegible] ولا یختلف فی ذلک حکم من [illegible] کفر بالتاویل او [illegible]" (ج ۲ ص ۲۰) [illegible]
ترجمہ: [illegible] (اسلام) [illegible] ان سے قتل جائز نہیں ہے۔

(حضرت شاہ صاحب یہ عبارات نقل کر کے فرماتے ہیں) بعض تاویل کرنے والوں کی تکفیر کے بارے میں جن کو ہم مثال کے طور پر پیش کیا ہے، یہ بیان [illegible] ہے۔

۴۔ "وکذلک فی ج ۳ ص ۳۹، وفی ج ۲ ص ۳۳۲ [illegible] بشرط الاظہار و [illegible] جماع [illegible]" (ج ۲ ص ۳۳۹)
ترجمہ: "ج ۲ ص ۳۹ اور ج ۲ ص ۳۳۲ میں بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]"

۵۔ "[illegible]" ترجمہ: "[illegible] ج ۲ ص ۲۹۸ کی طرف رجوع کیجئے۔"

۶۔ "وما ذکرہ فی [illegible]" ترجمہ: [illegible] ص ۴۱۲
[illegible]"

۷۔ "وذکر فی ج ۱ ص ۵۳ [illegible] الفقہاء [illegible]" (ج ۱ ص ۵۲)
[illegible]
[illegible]
[illegible]"

کے ظاہری معنی سے ہٹانے) کے نہیں ہیں، (جیسا کہ علم عقائد، کلام اور فقہا کی اصطلاح ہے، جس میں متقدمین لفظ تاویل کو اس معنی میں استعمال نہیں کرتے جس میں متاخرین اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں، یعنی کلام کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا دینا، بلکہ اسی مصداق و مراد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن و حدیث میں جابجا اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)۔

قرآن کی مجمع علیہ مراد و معنی کا انکار قرآن کے انکار کے مرادف اور موجب کفر و قتل ہے

فرماتے ہیں: غرض یہ ہے کہ جو شخص (قرآن کریم کی کسی آیت) مطلب کی تاویل و [illegible] متاخرین کی اصطلاح میں تحریف کہتے ہیں۔ ترک کرے گا، یعنی نہ مانے گا وغیرہ کسی فرق کے اسی طرح کفر و قتل کا مستحق ہے، جیسے نفس قرآن کا ظاہر سے ترک کرنے اور نہ ماننے والا (یعنی قرآن حکیم کی کسی آیت کا انکار جیسے موجب کفر و ارتداد ہے اور منکر مستحق قتل ہے بالکل اسی طرح قرآن کے مجمع علیہ معنی و مراد کا انکار بھی موجب کفر و قتل ہے)

حنفیہ کی مشہور و معروف کتاب "ہدایہ" میں ایک روایت مذکور ہے۔
"حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا کہ تم قرآن کی مراد، معنی (منوانے) پر بھی (منکرین سے) جنگ کرو گے جیسا کہ آج نزول قرآن (کے منوانے) پر (کفار سے) جنگ کر رہا ہوں۔"

فرماتے ہیں: غالب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا اشارہ "خوارج" کی جنگ کی جانب ہے، (گویا یہ نبی ﷺ کی ایک پیشین گوئی تھی جو بعد ہو بہو پوری ہوئی)

چنانچہ امام طحاوی نے "مشکل الآثار" کے مختصر المعتصر ج ۱ ص ۲۲۱ میں اسی حدیث پر مستقل باب قائم کیا ہے، جو "قتال علی اھل الاھواء" اور اس کے تحت اسی حدیث کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "خصائص علی" میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح حاکم نے "مستدرک" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط کے مطابق صحیح ہے اگرچہ انہوں نے اپنی کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے، حافظ ذہبی نے "تلخیص مستدرک" میں اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے، اور اس حدیث کا بقیہ حصہ "جامع ترمذی" میں باب "مناقب علی" ص ۵۳۳ پر بھی موجود ہے، ان حضرات کے ہاں یہ حدیث ذیل کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے

"ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فاستشرف لہا القوم وفیہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، فقال ابو بکر انا ہو؟ قال: لا، قال عمر: انا ہو؟ قال: لا ولکن خاصف النعل یعنی علی"

ترجمہ: "بے شک تم میں سے ایک شخص قرآن کی مراد کو (منکرین سے) منوانے کے لیے ایسی ہی جنگ کرے گا، جیسا کہ میں نے اس سے (منجانب اللہ نازل ہونے کو) (کفار سے) منوانے پر جنگ کی ہے۔ تو یہ سن کر سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ حاضرین میں ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ شخص میں ہوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ وہ کہنے لگے: کیا میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (جنگ کرنے والا) وہ اپنی چپل کا ٹانکنے والا ہے یعنی علی رضی اللہ عنہ۔ (ﷺ)"

یہ حدیث بھی ثابت کرتی ہے کہ انکار مراد قرآن اور انکار قرآن کا حکم ایک ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے "مسند احمد" میں ج ۳ ص ۸۲ پر اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(بہرصورت یہ حدیث قتال خوارج سے متعلق ہے) لہٰذا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جنگ صفین کے موقع پر یا تو بطور "تمثل" (حسب حال ہونے کی بنا پر) پڑھا ہے یا (ممکن ہے کہ ابتدا میں) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا گمان یہ ہوا کہ "صفین" میں جنگ کرنے والے ہی اس حدیث کا مصداق ہیں۔ اور بعد میں ان پر یہ واضح ہوا ہو کہ اس حدیث کا مصداق (خوارج ہیں)، اہل صفین نہیں، جیسا کہ "منہاج السنۃ" میں اہل صفین کے متعلق جو عمار رضی اللہ عنہ کے قول منقول ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے (بہرحال اس حدیث کا مصداق خوارج ہیں، اہل صفین نہیں) عمار رضی اللہ عنہ کا اہل صفین کے متعلق اس حدیث کو پڑھنا یا غلط فہمی پر مبنی ہے جس سے انہوں نے رجوع کیا ہے، اور یا صرف ادنیٰ مناسبت سے حسب حال پا کر اہل صفین کے حق میں پڑھ دیا ہے)

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ کی "مشکل الآثار" کے مختصر "المعتصر" میں ص ۲۲۳ پر ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ کے اس وعدہ (پیش گوئی) کے برحق ہونے کو ثابت کرنے والا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "خوارج" کے خلاف برسر پیکار ہونا اور ان کو تہ تیغ کرنا، نیز ان خوارج میں ہو بہو ان اوصاف کا پایا جانا ہے جو حضور ﷺ نے بیان فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت (استیصال خوارج) انکی خصائص میں سے ایک خصوصیت ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خلفاء کو مخصوص، ممتاز فرمایا ہے، چنانچہ مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے ساتھ جنگ اور ان کی بیخ کنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، عجمی اقوام کے ساتھ جنگ اور عراق و شام کی فتح اور ان ممالک میں دین اسلام کا استحکام و غلبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، اور مراد و معانی قرآن کے منکر خوارج سے جنگ اور ان کی بیخ کنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے، اور تمام امت کو ایک قراءت قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دینا (اور اختلاف لغات و قراءت کو مٹا دینا) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے یہ وہ کارنامہ ہے جس سے (مخالفین و منکرین پر) حجت قائم ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ سب جو دفتین (قرآن)

کے ایک حرف کا بھی انکار کرے (یا اس میں تاویل کرے) وہ کافر ہے، اور اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے سے بچا لیا جنہوں نے اپنی کتابوں میں ایسے اختلافات کا دروازہ کھولا جن سے تحریف و تبدیل کی راہ ہموار ہوگئی (اور دونوں کتابیں خود انہی کے ہاتھوں مسخ و محرف ہو کر رہ گئیں)۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضائے عظیم ان خلفائے رسول (ﷺ) کے شامل حال ہو اور اس احسان عظیم پر اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی جانب سے ان کو وہ عظیم تر جزا عطا فرمائیں جو اس نے کسی بھی نبی کے خلفاء کو اس نبی کی امت کی جانب سے عطا فرمایا ہو، اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ان خلفاء کے مدارج و فضائل اور خصوصیات و مزایا کی معرفت عطا فرمائی اور ہمارے دلوں کو ان خلفاء کے اور ان کے ماسوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کینہ اور عداوت سے پاک و صاف اور محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی رضائے خاص ان سب صحابہ کے شامل حال ہو (اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے) وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خصوصیت صرف جمع قرآن ہی نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح انہوں نے بھی عجمی اقوام کے ساتھ بکثرت لڑائیاں لڑیں اور جہاد کئے (اور بقیہ ممالک عالم کو فتح کیا) اس کے علاوہ ان کی سب سے اہم خصوصیت اور لازوال کارنامہ امت کو باہمی خلفشار اور خانہ جنگی سے بچانا اور انتشار و افتراق کے اسباب کو مٹانا ہے، چنانچہ انہوں نے شہید ہونا گوارا کیا مگر (اپنی ذات سے) امت میں پھوٹ (اور گروہ بندی و خانہ جنگی) نہ ہونے دی، ورنہ اگر وہ ذرا اشارہ فرما دیتے تو ان کی حمایت کرنے والے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت موجود تھی، جو ان کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی اور آپس میں خونریز جنگ ہوتی)۔

فرماتے ہیں نزول قرآن کی طرح مراد قرآن پر (منکرین سے) جنگ کرنے کا ثبوت اور عہد صحابہ میں اس کی شہرت "الصارم المسلول" کی چودھویں حدیث سے بھی بخوبی ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں ص ف ۱۸۳ پر فرماتے ہیں۔

"صبیغ بن عسل رضی اللہ عنہ کی مشہور معروف حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس شخص کے متعلق یقین ہو جاتا کہ یہ انہیں خارجیوں میں سے ہے (جن کا پورا حلیہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا ہے) تو وہ اس کے قتل کر دینے کو بالکل جائز سمجھتے، اگرچہ وہ اکیلا ہی ہو، چنانچہ ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ قبیلہ یربوع یا تمیم کے ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے "الذاریات" "المرسلات" "النازعات" یا ان میں سے کسی ایک کے متعلق سوال کیا (کہ ان سے کیا مراد ہے؟) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "تم ذرا اپنے سر سے عمامہ اتارو۔" اس نے عمامہ اتار دیا تو اس قبیلہ کے سر پر بال موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آگاہ ہو، بخدا اگر میں تیرا سر منڈا ہوا پاتا تو تیری وہ کھوپڑی جس میں یہ

تیری (فتنہ انگیز) آنکھیں گردش کر رہی ہیں، تو ڈال دیتا (اور تجھے خارجی ہونے کی بنا پر حضور ﷺ کے حکم کے مطابق قتل کر ڈالتا)۔" ابوعثمان نہدی کہتے ہیں:

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بصرہ والوں کو (یہ کہا ہم بصرہ والوں کو) لکھ بھیجا کہ اس شخص کے ساتھ (میل جول اور) نشست و برخاست نہ کریں (مجلسی بائیکاٹ کریں، اس لئے کہ یہ قرآن کی متشابہ، غیر واضح آیات کے معانی میں الجھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے)، چنانچہ یہ حالت ہوگئی تھی کہ اگر یہ شخص آ جاتا اور ہمارا سو آدمیوں کا مجمع بھی ہوتا تو سب کے سب منتشر ہو جاتے (اور اس سے بھاگتے جیسے جذامی وغیرہ متعدی امراض میں گرفتار بیماروں سے تندرست لوگ بھاگتے اور دور رہتے ہیں) اموی وغیرہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔"

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تو دیکھئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں سب کے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ اگر (اس شخص میں) وہ نشانی موجود پاتے جو رسول اللہ ﷺ نے خوارج کی بیان کی ہے تو اس کو ضرور قتل کر دیتے، حالانکہ انہی عمر فاروق کو حضور ﷺ نے (خوارج کے سربراہ اول) ذوالخویصرہ کو قتل کرنے سے روکا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے فرمان مبارک "**اینما لقیتموهم فاقتلوهم**" (جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو) کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ (ان صفات سے موصوف خوارج کو) بلا تخصیص قتل کر دیا جائے اور یہ کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ذوالخویصرہ سے درگذر کرنا صرف اس عہد میں اسلام کے ضعف اور غیر مسلموں کی الجھن پر مبنی تھا۔" حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حافظ ابن تیمیہ نے اس مقام پر ثابت کیا ہے کہ (ایسے لوگوں کا) یہ قتل کفر کی بنا پر ہے نہ کہ (مسلمانوں سے) برسرپیکار ہونے پر، "الصارم المسلول" کے اس حصہ کی ضرور مراجعت کیجئے، نہایت ضروری اور اہم حصہ ہے، نیز "منہاج السنۃ" کا بیان بھی پیش نظر رہنا چاہئے اس لئے کہ جیسا مقام (اور موضوع بحث) ہوتا ہے ویسا ہی بیان ہوتا ہے، خصوصاً حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصانیف میں تو کثرت سے یہی انداز پایا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی مسئلہ کے ایک جزو پر ایک کتاب میں بحث کرتے ہیں اور دوسرے جزو پر دوسری کتاب میں۔

فرماتے ہیں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "منہاج السنۃ" میں ج ۴ ص ۳۳۰ پر رافضیوں کی تکفیر پر بھی ایک مستقل باب لکھا ہے اور اس کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

"جبکہ یہ روافض مدعی ہیں کہ اہل یمامہ (مرتدین) مظلوم تھے، ان کو ناحق قتل کیا گیا ہے اور ان سے جنگ کرنے کے جواز و صحت کے منکر ہیں، بلکہ ان کے (مسلمان ہونے کے) حق میں ہیں۔

کرتے ہیں (کہ وہ مسلمان تھے اور حق پر) تو یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ یہ پچھلے (رافضی) اگلوں (مرتدین یمامہ) کے تبع (اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے) ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل حق مسلمان ہر زمانہ میں (اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے) مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے (یعنی جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ کے مرتدین اہل یمامہ سے ارتداد کی بنا پر جنگ کی تھی، اسی طرح ان کے متبعین اہل حق بھی اپنے اپنے زمانہ کے مرتدین سے جنگ کرتے رہیں گے، بالفاظ دیگر ہر زمانہ میں مرتدین بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور ان کو قتل کرنے والے اہل حق بھی پیدا ہوتے رہیں گے، اور یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ارتداد کی سزا بلا تخصیص قتل قرار دیتے ہیں)۔"

جو شخص کسی کافر و مرتد کو تاویل کر کے مسلمان ثابت کرے، یا کسی یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا بیان میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ جو شخص یمامہ والوں کے حق میں تاویل (کر کے ان کو مسلمان ثابت) کرے وہ کافر ہے اور جو شخص کسی قطعی اور یقینی کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اسی "منہاج" میں ج ۳ ص ۲۳۳ پر تصریح کرتے ہیں:

"خوارج سے جنگ (مسلمان) باغیوں کی سی جنگ نہ تھی، بلکہ یہ تو اس سے بڑھ کر ایک اور ہی قسم کی جنگ تھی (بالفاظ دیگر "کلمہ گو کافروں" سے جنگ تھی)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "منہاج السنۃ" میں ج ۲ ص ۱۹۷ پر روافض کے متعلق کچھ اور بھی لکھا ہے (مراجعت کیجئے)۔

نیز حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جب کہ خوارج کے شخص اول (اور سرغنہ) کا قول "ان هذه لقسمة ما ارید بها وجه الله" مجمع علیہ کفر ہے، تو یہی حکم اس کی اولاد و اتباع کے حق میں بھی جاری رہے گا (یعنی جو شخص اس کے نقش قدم پر چلے گا وہ بھی کافر ہوگا) اور بین السطور میں آیت کریمہ "**وقال اولياؤهم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض**... الآیۃ" (الانعام ۱۲۸) سے اس پر استشہاد کیا ہے۔

فرماتے ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو "فتح الباری" میں ج ۱۲ ص ۲۶۶ پر ● ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس گفتگو کے فوراً بعد خوارج کے اس سرغنہ کو اسی وقت قتل کر دینے کا حکم دیا

● حضرت مصنف "بین السطور" ج ۱ ص ۲۳۶ پر اس کی روایت کی وضاحت فرماتے تھے۔

ہے، جس نے یہ کلمہ کفر "ان هذه لقسمة ارید بها وجه الله" کہا تھا (مگر اتفاق سے وہ وہاں سے کھسک گیا اور بچ گیا) لہٰذا اب وہ اور اس کے اتباع سب کفر اور قتل میں اور اس کفر و قتل کے موجب اور سبب (ارتداد) میں برابر ہو گئے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے "الصارم المسلول" میں ص: ۱۸۰ پر تصریح فرمائی ہے۔

قرآن کریم کی آیات کو بے محل استعمال کرنا اور ہیر پھیر کر کے اس کی مراد و معنی کو بیان کرنا کفر ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان سب کا (یعنی اس سرغنہ اور اس کے متبعین کا) طریق کار ایک ہی تھا● اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی آیت کو بے محل استعمال کرتے (اور کلمہ حق سے باطل مراد لیتے) تھے، چنانچہ "صحیح مسلم" کی روایت کے الفاظ یہ ہیں

"قال انه سیخرج من ضئضئ هذا قوم یتلون کتاب الله لیا رطبا "
(صحیح مسلم ج۱ ص ۳۴۱)

ترجمہ ـــــ "حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو بڑی شان سے تر و تازہ اور ہیر پھیر کر پڑھتے ہوں گے۔"

اس حدیث میں "لیا" کے ساتھ آیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اکثر مشائخ حدیث کی روایت میں یہی لفظ آیا ہے، اور اس کے معنی ہیں "یلوون السنتهم به" یعنی "قرآن کے معانی مصادیق میں تحریف کرتے ہوں گے۔"

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ "صحیح بخاری" میں باب "قتال الخوارج" کے ذیل میں فرماتے ہیں

"ابن عمر رضی اللہ عنہ ان (خوارج) کو خدا کی شریر ترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان ظالموں نے قرآن کی ان آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں مومنوں پر چسپاں کر دیا (اور مومنوں کو کافر بنا دیا)۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہی معنی ہیں قرآن کو بے محل استعمال کرنے اور بے محل تاویل

● [illegible]

کرنے کے (جس کی ایک صورت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے) ہمارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین (ان خوارج کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے: "کلمة حق ارید بها الباطل" (یہ وہ کلمہ حق ہے، جو باطل کے لئے استعمال کیا گیا ہے)

فرماتے ہیں: "صحیح مسلم" میں یہ روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ آئی ہے

"یقولون الحق بالسنتهم لا یجوز هذا منهم (و اشار الی حلقه)."
(صحیح مسلم ج۱ ص ۳۴۲)

ترجمہ ـ "وہ زبان سے تو کلمہ حق کہتے ہوں گے مگر وہ حق ان کے اس سے (یعنی زبان و حلقوم سے) آگے نہ بڑھتا ہوگا (راوی نے اپنے ہاتھ سے گلے کی جانب اشارہ کیا، یعنی ان کے دل میں حق کا نام و نشان تک نہ ہوگا)۔"

"کنز العمال" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے وہ فرماتے ہیں:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ذکر ان فی امته قوما یقرءون القرآن ینثرونه نثر الدقل یتاولونه علی غیر تاویله " (کنز العمال ج ۶ ص ۵ حدیث ۲۴۲)

ترجمہ ـــــ "رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) ذکر فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن کریم کی آیات کو اس طرح (انتہائی بے محل) پڑھتے ہوں گے جیسے ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہیں (یعنی) ان کے ایسے معنی مراد لیں گے جو درحقیقت ان کے معنی مراد نہیں۔"

ابن جریر رحمہ اللہ اور ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ تفسیر "اتقان" کی "نوع ثمانین" (قسم ۸۰) میں مذکور ہے، نیز ابن کثیر رحمہ اللہ نے ج ۲ ص ۳۰۲ پر بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت

فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بھی قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ (آل عمران ۷۸)

ترجمہ ـــــ "اور بے شک ان (اہل کتاب) میں ایک گروہ ایسا ہے جو زبان پھیر پھیر کر آسمانی کتاب کو پڑھتے ہیں، (یعنی آسمانی کتاب میں تحریف کر کے پڑھتے ہیں) تاکہ تم اس کو کتاب اللہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب الٰہی میں سے نہیں ہے، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے (نازل شدہ) کلام الٰہی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی جانب سے (نازل شدہ) نہیں ہے، وہ (جان بوجھ کر) اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ ہم اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں)۔"

مذکورہ بالا احادیث وآیات سے مستنبط نتیجہ مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "مستوی" (شرح مؤطا) کے گزشتہ بیان کے مطابق جن محدثین نے ان خوارج کی تکفیر کی ہے، اس طریق پر ان احادیث سے۔

۱..... اس تکفیر کی وجہ واضح اور ثابت ہوگی (کہ حضرت محدثینؒ نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے) علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "سنن نسائی" کے حاشیہ میں ان کی تکفیر کو محدثین کا مسلک بتایا ہے اور یہی قوی مسلک ہے۔ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فتح القدیر" میں محدثین کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔

۲..... نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دین کے امور قطعیہ ویقینیہ کا صریح انکار اور ان میں تاویل کرنا، دونوں میں کچھ فرق نہیں، (جیسے صریح انکار کرنے والا کافر ہے، ایسے ہی تاویل کرنے والا بھی کافر ہے)

۳..... نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انسان کو بسا اوقات پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ (کفریہ عقیدہ یا قول وفعل کی وجہ سے) کافر ہو جاتا ہے، (یعنی تکفیر کے لئے لزوم کفر کافی ہے، التزام کفر ضروری نہیں، بالفاظ دیگر کسی شخص کے کافر ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ میں ایسا کہنے یا کرنے سے کافر ہو جاؤں گا، بلکہ محض کسی کفریہ قول یا فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے)

روزہ، نماز کی پابندی اور ظاہری دینداری کے باوجود بھی مسلمان کفریہ عقائد و اعمال کی بنا پر کافر ہو جاتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کے ثبوت کے لئے اسی حدیث شریف کے مذکورہ ذیل الفاظ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"یحقر احدکم صلاتہ وصیامہ مع صلاتھم وصیامھم واعمالہ مع اعمالھم ولیست قراءتہ الی قراءتھم شیئا"

ترجمہ..... "ان کی نماز روزے کے مقابلہ میں تم اپنی نماز، روزہ کو حقیر محسوس کرو گے، اور ان کی دینداری کے سامنے تم کو اپنی دینداری حقیر نظر آئے گی، اور ان کی تلاوت قرآن کے سامنے تمہاری تلاوت ہیچ ہوگی۔ (مگر اس کے باوجود وہ دین اسلام سے خارج اور کافر ہوں گے)"

فرماتے ہیں (مسلمانو!) لسان نبوت سے نکلے ہوئے ان مقدس کلمات حق کو تکفیر کے مسئلہ میں اصل اصول بنا لو اس لئے کہ یہ کلمات قرآن سے اخذ کئے ہوئے طرح طرح کافی وشافی اور نص قطعی ہیں (اور یقین کر لو کہ کفریہ عقائد اور اقوال واعمال کے ارتکاب کے بعد مسلمان کافر ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ کتنا ہی دیندار اور روزہ، نماز کا پابند ہو)

مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کے اختلاف کی حقیقت فرماتے ہیں باقی رہا مسئلہ تکفیر میں فقہاء اور متکلمین کا اختلاف تو (اس سے ہرگز دھوکے میں مت پڑنا) یہ صرف مسلمان گمراہ فرقوں سے متعلق ہے، (کفار و مرتدین کے بارے میں مطلق کوئی اختلاف نہیں، ضروریات دین کا منکر یا ان میں تاویل کرنے والا تمام امت کے نزدیک متفقہ طور پر کافر ہے) اور یہ اختلاف بھی صرف ان اسلامی فرقوں کے اپنی گمراہی میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے پر پیدا ہوتی ہے، (جو مسلمان گمراہ فرقے اپنے فاسد عقائد و اعمال میں غالی ہیں کیا ہے بخلاف تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں، ان کو کافر کہا گیا ہے، اور جو غالی نہیں ہیں، ان کو کافر کہنے سے احتراز کیا گیا ہے) اور یہ اختلاف ارباب تصانیف کے اختلاف حالات پر مبنی ہے، چنانچہ جس مصنف کا جس گمراہ فرقہ سے سابقہ پڑا، اور اسے ان کی گمراہی کی انتہا تک پہنچنے کا موقع ملا، اور ان کے فاسد عقائد و اعمال سے دین کو نقصان پہنچنے کا اسے علم و یقین ہوا، اس نے ان کے بارے میں شدت اختیار کی اور انکی شدید تردید کی کہ دھجیاں اڑا دیں اور نام ونشان تک باقی نہ رہنے دیا، (یعنی دین اسلام سے بالکل خارج اور کافر بنا دیا) اور جس مصنف کو ایسا سابقہ نہیں پڑا اور گمراہی کی تہہ تک پہنچنے کا موقع نہ ملا، اس نے ازروئے احتیاط مسلمان اور اہل قبلہ سمجھ کر بر بنائے اصل کافر کہنے سے احتراز کیا۔

مشہور مقولہ: "اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے" کی حقیقت فرماتے ہیں اور یہی حقیقت اس مشہور ومعروف قول کی ہے کہ "اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے" یعنی مسلمان گمراہ فرقوں کے متعلق معمولی سمجھا ہے کہ ان کی تکفیر سے احتراز کیا جائے، لیکن اگر کوئی گمراہ فرقہ اپنے مخصوص حالات اور حد سے تجاوز کرنے کی بنا پر دین کے لئے خطرہ بن رہا ہے (تو یقیناً اس کو کافر کہا جائے گا اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچایا جائے گا)

مصنف نور اللہ مرقدہ کی اس رسالہ کا تصنیف سے مقصد اور اس کی وضاحت.

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ہم نے بھی اس رسالہ میں جہاں تک ممکن ہوا احتیاط سے کام لیا ہے مگر یہ واضح ہونا چاہئے کہ احتیاط کی بھی ایک حد ہے (اس حد سے تجاوز کرنا خود بے احتیاطی ہے) ایسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نقصان کسی مسئلہ میں صرف ایک پہلو سامنے رکھ کر احتیاط برتتا ہے، مگر دوسرے پہلو سے وہ خود بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا، ہم نے اس رسالہ میں صرف اللہ کے اس دین (کے اصول) کا اعلان کیا ہے، جس پر ہم قائم اور اس کی حفاظت کے ہم مکلف تھے، اور ہر پہلو سے احتیاط کا جو حق تھا، اس کو ادا کیا ہے، (یعنی جس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے احتیاط

برتنے کی ضرورت ہے، ایسے ہی دین اور اصول دین کی حفاظت وصیانت میں بھی انتہائی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی کلمہ گو کو کفر سے بچانے کی کوشش میں ہم دین کی بنیادوں کو نقصان پہنچا بیٹھیں کہ یہ کھلی ہوئی مداہنت اور اللہ کے دین کے ساتھ غداری ہے، ہماری نیت بالکل پاک وصاف ہے) جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے، اور وہی ہر حال میں حمد وثنا کے سزاوار ہیں۔

دین کے محافظ علماء حق کا فریضہ۔ فرماتے ہیں اسی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے، جس کو بیہقی رحمہ اللہ نے "مدخل" میں روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔ (مشکوٰۃ بحوالہ المدخل للبیہقی ج ۱ ص ۳۰)

ترجمہ:۔ "میری امت میں ہر آنے والی نسل میں ایک ایسی ثقہ جماعت موجود رہے گی جو اس دین کی حامل ومحافظ ہوگی حد سے تجاوز کرنے والے گمراہوں کی تحریفوں کی تردید کرے گی، اور باطل پرستوں کی دست برد سے دین کو بچائے گی اور جاہلوں کی تاویلوں کی بیخ کنی کرے گی۔"

فرماتے ہیں: یہ مشکوٰۃ رسالت اور لسان نبوت (ﷺ) سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں، (جو ہماری حق پرستی، راست گوئی اور دیانت داری کی ضمانت ہیں، اس لئے کہ ہم نے وہی فریضہ ادا کیا ہے● جس کی پیش گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ اور بس) ہمارے لئے تو اللہ کافی ووافی ہے، اور وہی بہترین کارساز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

● (۱) اور ترجمہ اور اس کی نشر و اشاعت کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس زمانہ میں بھی اصول و شرائع دین میں [illegible] تاویلیں اور تحریفیں کر رہے ہیں [illegible] ۔ [illegible] "پڑھے لکھے جاہل" جنہیں دین [illegible] دین کی تفسیر [illegible] اسلام [illegible] کی جدوجہد کر رہے ہیں، اور [illegible] تحریفیں [illegible] محرمات قطعیہ کو حلال کرنے [illegible] دین کو کمزور کرنے کی کوششیں [illegible] اس کی طرف [illegible] کے لئے اس رسالہ کا اردو ترجمہ کیا جا رہا ہے [illegible] باطل پرستوں کی فریب کاریوں سے واقف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ [illegible] اور دین کو اس زمانے کے فتنوں سے محفوظ رکھے [illegible]
آمین یا ارحم الراحمین۔

کبار علماء کی تصانیف میں سے اہم ترین اقتباسات

کفریہ عقائد اور اقوال وافعال پر سکوت جائز نہیں

امام غزالی رحمہ اللہ "فیصل التفرقۃ" کے ص ۱۳۰ پر فرماتے ہیں:

"اس قسم کے کفریہ اقوال اگر دین کے اساسی عقائد واصول سے متعلق ہوں تو جو شخص بغیر کسی قطعی دلیل کے ان آیات وحدیث کے ظاہری معنی میں تغیر وتبدل کرے اس کا کافر قرار دینا فرض ہے، مثلاً جو شخص جسمانی حیات بعد الموت (مر کر دوبارہ جسمانی طور پر زندہ ہونے) کا انکار کرے، محض اپنے اوہام وخیالات اور ناقص فہم سے دور ہونے (اور سمجھ میں نہ آنے) کی وجہ سے اور آخرت میں جسمانی عذاب کا منکر ہو اس کو کافر کہنا یقیناً فرض ہے۔"

اسی "فیصل التفرقۃ" کے ص ۱۴۰ پر فرماتے ہیں:

"ہر وہ شرعی عقیدہ یا حکم جو تواتر سے ثابت ہو، اور اس میں کسی تاویل کی مطلق گنجائش نہ ہو، اور نہ ہی اس کے خلاف کسی دلیل کے پائے جانے کا امکان ہو، اس کی مخالفت دین کی کھلی ہوئی تکذیب ہے (اور مخالفت کرنے والا قطعی کافر ہے)۔"

اسی کتاب کے ص ۱۵۷ پر فرماتے ہیں:

"ایک اور اصول پر متنبہ کرنا بھی ضروری ہے، اور وہ یہ کہ بعض اوقات حق کی مخالفت کرنے والا کسی نص قطعی کی مخالفت کرتا ہے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں (منکر نہیں ہوں) متاول ہوں، مگر تاویل ایسی کرتا ہے جسے عربی زبان سے کوئی لگاؤ نہیں، نہ دور کا نہ پاس کا، یہ مخالفت قطعاً کفر ہے، اور مخالفت کرنے والا جھوٹا اور کافر ہے، اگرچہ وہ خود کو متاول کہتا رہے۔"

رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سب وشتم یا گستاخی کا حکم:

مصنف علیہ رحمۃ فرماتے ہیں ہم حافظ ابن تیمیہ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" کے چند اہم اقتباسات اس مسئلہ پر پیش کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی عیب جوئی اور ان کی تنقیص وتوہین سراسر کفر، بلکہ سب سے بڑا کفر ہے۔ حافظ موصوف نے اس کتاب میں اس مسئلہ کو پورے استیعاب کے ساتھ بیان کیا ہے اور کتاب وسنت، اجماع اور قیاس سے ماخوذ دلائل وبراہین سے کتاب کو بھر دیا، اور یہ ثابت کیا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو تو اختیار رکھتا کہ جو بے سب وشتم

کرنے والے کو قتل کر دیں، چاہے معاف فرما دیں، چنانچہ عہد نبوی میں دونوں قسم کے واقعات پائے گئے ہیں، لیکن امت پر شاتم رسول کو قتل کرنا فرض ہے، رہی اس سے توبہ کرانے یا نہ کرانے، اور دنیوی احکامات کے اعتبار سے اس کی توبہ کے صحیح و مقبول ہونے یا نہ ہونے میں بے شک، امت کا اختلاف ہے (لیکن اس کے کافر ہو جانے میں کوئی اختلاف نہیں، یہی پوری کتاب کا حاصل ہے)

چنانچہ "الصارم المسلول" میں ص ۱۹۵-۲۱۸ پر فرماتے ہیں

"حرب نے "مسائل حرب" میں لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے حضرت مجاہد ؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا، جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں سب وشتم کیا تھا، حضرت عمر ؓ نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کے بعد فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم یا گستاخی کرے اس کو قتل کر دو۔ لیث ؒ کہتے ہیں کہ مجاہد ؒ نے مجھ سے حضرت ابن عباس ؓ کی روایت بھی نقل کی کہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں جس کسی مسلمان نے انبیاء علیہم السلام میں کسی بھی نبی پر یا اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی، اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے، اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر توبہ کر لی تو فبہا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کیا، یا اعلانیہ کوئی گستاخی کی، اس نے (اپنی اس حرکت سے) (جان ومال کی سلامتی کے) عہد کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث کے ابتدائی حصہ کو "کنز العمال" میں ج ۲ ص ۲۹۴ پر ابو الحسن بن رزق اصبہانی نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو صحیح بتایا ہے، اور دوسرے حصہ کو ص ۲۳۹ پر اس شخص کے حق میں قرار دیا ہے جو کسی خاص نبی کی نبوت کی تکذیب کرے، اور اس بناء پر سب وشتم کرے کہ وہ نبی نہیں ہے، چنانچہ "فقد کذب رسول اللہ" کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

مصنف ؒ فرماتے ہیں غالباً (اس ذمی کے) اس لفظ کا مطلب ہے کہ "وہ نبی نہیں ہے" یہ ہے کہ "وہ ہمارا نبی نہیں ہے، اس کو ہماری ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا۔"

اسی "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں ص ۲۸۳ پر حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں

"(شاتم رسول کے کفر و ارتداد کی) چوتھی دلیل صحابہ ؓ کے اقوال اور فیصلے ہیں، یہ اقوال شاتم رسول کے قتل کے متعین ہونے کے بارے میں نص قطعی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق ؓ کا فرمان کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم کرے

اس کو قتل کر ڈالو۔" حضرت عمر فاروق ؓ نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کر دیا۔ مثلاً ابن عباس ؓ کا فتویٰ کہ "جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے عناداً اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب وشتم، یا اعلانیہ گستاخی کی، اس نے خود عہد (امن) کو توڑ دیا، لہٰذا اس کو قتل کر دو۔" تو دیکھو ابن عباس ؓ نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پر دے دیا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب وشتم کرے، یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا فرمان جو انہوں نے مہاجر کو اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور ﷺ کی شان میں سب وشتم کیا تھا کہ "اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی لہٰذا جو مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے، اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرے وہ عہد شکن اور محارب ہے (اس کی جان ومال دونوں مباح ہیں)۔"

مصنف ؒ حاشیہ میں فرماتے ہیں "زاد المعاد" میں فتح مکہ کے احکام میں، اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمۃ ص ۲۴۳ پر فرماتے ہیں

"پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب وشتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ اور تمام گمراہیوں کا منبع ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان، اور تصدیق دین وایمان کی تمام تر شاخوں کی جڑ بنیاد اور تمام تر وسائل ہدایت کا منبع ہے۔"

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم

حضرت مصنف ؒ فرماتے ہیں: شاتم رسول کبھی سب وشتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ (خود گالیاں دینے کے بجائے) دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے، اور یہ شخص ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے، اور سب وشتم کا خوب پروپیگنڈہ اور اشاعت بھی کر لیتا ہے اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے، یہ دراصل چھپا ہوا کفر ہے، جو چھپا نہیں رہتا، بلکہ اس کی خبث لسانی اور جبلی زہر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اس کے دل میں گھر کئے ہوئے روگ اور دیرینہ مرض (کفر ونفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے جو اس کے دل و جگر اور سینہ و شکم سب کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ ؒ "الصارم المسلول" میں ص ۲۲۵ پر فرماتے ہیں

"احادیث رسول اللہ ﷺ کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً بہز بن

کرنے والے کو قتل کر دیں، چاہے معاف فرما دیں، چنانچہ مسجد نبوی میں وقوع پذیر متعدد واقعات پیش آ گئے ہیں، لیکن امت پر شاتم رسول کو قتل کرنا فرض ہے، باقی اس سے توبہ کرانے یا نہ کرانے اور دنیوی احکامات کے اعتبار سے اس کی توبہ کے معتبر و مقبول ہونے یا نہ ہونے میں بے شک علماء امت کا اختلاف ہے (لیکن اس کے کافر ہو جانے میں کوئی اختلاف نہیں، یہی پوری کتاب کا ماحصل ہے)

چنانچہ "الصارم المسلول" میں ص۱۹۵۔۲۱۸ پر فرماتے ہیں۔

"حرب نے "مسائل حرب" میں لیث بن ابی سلیم کے واسطے سے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا، اور اس کے بعد فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم یا گستاخی کرے اس کو قتل کر دو۔ لیث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کسی مسلمان نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی پر یا اللہ تعالیٰ پر سب و شتم کیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، اور اس کا یہ فعل ارتداد ہے، اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور جس کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) نے اللہ تعالیٰ یا کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم کیا یا علانیہ کوئی گستاخی کی، اس نے (اپنی اس حرکت سے) (جان و مال کی سلامتی کے) عہد کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس حدیث کے ابتدائی حصہ کو تو "کنز العمال" میں ج۹ ص۲۹۴ پر امالی ابوالحسن بن رملہ اصفہانی سے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح بتلایا ہے، اور دوسرے حصہ کو ص۲۳۹ پر اس شخص کے حق میں قرار دیا ہے جو کسی خاص نبی کی نبوت کی تکذیب کرے، اور اس بناء پر سب و شتم کرے کہ وہ نبی نہیں ہے، چنانچہ یہ جملہ "فقد کذب رسول اللہ" کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غالباً (اس ذمی کے) اس لفظ کا مطلب ہے کہ "وہ نبی نہیں ہے" یہ ہے کہ "وہ ہمارا نبی نہیں ہے، اس کو ہماری ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا۔"

اسی "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں ص۲۸۳ پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"(شاتم رسول کے کفر و ارتداد کی) چوتھی دلیل، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اور فیصلے ہیں، یہ اقوال شاتم رسول کے قتل کے متعین ہونے کے بارے میں نص قطعی ہیں، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم کرے

اس کو قتل کر ڈالو۔" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس قول میں) اس کے قتل کو متعین کر دیا۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ کہ "جس غیر مسلم معاہد (ذمی) نے معاذ اللہ تعالیٰ کی شان میں یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی شان میں سب و شتم یا علانیہ گستاخی کی، اس نے خود عہد (امان) کو توڑ دیا لہٰذا اس کو قتل کر دو۔" تو دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص کو قتل کر دینے کا فتویٰ متعین طور پر دے دیا جو کسی بھی خاص نبی کی ذات پر سب و شتم کرے، یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان جو انہوں نے مہاجر کو اس عورت کے بارے میں لکھا تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کیا تھا کہ "اگر تم خود پہلے فیصلہ نہ کر چکے ہوتے تو میں تم کو اس عورت کے قتل کر دینے کا حکم دیتا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی (شان میں گستاخی کرنے والے کی) سزا عام سزاؤں کی مانند نہیں ہوتی لہٰذا جو مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے وہ مرتد ہے، اور جو غیر مسلم معاہد (ذمی) اس جرم کا ارتکاب کرے وہ عہد شکن اور محارب ہے (اس کی جان و مال دونوں مباح ہیں)۔"

مصنف رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ میں فرماتے ہیں "زاد المعاد" میں فتح مکہ کے احکام میں، اور رسول اللہ کے فرامین میں بھی یہی حکم مذکور ہے۔

حافظ موصوف علیہ الرحمۃ ص۲۳۳ پر فرماتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب و شتم اور گستاخی تمام تر کفریات کا سرچشمہ اور تمام گمراہیوں کا منبع ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان و تصدیق دینی و ایمانی کی تمام تر شاخوں کی جڑ بنیاد اور تمام تر مسائل ہدایت کا منبع ہے۔"

کسی نبی کی شان میں دوسرے کی دی ہوئی گالیوں اور گستاخیوں کے نقل کرنے کا حکم۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاتم رسول کبھی سب و شتم کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ (خود گالیاں دینے کے بجائے) دوسرے شخص کی دی ہوئی گالیوں کو نقل کرتا ہے، اور یہ محض ایک فریب اور دھوکہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ اپنا بچاؤ بھی کر لیتا ہے اور سب و شتم کا خوب پروپیگنڈا اور اشاعت بھی کر لیتا ہے، اور اس کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے، یہ دراصل چھپا ہوا کفر ہے، جو چھپا نہیں رہتا، بلکہ اس کی حرکات لسانی اور قلمی تیر افشانیوں سے ظاہر ہو جاتا ہے، اور یہ اس کے دل میں گھر کئے ہوئے روگ اور دیرینہ مرض (کفر و نفاق) کا نتیجہ ہوتا ہے، جو اس کے دل و جگر اور سینہ و شکم سب کو تباہ کر ڈالتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم المسلول" میں ص۲۲۵ پر فرماتے ہیں

"احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع سے اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی، مثلاً یہودیوں

حکیم عن ابیہ عن جدہ والی مشہور و معروف روایت، جس میں مروی ہے کہ اس کا بھائی (جو کافر تھا) حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ "میرے پڑوسی کس جرم کی پاداش میں پکڑے گئے ہیں؟" "(اس گستاخانہ انداز بیان کو دیکھ کر) حضور علیہ السلام نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تو اس پر کہتا ہے "لوگ کہتے ہیں تم اوروں کو تو گمراہی و کجراہی سے منع کرتے ہو، اور خود اس کجراہی (اور ظلم) کو اختیار کرتے ہو۔" تو حضور ﷺ نے فرمایا، اگر میں ایسا کرتا ہوں گا تو اس کا خمیازہ خود مجھے بھگتنا پڑے گا لوگوں کو نہیں۔" اور صحابہ سے فرمایا کہ "اس کے پڑوسیوں کو رہا کردو۔" ابوداؤد نے بسند صحیح اس حدیث کو روایت کیا ہے، تو دیکھئے کہ بظاہر تو یہ شخص لوگوں کی جانب سے اس بہتان کو نقل کرتا ہے، مگر درحقیقت اس کا مقصد خود آپ ﷺ کی توہین کرنا ان الفاظ سے حضور ﷺ کی دل آزاری کرنا اور ایذا پہنچانا ہے، (نہ کہ کہنے والوں کی بہتان تراشی کی خبر دینا یا تردید کرنا) غرض کسی کو گالیاں دینے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے (عربی میں اس کو "تعریض" کہتے ہیں، یعنی دوسروں پر رکھ کر بات کہنا)۔"

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "مسند احمد" کی ایک روایت کے الفاظ تو یہ ہیں (جو اوپر نقل کیے گئے)، دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں،

"انک تنھی عن الشر وتستخلی به."

ترجمہ ...... "آپ ﷺ دوسروں کو تو شر و فساد سے روکتے ہیں اور خود شر و فساد کو اختیار کرتے ہیں (یعنی "غی" کے بجائے "شر" کا لفظ ہے)۔"

"کنز العمال" میں ج ۳، ص ۳۰۶ پر (عن عب) بھی انہی الفاظ کے ساتھ یہ روایت مذکور ہے،

"الصارم المسلول" میں ص: ۵۲۷ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کی شان میں بطور تعریض سب وشتم کرنا بھی کفر و ارتداد ہے، اور اس کی سزا بھی قتل ہے (جیسے صراحۃً سب وشتم رسول کی سزا قتل ہے۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دلائل و براہین سے اس کو ثابت کیا ہے، اور تعریض کی متعدد مثالیں بھی بیان کی ہیں، اور ایسے شخص کے ارتداد (و قتل) پر انہوں نے امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

نیز ص ۵۵۹ پر فرماتے ہیں

"اس سے قبل ہم امام محمد کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ جو شخص رب العالمین کی شان میں بطور تعریض بھی کسی برائی کا ذکر کرے گا، اس کو قتل کر دیا جائے گا، چاہے مسلمان ہو چاہے کافر (کسے باشد) اسی طرح ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا، یا اس کے دین کا، یا رسول کا، یا کتاب کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرے گا، خواہ صراحۃً ہو خواہ کنایۃً دونوں کا ایک ہی حکم ہے (کہ اس کو کافر

مرتد قرار دیا جائے گا) یہی حکم "تعریض" کا ہے۔"

مصنف فرماتے ہیں کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول متعدد مقامات پر نقل کیا ہے (ص: ۵۲۷، ۵۳۶، ۵۵۰، ۵۶۲، اور ۵۵۳ پر) جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر سب وشتم بجو، صراحۃً ہو یا کنایۃً موجب کفر و قتل ہے الخ۔

اسی مسئلے سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں ج ۱۲، ص ۲۸۳ پر فرماتے ہیں:

"خطابی" کہتے ہیں اگر کسی شخص نے تعریضاً بھی کوئی گستاخی (اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی نبی کی شان میں) کی تو میرے علم میں ایسے شخص کے قتل کے واجب ہونے میں علماء کے اندر مطلق اختلاف نہیں، جبکہ وہ مسلمان ہو۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ شفاء میں فرماتے ہیں۔

"ابن عتاب کا قول ہے کہ قرآن و حدیث کی نصوص واجب قرار دیتی ہیں کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو ذرا بھی اذیت پہنچانے کا، یا ذرا بھی آپ ﷺ کی توہین و تذلیل کا قصد کرے، صراحۃً ہو یا کنایۃً، اس کو قتل کردینا فرض ہے۔"

اسی "شفاء" اور اس کی شرح "نسیم الریاض" ملا علی قاری میں ص ۴۵۹ پر لکھا ہے:

"اگر دوسروں کی طرف سے سب وشتم کرنے والے پر یہ الزام ثابت ہو جائے کہ

۱ ...... یہ گالیاں خود اسی شخص کی ساختہ پرداختہ ہیں، اور (سزا سے بچنے کے لئے اس نے) دوسروں کی طرف منسوب کردیا ہے۔

۲ ...... یا اس شخص کی عادت ہو کہ وہ بکثرت ایسی گستاخانہ باتیں کہتا ہو، اور دعویٰ کرتا ہو کہ "میں دوسروں کا قول نقل کرتا ہوں"۔

۳ ...... یا ان گستاخانہ ہرزہ سرائیوں کے وقت اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسے یہ باتیں اچھی لگتی ہیں، اور یہ اس میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتا۔

۴ ...... یا وہ اس قسم کی توہین و تذلیل کا دلدادہ و فریفتہ ہو، اور اس کو معمولی بات سمجھتا ہو، اور مستحسن جانتا ہو۔

۵ ...... یا وہ اس جیسی گستاخانہ باتوں کو خاص طور پر یاد کرتا ہو (اور یہ اس کا محبوب مشغلہ ہو)۔

۶ ...... یا وہ ایسی باتوں کی تلاش و جستجو میں رہتا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہے ہوئے ہجویہ "اشعار اور سب وشتم کے قصے نقل و روایت کیا کرتا ہو۔

تو ان تمام صورتوں میں اس نقل کرنے والے کا وہی حکم ہے جو خود ہجو اور سب وشتم کرنے والے کا

ہے کہ اس پر مواخذہ کیا جائے گا، اور (جو اس جرم کی سزا ہے وہ دی جائے گی) اور دوسروں کی طرف منسوب کرنا اس کے لیے مفید نہ ہوگا، اور جلد از جلد اس کو قتل کر کے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

اسی "شفاء" اور اس کی شرح میں ج ۲ ص ۴۵۹ پر قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فصل! چھٹی صورت (سب و شتم رسول کی) یہ ہے کہ وہ (سب و شتم) کرنے والا اس گستاخانہ باتوں کو دوسروں سے نقل کرے، اور ان کی جانب منسوب کرے تو اس شخص کے انداز نقل اور گفتگو کے قرائن کو دیکھا جائے گا، اور ان کے اعتبار سے حکم ہوگا (یعنی اگر قرائن سے ثابت ہو کہ دوسروں کا نام لینا محض اپنے بچاؤ کے لیے ہیں، وہ اس کو خود اس میں مزا آتا ہے، یہ بیان کا محبوب مشغلہ ہے تو اس کو سب و شتم کا مجرم قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا، اور اگر قرائن اور تحقیق سے ثابت ہو کہ واقعی یہ دوسروں کا بیان ہے، اور یہ شخص محض ناپسندیدگی کی وجہ سے نقل کر رہا ہے تو قتل نہ کیا جائے گا، مگر کسی اور مناسب سزا یا تنبیہ پر اکتفاء کیا جائے گا)۔"

اسی شفاء میں لکھا ہے:

"مجمع علیہ امور کو بیان کرنے والے مصنفین میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کے روایت کرنے، لکھنے، پڑھنے، یا جہاں وہ اشعار ملیں ان کو بغیر مٹائے چھوڑ دینے کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے۔"

نیز لکھتے ہیں۔

"ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں کہے ہوئے اشعار کا ایک مصرعہ بھی پڑھنا یا یاد کرنا کفر ہے۔" نیز قاسم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتابوں میں اس ہستی کا نام لینے کے بجائے جس کی ہجو میں اشعار کہے گئے ہیں، اس کا ہم وزن کوئی اسم بطور کنایہ ذکر کیا ہے، (یعنی حضور ﷺ کی ذات گرامی کے علاوہ بھی کسی آپ کے ہم نام شخص کے حق میں کہے ہوئے ہجویہ اشعار کو اس کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، بلکہ نام کی جگہ کوئی اور ہم وزن اسم رکھ لیا ہے)۔"

مرزا قادیانی علیہ ما علیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب میں کی ہوئی پرفریب توہین و تذلیل اور گستاخیاں۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں،

یہ لعین قادیانی جہاں کہیں اس کی تحریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے تو یہ غصہ میں آگ بگولا اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اور ان کی ذات گرامی پر طرح طرح سے طعن و تشنیع، عیب چینی و عیب جوئی میں اس کا قلم بالکل بے لگام ہو جاتا ہے، اور دل کھول کر ان کو گالیاں دیتا (اور اپنے دل کی

بھڑاس نکالتا ہے) اور ان کی ہجو اور توہین و تذلیل میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا، اور پھر پوری طرح دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اپنے بچاؤ کے لیے کوئی ہلکا سا کلمہ جو کسی بھی نہ ہو، کہہ دیتا ہے، مثلاً "عیسائیوں کے بیان کے مطابق"، مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ تمام توہین و تذلیل میں نہیں کر رہا ہوں، بلکہ خود عیسائی یہ کہتے ہیں، اور ان کی کتابوں میں یہ لکھا ہے) حالانکہ خود بیان میں اپنی طرف سے مثلاً یہ کہا کہ "حق یہ ہے کہ عیسیٰ مسیح سے کوئی معجزہ ظاہر ہی نہیں ہوا، انہیں تو صرف مسمریزم آتا تھا" یہ کہ "عیسیٰ کی بدقسمتی سے وہاں ایک حوض تھا، جس سے لوگ پانی لاتے تھے" (گویا اس حوض نے ان کے معجزہ کی پول کھول دی) اس تمام ہرزہ سرائی کی تصدیق وتائید کرتا ہے اور اس پر "والحق ان عیسیٰ لم یصدر عنہ معجزۃ" کہہ کر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ میری بھی تحقیق یہی ہے۔ اس دسیسہ کاری کے باوجود اس مردود کے چیلے کہتے ہیں کہ "مرزا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی ہے، انہوں نے تو عیسائیوں کی تردید اور ان پر اتمام حجت کرنے کے لیے لکھا ہے، جو کچھ لکھا ہے، اور انہیں کی کتابوں سے نقل کیا ہے" (اور نقل کفر کفر نباشد) حالانکہ دوسرے علمائے حق عیسائیت کی تردید میں بحث کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ "عیسائیوں کی تمام آسمانی کتابیں محرف ہیں، اس لیے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں جو عصمت نبوت کے منافی اور قطعاً غلط ہیں۔" اس کے برعکس یہ بے دین بدبخت بحث کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجوکاری و مردودی سے شروع کرتا ہے، اور خوب بڑھا چڑھا کر اس کی اشاعت اور پروپیگنڈا کرتا ہے، اور اس میں اپنا تمام زور قلم صرف کر دیتا ہے، یہی فریب کاری کا مرض اس کے مردود چیلوں میں سرایت کر گیا ہے، وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجو میں مستقل کتابیں تصنیف کرتے ہیں، اور ان کو عیسائیوں میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں خوب خوب شائع کرتے ہیں، اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور ان کے نزول کا اشتیاق و انتظار مسلمانوں کے دلوں سے نکل جائے اور وہ اس گستاخ اور بے دین مردود کو (خدا اسے دو جہاں میں رسوا کرے) عیسیٰ مان لیں، حالانکہ علمائے حق اس پر متفق ہیں (جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہے) کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی و بے ادبی اگرچہ سب و شتم اور توہین و تذلیل کی نیت سے نہ بھی ہو، تب بھی کفر و ارتداد ہے، اور مومن کی شان سے قطعاً بعید ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

(اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتے ہیں اور وہی راہ حق پر چلاتے ہیں)

قصیدہ

از حضرت مصنف نور اللہ مرقدہ

داد و بیداد ●

الا یا عباد اللہ قوموا وقوموا

خطوبا المت ما لھن یدان

ترجمہ......"اے اللہ کے بندو کھڑے ہو جاؤ اور ان فتنوں کا مقابلہ کرو جو دین پر چھا گئے ہیں اور عام آدمی ان سے عاجز ہیں۔" ●

وقد کاد ینقض الھدیٰ ومنارہ

وزحزح خیر ما لذاک تدان

ترجمہ......"اور قریب ہے کہ (ان فتنوں کے حملوں سے) قصر ہدایت اور اس کی روشنی کا منارہ منہدم ہو جائے اور خیر (اصلاح) کی بنیادیں ہل جائیں، جس کا تدارک کوئی بھی نہ ہو۔"

یسب وسول من اولی العزم فیکم

فکا دالسماء والارض تنفطران

ترجمہ......ایک جلیل القدر نبی (عیسیٰ علیہ السلام) کو تمہارے سامنے گالیاں دی جا رہی ہیں (اور تم ٹس سے مس نہیں ہوتے) قریب ہے کہ (قہر الٰہی سے) آسمان و زمین پھٹ پڑیں۔"

وطھرہ من اھل کفر ولیہ

وابقی لنار بعض کفر اماني

ترجمہ......حالانکہ اس نبی کے مولیٰ جل شانہ نے اس کو (دشمنوں اور منکروں کے اتہامات سے) پاک کر دیا ہے اور صرف ہوا پرستوں کی آرزوؤں کا کفر جہنم کے لئے چھوڑ دیا ہے (کہ وہ نبی اور مسیح موعود بننے کی ہوس کی بدولت میں جہنم رسید ہوں۔"

وحا رب رب قوم ربھم ونبیہ

فقوموا لنصر اللہ اذ ھو دان

ترجمہ......اور (تم میں کی ہی) ایک قوم (مرزائیوں) نے اپنے رب اور اس کے نبی سے جنگ

● داد و بیداد حضرت مصنف نے اس قصیدہ کا نام "صدع النقاب عن جساسة الفنجاب" رکھا ہے۔

● نسخہ میں "زحزح" کا ردی بھی منقول ہے۔ ● ......

چھیڑ رکھی ہے پس (اے خدا پرستو!) تم اللہ کی مدد پر کمربستہ ہو کے کھڑے ہو جاؤ کہ وہ اللہ کی مدد بہت قریب ہے (صرف تمہارے کھڑے ہونے کی دیر ہے)۔"

وقد عیل صبری فی انتھاک حدودہ

فھل ثم داع مجیب اذاني

ترجمہ......"حدود اللہ کی بے حرمتی ہوتے دیکھ کر صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے، کوئی ہے (اے قوم) ہے تم میں کوئی حمایت دین کے لئے دعوت دینے والا یا میری دعوت پر لبیک کہنے والا؟"

واذ عز خطب جئت مستنصر ابکم

فھل ثم غوث یا لقوم یدانی

ترجمہ......"جب مصیبت انتہا کو پہنچ گئی تب میں تم سے مدد مانگنے آیا ہوں، پس اے میری قوم ہے تم میں کوئی فریاد رس جو میرے قریب آئے (اور ساتھ دے)۔"

لعمری لقد نبھت من کان نائما

واسمعت من کانت لہ اذنان

ترجمہ......"قسم ہے زندگی کی! میں سوئے ہوؤں کو جگا چکا ہوں اور جن کے کان ہیں ان کو یہ "دردبھری داستان" سنا چکا ہوں۔"

ولا دیت قوما فی فریضۃ ربھم

فھل من نصیر لی من اھل زمان

ترجمہ......"اور میں نے ایک (بے خبر) قوم کو ان کے رب کا (عائد کردہ) فرض یاد دلانے کے لئے پکارا ہے، پس کیا اس زمانے کے لوگوں میں میرا کوئی مددگار ہے؟"

دعوا کل امر واستھبوا لما دھی

وقد عاد فرض العین عند عیان

ترجمہ......"ہر کام چھوڑ دو اور جو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ اس لئے کہ اس فتنہ کا مقابلہ اہل بصیرت کے نزدیک فرض عین ہو گیا ہے۔"

فشاتم الانبیاء مکفر

امن شک قل ھذا لاول ثان

ترجمہ......"اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا قطعاً کافر ہے، اور وہ جو اس میں شک کرے وہ اس پہلے کافر کا بھائی دوسرا کافر ہے (یعنی وہ بھی کافر ہے۔"

ولیس ھذا را فیہ تبدیل ملۃ

وتحبط اعمال الذی مجانی

ترجمہ ...... "اس تکفیر کا مدار تیرہ ہیں مذہب متضاد سے پر نہیں ہے اس سے کہ (انبیاء علیہم السلام میں سے) ایک کو گالیاں دینے والے نے تمام اعمال و افعال کو ان تکفیر ... (کارہائے) باطل کر دی ہے۔"

افی ذکرہ عیسی یطیش لسانہ

ولا یبصر المرمی من الحیما ن

ترجمہ ...... "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں ہی اس کی زبان (بے لگام ہو کر) آپے سے باہر ہو جاتی ہے؟ اور ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ نشانہ تیر (ہدف) اور اپنے موقف میں تمیز نہیں رکھتا (اور جو بے جا طعن و تشنیع کے تیر چلانا اور پتھر برسانا شروع کر دیتا ہے چاہے ان کا نشانہ خود ہی بن جائے)۔"

واکفر منہ من تنبأ کاذبا

وکا ن انتہت ما امکنت بمکا ن

ترجمہ "اس (خاتم رسول) سے بھی بڑھ کر کافر وہ شخص ہے جو (خود کو نبی بتا کر اور) نبوت کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ نبوت اپنے مقام پر پہنچ کر (یعنی خاتم الانبیاء علیہ السلام پر) ختم ہو چکی ہے۔"

ومن ذب عنہ او تا ول قولہ

یکفر قطعا لیس فیہ توا نی

ترجمہ ...... "اور جو کوئی اس (مدعی نبوت) کی طرفداری کرے یا اس کے قول (دعویٰ) کی کوئی تاویل کرے، وہ بھی قطعاً کافر ہے، اس (حکم) میں کوئی توقف یا تردد نہیں (کیا جا سکتا)۔"

کانی بکم قد قلتموا لم کفرہ

فہا کم نقولا جلیت لعما ن

ترجمہ ...... "گویا تم (بزبان حال میرا گریباں پکڑ کر) مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ یہ کافر کیوں ہے؟ تو میں تمہارے سامنے ایسے اقوال (دلائل) پیش کرتا ہوں جو آنکھوں والوں کے لئے روشن کی طرح واضح ہیں۔"

فما قو لکم فیمن حماعل ذ لکم

مسلیمة الکذاب اهل هوا ن

ترجمہ ...... "(اگر تم اس کی ایسے ہی حمایت پر تلے ہوئے ہو) تو تمہاری اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو رسوائے زمانہ مسیلمہ کذاب کے حق میں اسی طرح کی حمایت (اور دلیلیں) کرے جیسی تم اس کے حق میں کرتے ہو۔"

فقا ل لہ التا ویل او قال لم یکن

نبیا هو المهدی لیس بجا ن

ترجمہ ...... "چنانچہ کہے کہ مسیلمہ کذاب کے دعویٰ نبوت کی تاویل (ہو سکتی) ہے۔ یا یہ کہ مسیلمہ نبی تو نہیں، وہ تو مہدی تھا (اس لئے) وہ مجرم اور (دعویٰ نبوت کا مرتکب) نہیں ہے۔"

وهل ثم فرق یستطیع مکابر

وحیث ادعیٰ فلیأتنا ببیان

ترجمہ ...... "اور کیا کوئی زبردستی کرنے والا منہ زور ان دونوں میں فرق کر سکتا ہے، اور اگر کوئی فرق کا دعویٰ کرے تو ہمارے سامنے ثبوت پیش کرے۔"

وکا ن علی احدا لہ وجہ کفرہ

تنبأہ مشہور کل مکان

ترجمہ ...... "حالانکہ ہر زمانہ میں مسیلمہ کذاب کی تکفیر کا موجب (متفقہ طور پر) اس کا دعویٰ نبوت ہی مشہور و معروف رہا ہے، باوجودیکہ مسیلمہ میں اور بہت سی منکرات بھی موجود تھے۔"

کذا فی احا دیث النبی وبعدہ

تواتر فیما دانہ الثقلا ن

ترجمہ ...... "نبی ﷺ کی احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (کہ مسیلمہ کے کفر کا موجب نبوت کا دعویٰ ہے) آپ ﷺ (کی وفات) کے بعد اس تواتر سے بھی یہی ثابت ہے جس کو جن و انس حجت مانتے ہیں۔"

فا ن لم یکن اوفہ وجو ہ لکفرہ

فاسیرها دعوا ہ تلك کما نی

ترجمہ ...... "مسیلمہ کے کفر کے اور اسباب تھے یا نہ تھے لیکن اب تو تمام (دینی بزرگ) اس کے کفر کی وجہ "مانی" کی طرح اس دعویٰ نبوت ہی ہے (یعنی جیسے یہ مانتی ہے کہ ایران کے مانی کے کفر کا سبب دعویٰ نبوت ہے ایسے ہی مسیلمہ کذاب کے کفر کا سبب بھی اس کا دعویٰ نبوت ہے)۔"

واول اجما ع تحق عندنا

لفیہا کفا ر وسبی عوا نی

ترجمہ ...... "اور ہماری تحقیق کے مطابق امت کا سب سے پہلا اجماع مسیلمہ کذاب کی تکفیر پر اور اس کے (قبیلے کے) قیدیوں (عورتوں اور بچوں) کو قیدی غلام بنانے پر منعقد ہوا ہے۔"

وکا ن مقرا بالنبو ۃ معطنا

لخیر الوریٰ فی قولہ واذا ن

ترجمہ ...... "حالانکہ مسیلمہ بھی نبی خیر البشر ﷺ کی نبوت کا معترف تھا، اور آپ کے نبی ہونے کا اپنی عام گفتگو میں اقرار اور اذان میں اعلان بھی کرتا تھا (اس کے باوجود اس کو کافر کہا گیا)۔"

وما قولكم في العصوبة أوّلوا

رسولا لا عين غير كيان

ترجمہ: "اور پھر "عصوبی" (فرقہ) کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے، جو یہ تاویل کرتے ہیں کہ نبی کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ضرور ہیں، مگر صرف عربوں کے لئے ہیں (ہمارے اور تمام دنیا کے لئے نہیں ہیں)۔"

وهل ثم ما لا فيه تاويل ملحد

ومن حجر التاويل وهي لسان

ترجمہ: "اور کیا دین میں کوئی ایسا بھی عقیدہ داخل ہے، جس کی کسی ملحد نے تاویل نہ کی ہو؟ اور تاویل کی زبان درازی کو کون روک سکتا ہے؟ (اور ملحدوں کی زبان کو کون بند کر سکتا ہے)۔"

وهل في ضروريات دين تاوُّل

بتحريفها الا ككفر عيان

ترجمہ: "اور کیا ضروریات دین میں ایسی تاویل جو تحریف کے مرادف ہو، کھلے ہوئے کفر کی طرح نہیں ہے؟"

ومن لم يكفر منكريها فانه

يجر له الانكار بسريان

ترجمہ: "اور (یاد رکھو) کہ جو کوئی ضروریات دین کے منکر کو کافر نہ کہے، وہ اس انکار کو خود اپنے سر لیتا ہے اور بغیر کسی فرق و امتیاز کے خود کافر ہے (کسی کافر کو کافر نہ کہنا خود کفر ہے)۔"

وما الدين الا بيعة معنوية

وما هو كالانساب في السريان

ترجمہ: "دین تو درحقیقت ایک معنوی بیعت ہے (جب تک کوئی اس بیعت پر قائم ہے دین میں داخل ہے، اور جہاں اس بیعت کو توڑا دین سے خارج ہو گیا) دین نسب کی طرح نہیں ہے کہ کوئی نسلی علاقہ ہے کہ بہر صورت قائم رہے (اور مسلمان کی اولاد مسلمان رہے، چاہے جو کچھ بھی کرے)۔"

فانهم لا يكذبونك فاتلها ●

ولكن بآيات مآل معاني

ترجمہ: "(اگر یقین نہ آئے تو) آیت "فانهم لا يكذبونك" پڑھ لو (دیکھو) حقائق و معانی کا مدار آیات الٰہیہ پر ہے۔ (یعنی جو آیات الٰہیہ کا انکار کرے وہ کافر ہے، اگرچہ وہ براہ

● من الاكذاب في قرائة [illegible] والحاكم في شاذ [illegible]

راست نبی کو جھوٹا بھی کہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اے نبی! وہ تم کو تو جھوٹ کی جانب منسوب نہیں کرتے (یعنی جھوٹا نہیں کہتے) لیکن یہ ظالم، اللہ کی آیات (و احکام) کا انکار کرتے ہیں، (اس لئے کافر اور جہنمی ہیں)۔" واضح ہو کہ یہ شعر امام نافع کی قراءت پر مبنی ہے جس میں "یکذبونک" آیا ہے جو "اکذبه نسبه الی الکذب" سے ماخوذ ہے)۔"

تنبا الذي لا يعتزى بمطاله

كحجام ساباط صريع غوان

ترجمہ: "اس حسین نازنینوں کے دلدادہ قادیانی نے نبوت کا دعویٰ صرف اس لئے کیا ہے کہ (اس کی عشق و محبت کی رنگ رلیوں کو دیکھ کر)

اس کے متعلق بے کاری کو شبہ نہ کیا جائے، جیسے ساباط کا حجام (کہ وہ بے کاری کے الزام سے بچنے کے لئے اپنی ماں کی حجامت بنانے بیٹھ جایا کرتا تھا کہ اسے کوئی بے کار نہ کہے، یعنی اس قادیانی مرزا نے صرف اپنی بدکاریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس لئے کہ نبی کو معصوم سمجھا جاتا ہے، کہ لوگ اس کو بھی معصوم سمجھ کر اس کی بدکاریوں سے درگزر کریں "بدکار" نہ کہیں جیسے شہر ساباط کے ایک حجام کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک نہ ہوتا تو چھرا لے کر اپنی ماں ہی کی حجامت بنانے بیٹھ جاتا تھا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ بے کار بیٹھا رہتا ہے، اس کے پاس کوئی گاہک نہیں آتا، اناڑی ہے)۔"

ومعجزه منكوحة فلكية

يصاد فيها في رقية الكروان

ترجمہ: "چنانچہ اس منکوحہ آسمانی کو اپنا معجزہ قرار دیا کہ کسی طرح اس "کرواں" کے منتر سے اسے دام کرلے

(یعنی جس طرح عرب کے لوگ کونج کو "اطرق كرى ان النعامة في القرى" کا منتر پڑھ کر آسانی سے شکار کر لیتے تھے، اسی طرح بوالہوس مرزا قادیانی نے محمدی بیگم کو منکوحہ آسمانی اور اپنی نبوت کا معجزہ قرار دے کر اپنے دام ہوس میں گرفتار کرنا چاہا، لیکن وا حسرتا! کہ وہ نیک بخت لڑکی اور اس کے والدین اس دام فریب میں بھی نہ آئے اور آخر مرزا لعین اس کے وصل کی حسرت دل میں لئے کر جہنم رسید ہوا)۔"

ومنّى له الشيطان فيها بوحيه

رفاء ووصلا خطبة وتهاني

ترجمہ..... (ادھر) شیطان نے بھی اس کو اپنی شیطانی وحی سے خوب خوب آسائش نامہ و پیغام

وصل و وصال، تہنیت و مبارکباد کی آرزوؤں کا سبز باغ دکھایا تھا

(یعنی محمدی بیگم سے نکاح کے باب میں بہت سی وحییں بھی اس پر نازل ہوئی تھیں مگر وہ سب وحئیں شیطانی تھیں، اس لئے جھوٹی نکلیں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا لینے کے باوجود نکاح نہ ہو سکا)۔"

یھیم جا مر العیش لو یستطیعہ

ولٰکن حیل بین العیر والنزوان

ترجمہ۔۔۔ "اس کا ارادہ مقصد عیش کوشی اور ہوس رانی تھا، اگر اس کا یہ مقصد پورا ہو جاتا مگر ہوا یہ کہ گدھا روحشی کو جفتی سے روک دیا گیا (یعنی محمدی بیگم نے اس قادیانی مرزا کی بیوی بننے سے انکار کر کے اس کی ہوس رانی کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا)۔"

ففضحہ رب السماء بحولہ

وقوتہ واللہ فیہ کفانی

ترجمہ۔۔۔ "اور اس تدبیر سے رب العالمین نے اس جھوٹی مدعی نبوت کو اپنی طاقت و قدرت سے خوب خوب رسوا کیا اور اس فرض سے ہمیں سبکدوش کر دیا

(یعنی ہمیں اس کو جھوٹا ثابت کرنے کی زحمت سے بچا یا، خود اس کی زبان سے اس کی پیش گوئی سے ہی اسے جھوٹا ثابت کر دیا)۔"

وکان ادعی وحیا سنین عدیدۃ

فجاء بحاکی فضلۃ الظربان

ترجمہ۔۔۔ "یہ جھوٹا (اسی طرح) چند سال تک وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرتا رہا اور ایک بدبودار جانور کی طرح اپنی بدبو (یعنی جھوٹی وحی) سے مسلمانوں کا دماغ پریشان کرتا رہا (ظربان ایک بدبودار جانور ہے بلی کے مشابہ)۔"

ودلاہ شیطانان فی ذاک برھۃ

ولم یدر شیطانان لا یفیانہ

ترجمہ۔۔۔ اور اس کے دو دونوں شیطانوں نے عرصہ دراز تک اس فریب اور دھوکہ میں اس کو لٹکائے رکھا کہ یہ وحی ہے، مگر اس بے وقوف کو پتہ نہ تھا کہ اتنی عظیم گمراہی کو پھیلانے کے لئے دو شیطان کافی نہیں ہو سکتے (یہ دونوں شیطان خلیفہ نور الدین اور حکیم احمد حسن امروہی مرزا کی وحیوں کے مصنف ہیں)۔"

واخرا وھذا بلدیتہ یری

فھلا عری اصل النبوۃ ذان

ترجمہ۔۔۔ "یہ دونوں شیطان خود تو پس پردہ رہے اور مرزا اور اس کی ذریت کو آگے کر دیا (اور نبوت کا دعویٰ کرا دیا) مگر ہمت کی تو یہ دونوں خود مدعی نبوت بن کر کیوں سامنے نہ آئے؟"

وانھم لما لم یمت بشروط

رجوعا الی الحق ادعی برھان

ترجمہ۔۔۔ "اور جب عیسائی پادری "آتھم" مرزا کی پیش گوئی کے مطابق نہ مرا تو اس کے متعلق "حق کی جانب رجوع کر لینے" کی بازی لگا دی، یعنی کہنے لگا کہ میں شرطاً کہتا ہوں کہ آتھم نے حق کو یعنی میری نبوت کو مان لیا ہے اسی لئے نہیں مرا ہے)۔"

وسماہ ایضا مرۃ بسقوطہ

لھاویۃ ھل ذان یجتمعان

ترجمہ۔۔۔ "حالانکہ ایک مرتبہ اس کے جہنم میں گرنے کا نام بھی لے چکا تھا (اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کر چکا تھا) کیا یہ دونوں متضاد پیش گوئیاں جمع ہو سکتی ہیں؟

(یعنی ایک طرف اس کے کافر اور جہنم رسید ہونے کی پیش گوئی کرتا ہے اور دوسری طرف اس کے حق کو مان لینے اور اپنی نبوت پر ایمان لے آنے کی وجہ سے موت سے بچنے کی خبر دیتا ہے، بالفاظ دیگر آتھم ایک پیش گوئی کے مطابق کافر اور جہنمی ہے، اور دوسری پیش گوئی کے مطابق مومن ہے اور نا جی، یہ کھلا ہوا تضاد ہے، اس کے لئے یقیناً ان دونوں میں سے ایک پیش گوئی ضرور جھوٹی ہے، سچ کہا ہے کسی نے کہ: "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے")۔"

ویوجد فی الوقت المعلی للغلی

اذا جاءہ است لم یطق لعمان

ترجمہ۔۔۔ "اور تو اور فی الوقت کے معنی اور خود گھڑ دیتا ہے، خواہ جب پیچھے سے زمین سرکنے لگتی ہے (اور غلطی کھلتی ہے) تو اس کا بار نہیں اٹھا سکتا (یعنی جب غلطی پکڑی جاتی ہے تو جواب نہیں دے سکتا)۔"

یحض بالواہ الشیاطین حیفۃ

ویصرفھم عن صوب فھم معانی

ترجمہ۔۔۔ "(غرض) شیطانوں یعنی مریدوں کو زبان سے مکر و فریب (سے معنی الفاظ کی) تحریف کا اچھا استاد ہے اور ان کو (عقلوں کی الٹ پھیر میں رکھ کر) الفاظ کو سمجھنے کی جانب سے توجہ ہٹا دیا۔"

فعلل اذناب لہ الناس ان فی

حدیبیۃ ماسحرھا یربان

ترجمہ۔۔۔ "تو اس کے دم چھلے (مریدوں) نے لوگوں کو اس طرح بہلایا (اور بہکایا)" کہ "۔۔۔"

حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وہ (متنازعہ) خواب دکھلائے گئے ہیں۔

(یعنی مرزا اور اس کی امت ماتحتم کے خواب پورا نہ ہونے پر لوگوں کے اعتراضات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال ۶ھ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے ہمراہ باطمینان تمام مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور عمرہ کیا ہے مگر آپ ﷺ کا وہ خواب پورا نہ ہوا اور آپ ﷺ اور تمام مسلمان بغیر عمرہ کے حدیبیہ سے واپس آگئے لہذا خواب کا پورا نہ ہونا نبوت کے منافی نہیں ہے۔ حضرت مصنف ؒ اگلے شعر میں اس کا جواب دیتے ہیں)۔"

أرؤيا حكاها خاتم الرسل مرسل

ولم يك منها الصبر يلبسان

ترجمہ ...."کیا وہ خواب جو فرستادہ الٰہی خاتم الانبیاء ﷺ نے بیان فرمایا (اور واقعات) کی رفتار اس کے مطابق نہیں ہوئی، کیا وہ خواب اور واقعی ایک دوسرے سے مختلف (اور مشتبہ) ہو گئے؟

(یعنی کیا وہ خواب پورا نہیں ہوا اور اگلے سال ۷ھ میں آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں نے باطمینان تمام عمرہ نہیں کیا؟ یہ لوگوں کی غلط فہمی تھی کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ اسی سال ۶ھ میں عمرہ ہوگا حالانکہ خواب میں اس کی تصریح نہ تھی اور نہ ہی حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال یہ خواب پورا ہوگا (مراجعت کیجئے صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۸۰) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے مذکورہ ذیل آیات سورۃ فتح میں نازل فرمائیں۔"

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ (الفتح: ۲۷)

ترجمہ ...... بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بالکل برحق سچا خواب دکھایا ہے، تم مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور امن اور امان کے ساتھ داخل ہو گے (اور عمرہ کرو گے، عمرہ سے فارغ ہو کر) کچھ لوگ اپنے سر منڈائیں گے، اور کچھ بال کترائیں گے، اور تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔"

وما قد حكاه الواقدي فلم يرد

ترتب سيرا وبناه اوان

ترجمہ ......اور واقدی نے جو (سیرت) میں بیان کیا ہے اس کا مقصد واقعات کی ترتیب یا ابتداء وقت (عمرہ) کو بیان کرنا نہیں ہے۔

حكى من امور لا ترتب بينها

قد اتفقت في السنين من جريانه

ترجمہ ......واقدی نے تو بلا ترتیب جو امور (واقعات) اس سال پیش آئے تھے ان کو بلا ترتیب

قرار دیا ہے، اور یہ خواب آپ ﷺ نے یقیناً اسی سال ۶ھ میں دیکھا تھا

(مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ خواب اسی سال سے متعلق تھا جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں "ان شاء اللہ" کا لفظ ہے لہذا واقدی کے بیان سے یہ استدلال کرنا کہ دیکھو" رسول اللہ ﷺ کا خواب پورا نہیں ہوا" یہ درست نہیں اس لئے کہ واقدی نے یہ نہیں کہا کہ یہ خواب اسی سال ۶ھ سے متعلق تھا مرزائیوں نے واقدی کے بیان سے استدلال کیا تھا حضرت مصنف نے ان دو شعروں میں اس کا جواب دیا ہے)۔"

واوضحه الصديق فيما روى لنا

اصح كتاب في الحديث مثاني

ترجمہ:......اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس حقیقت کو ایک حدیث میں واضح کر دیا جس کو حدیث کی "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" یعنی "صحیح بخاری" میں ج:۱ ص:۳۸۰ پر روایت کیا ہے۔"

رجاء وقصد ليس اخبار غيبه

على ظاهر الاسباب يحسبان

ترجمہ......"اس خواب کا منشا تو درحقیقت ایک امید اور ظاہری اسباب کی بناء پر قصد کا اظہار تھا نہ کہ غیب کی خبر دینا اور پیش گوئی کرنا۔ (اس کے برعکس مرزا نے تو بطور تحدی چیلنج کیا تھا کہ آتھم اس سال ضرور مر جائے گا، کیونکہ یہ خواب مجھے دکھایا گیا ہے لہذا اس پیش گوئی کو رسول اللہ ﷺ کے خواب پر قیاس کرنا حماقت ہے یہ دوسرا جواب ہے۔"

وما ذاب في العمر الطويل له فذا

هجاء خيار الخلق غب لعان

ترجمہ:......"اور اس حمقی قادیان کی زبان و قلم سے عمر دراز میں جو کچھ ظہور میں آیا ہے وہ یہ ہے بس لعن طعن کے بعد خدا کی بہترین مخلوق (انبیاء علیہم السلام) کی ہجو اور بدگوئی کرنا۔"

تفكه في عرض النبيين كافر

عتل زنيم كان حق مهان

ترجمہ ......"انبیاء علیہم السلام کی حرمت و عظمت کا ایک بدزبان، بدنسب، رسوائے زمانہ کافر نے خوب خوب مذاق اڑایا ہے۔"

يلذ له بسط المطاعن فيهم

ويجعل نقلا عن لسان فلان

ترجمہ:......"انبیاء علیہم السلام پر طعن و تشنیع کرنے میں اسے خوب مزا آتا ہے (اور تکفیر سے بچنے کے لئے) ہر ایسے غیر کے بیان بنا دیتا ہے کہ فلاں یوں کہتا ہے فلاں یوں)۔"

یسوغ اصطلاحا ان هذا سب حکم

کما سب امه هکذا اخوان

ترجمہ ـــ "اصطلاحاً عذر تا ہے اور خوب گالیاں دے کر کہتا ہے کہ (اے عیسائیو!) یہ ہے تمہارا مسیح! بالکل ایسے جیسے دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالیاں دیں

(حالانکہ دونوں کی ماں ایک ہے۔ اس لئے گویا ہر ایک اپنی ماں کو گالیاں دیتا ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام جیسے عیسائیوں کے نبی ہیں، ایسے ہی مسلمان بھی ان کو نبی مانتے ہیں، اس لئے عیسائیوں کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینا قرآن کے "عیسیٰ" کو گالیاں دینے کے مرادف اور کفر ہے)۔"

لقد ورد فی القرآن انواع کفرهم

فهل غض من عیسی المسیح بشان

ترجمہ..... "حالانکہ قرآن میں بھی عیسائیوں کے ہر قسم کے کفریات کی تردید آئی ہے، لیکن کیا مجال جو اس تردید میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی ذرا بھی کسر شان ہوئی ہو۔

(معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کسر شان کئے بغیر بھی ہر قسم کے کفریات کی تردید کی جا سکتی ہے، اور مرزائے قادیان کا یہ صرف "بہانہ" ہے، وہ دراصل ان کو گالیاں دینا اور ان کی توہین و تذلیل کرنا چاہتا ہے، تاکہ اپنے "عیسیٰ" ہونے کے لئے راہ ہموار کرے)۔"

وهذا کمن والی عدوا بسبه

یجمع اشد السب من شنان

ترجمہ..... "اور اس کا انداز تو ایسا ہے کہ جیسے کسی کا دشمن سامنے آ جائے اور وہ شدت غیظ و غضب کی وجہ سے برسر عام اسے بے تحاشا گالیاں دینا شروع کر دے۔"

فصیره رویا وقال باخر

الا انفتحت عینی من الخفقان

ترجمہ: ..... "اور (جی بھر کے گالیاں دے نے کے بعد) پھر اس کو خواب بتا دے اور آخر میں کہہ دے کہ "پھر اچانک شدت اضطراب سے میری آنکھ کھل گئی" (کہ یہ تو میں خواب کا حال بیان کر رہا تھا)۔"

وقد یحصله التحقیق ذالک عنده

اذا ما خلا جو کمثل جبان

ترجمہ..... "اور بزدلوں کی طرح جب میدان خالی پائے تو اس کو اپنی ذاتی تحقیق بنا دے (کہ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ عیسیٰ ایسے اور ایسے تھے)۔"

ویخبث فی اثناء ذلک کفره

ویعرب فی عیسی بما هو شانی

ترجمہ ـــ "(غرض) اس صورت میں یہ خبیث (عیسائیوں کی تردید کے نام سے) خوب کفریات بکتا ہے، اور (اپنی اس بکواس کے ذریعہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں؟ معاذ اللہ عیب جوئی اور بدگوئی کرتا ہے۔"

وکان هنا شیئ لتحریف "عهدهم"

فصیره حقا لخبث جنان

ترجمہ ..... "حالانکہ واقعہ صرف یہ ہے کہ "عہد قدیم" (تورات) اور "عہد جدید" (انجیل) میں تحریف ہو جانے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے خلاف کچھ باتیں پائی جاتی تھیں لیکن اس بدباطن نے اپنی خباثت باطنی کی بنا پر انہی کو حق قرار دے دیا۔"

وقد اختلفوا فی مالک بن نویرة

"بصاحبکم" للمصطفی کاذنی

ترجمہ ـــ "حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے تو مالک بن نویرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں "صاحبکم" کے عامیانہ کلمہ کو گستاخی قرار دے کر (توہین نبوی کا) مجرم قرار دے دیا تھا اور قریب تھا کہ قتل کر دیں۔"

وقصة دباغ رای القتل عندها

ابو یوسف القاضی ولات اوان

ترجمہ ـــ "اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے "کدو کے قصے" میں (گستاخانہ انداز میں) "میں تو پسند نہیں کرتا" کے الفاظ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین قرار دے کر قاتل کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا تھا، لیکن یہ وہ زمانہ نہیں ہے (کہ آج ہم شاتم رسول کو قتل کر سکیں)۔"

وقد اعملت حکم الشریعة فیهم

حکومة عدل للامیر امان

ترجمہ ـــ "اور شاہ افغانستان امیر امان اللہ خان کی عادلانہ حکومت نے تو شریعت کے اس حکم پر عمل بھی کیا تھا (کہ انہوں نے شاتم رسول مرزائی کو قتل کر دیا)۔"

تحطم فی جمع الحطام وذیلها

وبسط المنی فی حاصلات مجانی

ترجمہ ـــ "اور یہ قادیانی ملعون تو ساری عمر دنیا کا مال و زر جمع اور اندوختہ کرنے میں اور مفت کے چندوں کی رقموں کو بٹورنے کی آرزوؤں کو دراز تر کرنے میں سرگرداں رہا، یہاں تک کہ پیوند خاک ہو گیا۔"

وكل صنيع او دهاء وفسده

لنيل المنى بالطرد والدوران

ترجمہ ... "اور جو بھی چالاکی اور مکاری، جوڑ توڑ کر کے اپنی آرزوؤں کو پورا کرتے ہیں (ممکن ہو سکتی ہے) وہ اس لعین کے پاس موجود تھی۔"

اهذا مسيح او مثيل مسيحنا

تسربل سربالا من القطران

ترجمہ ..... "کیا یہی "مسیح" یا "مثیل مسیح" ہے؟ جس نے قطران (گندھک کے تیل کا) جیسی لباس پہن رکھا ہے؟"

وكان على ما قال ماجوج اصله

ومسّ مسيحا فاعتبر بقران

ترجمہ: "وہ تو (درحقیقت) اپنے قول کے مطابق یاجوج ماجوج کی نسل میں سے تھا، ترقی کر کے مسیح بن گیا، پس اس (یاجوج تو مسیح) کے قران (اتصال) سے لوگو! عبرت حاصل کرو۔"

نعم جاء في الدجال اطلاقه كذا

فقد ادركه خفة السرعان

ترجمہ: ...... "ہاں ہاں دجال کے حق میں بھی تو احادیث میں "مسیح" کا لفظ آیا ہے سو وہ قادیانی مرزا بے شک "مسیح دجال" تھا، کم عقلی اور بے وقوفی کی وجہ سے اس نے یہ لقب اپنے لئے اختیار کر لیا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ جو "مسیح" کا لفظ آتا ہے وہ "مشیح" کا معرب ہے جس کے معنی عبرانی میں "مبارک" ہیں، اور دجال کے تذکرہ میں جو "مسیح" آتا ہے، وہ عربی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "ممسوح العین الیمنیٰ" (جس کی داہنی آنکھ پھوٹی ہو) اسی لئے اردو والے اسے "کانا دجال" کہتے ہیں، اس جاہل کو اس حقیقت کا پتہ نہ تھا، اس لئے اس نے اپنے لئے "مسیح" کا لقب اختیار کیا اور "مسیح دجال" بن گیا۔"

الم يهده للقرآن يحفظه ولم

يحج لفرض صده الحرمان

ترجمہ ... "کیا واقعہ نہیں ہے کہ اسے قرآن حفظ کرنے کی توفیق ہوئی، نہ ہی حج فرض ادا کرنے کی (اور یہی دجال کی ممتاز خصوصیت ہیں) حرمین نے اس کو حج کرنے سے روک دیا۔"

فيسرق في الفاظه باطنية

وقرمطة وحي اتاه كداني

ترجمہ ..... "اس لعین قادیانی کے پاس جو وحی آتی ہے اس میں کچھ "باطنیہ" کے الفاظ چرا

ہے، کچھ "قرامطہ" کے، یہی "کدانی" (قادیانی) وحی کی (حقیقت) ہے۔"

وتابعه من فيه نصف تنصر

ومن فيه كفر مودع بمعاني

ترجمہ ... "اور اس مسیح دجال کی پیروی صرف انہی لوگوں نے کی ہے جو پہلے ہی "نیم نصرانی" تھے اور جن کی سرشت میں کفر رکھا ہوا تھا۔"

وكفر من لم يعترف بنبوة

له وهو في هذا لاول جان

ترجمہ ..... "اس ظالم نے ہر اس مسلمان کو کافر قرار دے دیا جو اس کی نبوت کو نہ مانے، اس معاملے میں یہ دنیا کا پہلا مجرم ہے (آج تک کسی مدعی نبوت نے اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر نہیں کہا تھا)۔"

الا فاستقيموا واستهموا لدينكم

فموت عليه اكبر الحيوان

ترجمہ ... "پس سن لو اے مسلمانو! اب تم صراط مستقیم پر پختگی سے قائم ہو جاؤ اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اس لئے کہ دین پر جان دے دینا ہی سب سے بڑی زندگی ہے۔"

وعند دعاء الرب قوموا وشمروا

حنانا عليكم فيه الو حنان

ترجمہ ... "اور اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہو اور کمر کس لو، اس دین کی حمایت میں تم پر خدا کی رحمتوں پہ رحمتیں نازل ہوں۔"

ولكن راجيا ان يظهر الحق وارتقب

لاولا دجي في السهيل يماني

ترجمہ ..... اور حق کے غلبہ کی خدا سے امید واثق رکھو، اور ان بد ساتی کیڑوں کی ہلاکت کے لئے کسی سہیل یمانی کا انتظار کرو۔"

وللحق صدع كالصديع وصولة

وطعن وضرب فوق كل بنان

ترجمہ ... "اور حق و باطل کے پردے صبح کی طرح چاک کر دیتا ہے، حق بھی باطل پر یورش کرتا ہے اور اس کے ایک ایک پور پر ضرب کاری لگاتا ہے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للذی
بنصرة دین الحق کان هدانی

ترجمہ:۔۔۔ "اور ہماری تو آخری بات یہ ہے کہ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں دین حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائی۔"

وصلی علی ختم النبیین دائما
وسلم ما دام اعتلی القمران

ترجمہ:۔۔۔ "اور خدا خاتم الانبیاء، علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہمیشہ ہمیشہ رحمتیں نازل کرے اور سلامتیاں، جب تک افق پر چاند سورج چڑھتے رہیں۔ (آمین)۔"

☆☆☆☆☆

تاویل باطل سے علماءِ حق کی ممانعت

صفات الٰہیہ پر بے چوں وچرا اور بغیر کسی تاویل کے ایمان لانا فرض ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں ج ۱۳ ص: ۳۳۵ (طبع ثانی) میں فرماتے ہیں:

"ابو القاسم لالکائی نے بسند متصل امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: مشرق سے مغرب تک کے تمام فقہاء قرآن کریم پر اور ثقہ راویوں کی روایت کردہ ان صحیح روایات پر بغیر کسی تشبیہ وتفسیر کے ایمان لانے کو فرض قرار دیتے ہیں جو پروردگار عالم کی "صفات" کے بیان میں آئی ہیں، جو شخص ان "صفات" میں سے کسی صفت کی بھی کوئی تفسیر یا تاویل کرے اور جہم بن صفوان کا مسلک اختیار کرے وہ اللہ کے اس دین سے خارج ہے، جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین قائم تھے، اور وہ امت مسلمہ کے دائرہ سے نکل گیا، اس لئے کہ اس نے پروردگار عالم (کی اصلی اور حقیقی صفات چھوڑ کر اس) کی (خود ساختہ اور) بے معنی صفات ثابت کردیں۔"

ائمہ احناف کی طرف "جہمی" ہونے کی نسبت بغض وعناد کا مظاہرہ ہے:

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (امام محمد کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے) اب جو کوئی ہو وے ائمہ احناف (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ) کو "جہمیہ" فرقہ کی جانب منسوب

کرے، یہ اس کی نگاہ بغض وعناد کی کج بینی ہے کہ اسے برائیاں ہی برائیاں نظر آتی ہیں (اچھائیاں نظر ہی نہیں آتی)۔

اس (بطلان تاویل) کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ائمہ دین کے اور بھی بہت آثار واقوال نقل کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصنفؒ حاشیہ پر ان اقوال کو نقل کرتے ہیں:

۱۔۔۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محدث لالکائی نے اپنی کتاب السنۃ میں حسن بصری عن امہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق (سند) سے روایت کیا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی صفت (عرش پر) استواء مجہول نہیں ہے (سب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں)، ہاں اس کی کیفیت (اور صورت) کا سمجھنا عقل انسانی کے دائرہ ادراک سے باہر ہے، اور اس کا اقرار کرنا (کہ اللہ تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش ثابت ہے) فرض عین ہے، اور اس کا انکار کفر صریح ہے۔"

۲۔۔۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور ابن ابی حاتم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے "مناقب" میں ابن یونس بن عبد الاعلیٰ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام، اور صفات ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، اور جس شخص نے دلیل قائم ہونے (یعنی معلوم ہونے) کے بعد انکار کیا وہ کافر ہوگیا، ہاں دلیل قائم ہونے اور (معلوم ہونے) سے پہلے اگر کوئی انکار کرے تو اس کو "جہالت" کی بناء پر معذور سمجھا جائے گا، اس واسطے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات انسانی فہم وفراست سے نہیں معلوم کئے جاسکتے لہٰذا ہم (بے چوں وچرا) ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے (اور مانتے) ہیں، مگر تشبیہ کا انکار ضرور کریں گے (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی کوئی مثال نہیں ہوسکتی، مثلاً ہم کہتے ہیں کہ وہ سنتا ہے۔ مگر ہماری طرح کانوں سے نہیں، وہ دیکھتا ہے، مگر ہماری طرح آنکھوں سے نہیں) جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کی نفی کی ہے، اور فرمایا ہے کہ: "لیس کمثلہ شیء" (کہ کوئی چیز بھی اس کی مانند نہیں)۔"

تاویل باطل کی مضرت اور مؤول کا فرض: حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ "شفاء العلیل" میں ص: ۸۲ پر فرماتے ہیں:

"باطل تاویل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی "شریعت" کو معطل (بےکار وبے معنی) بنا دیتی ہے اور متکلم (صاحب شریعت) پر جھوٹ لگانے کا موجب ہے کہ اس کی مراد یہ ہے (جو مؤول بتاتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے)، اسی لئے تاویل باطل حق کو باطل اور باطل کو حق بنا دیتی ہے اور متکلم کی جانب اس "چیستاں گوئی" اور "فریب کاری" کو منسوب کرتی ہے، جو اس کے شایان شان

نہیں۔(یعنی موول کی تاویل کو صحیح مان لینے کی صورت میں یہ کہنا پڑے گا کہ متکلم نے دانستہ اپنی مراد کو چھپانے کی غرض سے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن کے ظاہری معنی سے اس کی مراد نہ سمجھی جا سکے اور لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں، اسی کا نام تلبیس اور چیستاں گوئی ہے) اسی کے ساتھ ساتھ بغیر کسی علم و یقین کے یہ کہنا کہ متکلم کی مراد یہی ہے (جو موول کہتا ہے) صریح بہتان و افتراء ہے۔"

لہٰذا ہر تاویل کرنے والے کا فرض ہے کہ:

۱۔۔۔ پہلے وہ یہ ثابت کرے کہ از روئے لغت و قواعد عربیت اس "معنی" کے مراد لینے کی گنجائش ہے (جو موول کہتا ہے)۔

۲۔۔۔ اس کے بعد وہ (حوالے دے کر) یہ ثابت کرے کہ متکلم نے اس لفظ کو اس معنی میں اکثر و بیشتر استعمال کیا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی جگہ اس نے اس لفظ کو ایسے طریق پر استعمال کیا ہے کہ اس معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہے تو وہاں اس لفظ کو اسی "معروف الاستعمال" معنی پر حمل کیا گیا ہے۔

۳۔۔۔ نیز موول کے ذمہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹانے کی یا حقیقی معنی کے بجائے معنی مجازی یا استعارہ مراد لینے کی کوئی قوی اور معارضہ سے خالی دلیل قائم کرے، ورنہ اس کا یہ دعویٰ (تاویل) دعویٰ بلا دلیل سمجھا جائے گا اور ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

ثبوت و تائید۔۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "فتاویٰ" میں ج ۳، ص: ۲۹۵ پر تکفیر روافض کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے یہاں بھی لیا جائے کہ یہ (روافض) "موول" ہیں تو ان کی "تاویلیں" ہرگز قابل قبول نہیں ہیں، بلکہ ان کے مقابلہ میں تو خوارج اور مانعین زکوٰۃ کی "تاویلیں" زیادہ معقول ہیں، چنانچہ خارجی قرآن کریم کے محض اتباع کا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو اس پر عمل کرنا جائز نہیں، (اور یہ رافضی تو سرے سے قرآن کو ہی ناقص اور ناقابل اعتماد کہتے ہیں) اسی طرح منکرین زکوٰۃ کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا ہے "خذ من اموالھم صدقۃ" یہ خطاب اور حکم صرف نبی کے لئے تھا، (چنانچہ جب تک نبی نے زکوٰۃ لی، ہم نے نکالی اور دی) غیر نبی کو زکوٰۃ دینا ہم پر فرض نہیں ہے (کہ ہم زکوٰۃ نکالیں اور اس کو دیں) چنانچہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوٰۃ دیتے تھے اور نہ ہی اپنے مال سے زکوٰۃ نکالتے تھے (مگر اس تاویل کے باوجود ان کو "مرتد" اور "واجب القتل" قرار دیا گیا)۔"

ج ۳، ص: ۲۸۵ پر فرماتے ہیں:

"تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ائمہ منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے پر متفق تھے، اگرچہ وہ پنجگانہ نماز بھی پڑھتے تھے اور رمضان کے روزے بھی رکھتے تھے، مگر اس کے باوجود ان کا کوئی شبہ (تاویل) صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک لائق قبول نہ تھا، اسی لئے وہ مرتد تھے اور منع زکوٰۃ پر ان سے جنگ کی جاتی تھی، اگرچہ وہ شخص زکوٰۃ کے وجوب کے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے فرض ہونے کے قائل تھے۔"

مانعین زکوٰۃ کو "مسلمان باغی" سمجھنا سخت غلطی اور گمراہی ہے: ص ۲۹۶ پر حرہ فرماتے ہیں:

"لیکن جس شخص نے یہ سمجھ کر ان (مانعین زکوٰۃ) سے جنگ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کی طرح کی گئی ہے، اس نے بہت بڑی غلطی کی اور وہ حق سے بہت دور جا پڑا، اس لئے کہ "تاویل کرنے والے مسلمان باغیوں" کے پاس کم از کم جنگ کرنے کی کوئی لائق قبول تاویل اور معقول وجہ تو ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ بغاوت پر آمادہ ہوتے ہیں، اسی لئے علماء حق کا کہنا ہے کہ امام (خلیفہ) کو (جنگ کرنے سے پہلے) ان باغیوں سے خط و کتابت اور نامہ و پیام کرنا چاہئے، اور اگر وہ کسی ظلم و جور کو (اپنی بغاوت کا) سبب بتلائیں تو فوراً اس کا ازالہ کرنا چاہئے، اس سے معلوم ہوا کہ وہ محض بغاوت کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوتے، اس کے برعکس منکرین زکوٰۃ کو بغیر کسی گفت و شنید کے محض زکوٰۃ کی بناء پر مرتد (اور واجب القتل) قرار دیا گیا۔"

بعض مرتبہ تاویل، زوال ایمان کا سبب بن جاتی ہے: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (بغیۃ المرتاد) میں ص: ۹۹ پر فرماتے ہیں:

"ہمارا مقصد یہاں صرف اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ عموماً اس قسم کی تاویلیں قطعی طور پر باطل ہوتی ہیں اور جو شخص بھی ان کو اختیار کرتا یا لائق قبول قرار دیتا ہے، وہ خود بسا اوقات اسی جیسی یا بلکہ وہی تاویلیں کر کے گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے (لہٰذا ان تاویلات کا دروازہ کھولنا یا کھولنے کی اجازت دینا انتہائی خطرناک ہے۔"

چنانچہ اسی "بغیۃ المرتاد" کے ص: ۱۳۵ پر حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس ذیل میں ابن ہود کا تذکرہ کیا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ: "عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت اس پر نازل ہوگئی ہے۔"

جو شخص نبوت کو اکتسابی کہتا ہے، وہ زندیق ہے: "زرقانی" میں ج ۶ نوع ثالث مقصد سادس ص: ۱۸۸ پر لکھا ہے:

"ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے، (انسان اپنی کوشش وکاوش سے اس کو حاصل کر سکتا ہے، اس لئے) اس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا یا یہ کہ ولی، نبی سے افضل ہے، وہ شخص "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا واجب ہے، اس لئے کہ وہ قرآن حکیم اور خاتم النبیین دونوں کی تکذیب کرتا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ نبوت "اکتسابی" ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبوت کے "سلب" ہو جانے کا بھی قائل ہو، اور یہی عقیدہ یہودیوں کا ہے، چنانچہ بلعم بن باعور کے متعلق یہودی کہتے ہیں کہ بلعم (ملعون ومسوخ ہونے سے پہلے) قوم "مواب" کا نبی تھا جیسا کہ ابن حزم نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ (بین السطور میں روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۴ کی مراجعت کی ہدایت فرماتے ہیں)

فرماتے ہیں: اور یہی کچھ اس مردود متنبی (مرزائے قادیان) کا حال ہے، اس لئے کہ آخر وقت میں اس کا ایمان بھی سلب ہو گیا تھا اور یہ بھی بدترین موت مرا ہے۔

نبوت کو اکتسابی ماننے والوں کے قول کی تفصیل اور تردید:

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے "شرح عقیدہ سفارینی" میں ص: ۲۵۷ پر منقول ہے

ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت ایک "اکتسابی" کمال ہے (ہر شخص محنت کر کے اس کو حاصل کر سکتا ہے)، چنانچہ مسلمانوں میں زندیقوں کی ایک ایسی جماعت ہوئی ہے جنہوں نے نبی بننے کی کوششیں کی ہیں (حالانکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے)۔ حاصل (واقعہ) یہ ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا ایک "فضل وانعام" ہے اور "خداداد عطیہ اور نعمت ہے" وہ جس کو یہ شرف بخشنا چاہتا ہے اسی کو اس سے نوازتا ہے اور نبی بناتا ہے نہ کوئی اپنے علمی کمال سے اس مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے نہ اپنی محنت اور کوشش وکاوش سے، اور نہ ہی ولایت کی استعداد وقابلیت سے کوئی اس کو پا سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت ومصلحت کے تحت) اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے ہیں اس نعمت کے ساتھ مخصوص فرما دیتے ہیں لہٰذا جو شخص نبوت کے "کسبی" ہونے کا مدعی ہے وہ "زندیق" ہے، اس کو قتل کر دینا فرض ہے، اس لئے کہ اس عقیدہ اور قول کا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہ ہونا چاہیے (اور رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء نہ تھے) اور یہ عقیدہ قرآن حکیم کی نص "وخاتم النبیین" سے بھی مخالف ہے اور "متواتر" حدیث کے بھی خلاف ہے کہ "آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں"۔ اسی لئے ماتن (صاحب عقیدہ سفارینی) نے "الی الاجل" (ایک مدت تک) کا اضافہ فرمایا ہے، یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہے،

علیم وحکیم پروردگار نے جس کو اس شرف سے نوازنا چاہا ایک مدت تک نوازا اور یہ سلسلہ نوع انسانی کے جد اول حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حبیب اللہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی بعثت پر ختم ہو گیا۔"

اس عقیدہ کی سزا: "صبح الاعشیٰ" میں ج ۱۳ ص ۳۰۵ پر لکھا ہے:

"یہ دونوں عقیدے ان عقائد باطلہ میں سے ہیں جن پر ان کی تکفیر کی گئی ہے، ایک یہ کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری اور باقی رہنے کے قائل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاتم النبیین ہونے کی خبر دے دی ہے، دوسرے یہ کہ نبوت اکتسابی ہے، کوشش وکاوش سے حاصل کی جا سکتی ہے، صلاح صفدی نے "لامیۃ العجم" کی شرح میں نقل کیا ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے عمارۃ یمنی نامی شاعر کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ وہ اس جماعت کا علمبردار تھا جو دولت فاطمیین کے زوال اور خاتمہ کے بعد دوبارہ اس کے احیاء کے لئے میدان میں آئی تھی، جس کی تفصیل اس سے پہلے "مقالہ ثانیہ" "ممالک مصر کی حکومتوں" کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے، اور اس جرم کے ثبوت میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے عمارۃ کے قصیدہ کے مذکورہ ذیل شعر پیش کئے تھے۔

وكان مبدأ هذا الدين من رجل

سعى فأصبح يدعى سيد الامم

ترجمہ: "اس دین کی ابتداء ایک ایسے شخص (محمد ﷺ) سے ہوئی جو اپنی ذاتی کوششوں اور کاوشوں سے سید الامم کہلانے لگا۔"

دیکھئے اس شعر میں عمارۃ نے کس بے باکی سے حضور ﷺ کی نبوت کو اکتسابی کہا ہے، استغفر اللہ۔

تکفیر کی دلیل ظنی بھی ہو سکتی ہے

یعنی جن دلائل کی بناء پر کسی شخص کو کافر کہا جائے، ان کا قطعی ہونا ضروری نہیں، بلکہ ظنی دلیل بھی کافی ہوتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے حالت جہاد میں کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے متعلق شک ہو تو ظن غالب سے فیصلہ کیا جاتا ہے، اسی طرح تکفیر کے مسئلہ میں بھی ظن سے فیصلہ کیا جائے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "التفرقۃ" میں ص: ۱۷ پر فرماتے ہیں:

"یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ کسی کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا علم ہر مقام پر قطعی دلیل سے ہونا ضروری ہے، بلکہ تکفیر (کسی کو کافر کہنا) بھی ایک حکم شرعی ہے، جس پر اس شخص کے مال کے مباح اور قتل کے روا ہونے (کا حکم دنیا میں) اور مخلد فی النار ہونے کا حکم (آخرت میں) مرتب ہوتا ہے، لہٰذا اس حکم کا ماخذ اور ثبوت بھی باقی تمام احکام شرعیہ کے مانند ہوگا، جو کبھی قطعی اور کبھی ظنی دلائل پر مبنی ہوتے

ہیں اور کبھی دلائل عقلیہ یعنی ظن غالب پر اور کبھی اس میں شک اور تردد بھی ہوتا ہے لہٰذا تکفیر میں جہاں شک و تردد ہوگا، وہاں کافر کہنے یا نہ کہنے میں توقف کرنا بہتر ہے (بہر حال ظنی دلائل تکفیر کا حکم لگانے کے لئے یقیناً کافی ہیں، ان کے موجود ہوتے "توقف" نہیں کیا جائے گا)۔"

تکفیر کا حکم قیاس پر بھی مبنی ہوسکتا ہے: امام غزالی رحمہ اللہ "التفرقہ" میں ص ۱۹ پر فرماتے ہیں:

"الیواقیت میں بھی اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے اور امام کردی کی "وجیز" سے نقل کیا ہے (کہ قیاس کی بناء پر تکفیر کی جاسکتی ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر بھی مثلاً "رقیت" (غلامی) اور "حریت" (آزادی) کی مانند ایک حکم شرعی ہے، (یعنی جس طرح ہم کسی شخص کے غلام یا آزاد ہونے کا فیصلہ قیاس سے کرسکتے ہیں، اسی طرح کسی شخص کے مسلمان یا کافر ہونے کا فیصلہ بھی قیاس سے کرسکتے ہیں) اس لئے کہ کسی شخص کو کافر کہنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں اس کی جان و مال مباح اور آخرت میں اس کے لئے ابدی جہنم ہے (اور یہ ایک حکم شرعی ہے) اس کو ذریعہ علم بھی شرعی ہونا چاہیے (دیگر احکام شرعیہ کی طرح یہ بھی) یا نص سے ثابت ہوگا یا (نص قطعی نہ ہونے کی صورت میں) کسی اور نص قطعی پر قیاس کیا جائے گا، "الیواقیت" میں (کردی کی طرح) خطابی سے بھی یہی منقول ہے۔"

جس تاویل سے دین کو نقصان پہنچتا ہو، اگرچہ اس کی گنجائش بھی ہو تب بھی مؤول کی تکفیر کی جائے گی امام موصوف نے "التفرقہ" میں ص: ۱۶ پر فرماتے ہیں:

"باقی جس تاویل سے دین کو ضرر پہنچے وہ محل اجتہاد اور محتاج غور و فکر ہے، اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر کہا جائے اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ کافر نہ کہا جائے، (یعنی اگر غور و فکر سے یہ ثابت ہو کہ اس سے یقیناً دین کو نقصان پہنچتا ہے تو تکفیر کی جائے گی ورنہ نہیں، گویا مدار تکفیر دین کو نقصان پہنچنے پر ہے، تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے)۔"

کبھی تاویل کے لئے وجہ جواز ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ بھی محل تردد اور محتاج غور و فکر بن جاتا ہے، ایسی صورت میں بھی ظن غالب سے فیصلہ کیا جائے گا

"التفرقہ" میں ص: ۲۹ پر فرماتے ہیں:

"پھر کچھ بعید نہیں کہ بعض مسائل میں تاویل اس قدر بعید (از فہم و قیاس) ہو کہ اس کے تاویل یا تکذیب ہونے میں شک اور تردد واقع ہو جائے اور غور و فکر کی ضرورت پیش آئے، ایسی صورت میں بھی گمان غالب اور مقتضائے اجتہاد سے فیصلہ کیا جائے گا، اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (

تکفیر کا) مسئلہ اجتہادی ہے۔"

ایک ہی بات کبھی موجب کفر ہوتی ہے، کبھی نہیں: حضرت مصنف قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں: بعض اوقات ایک ہی کلمہ ایک حالت میں موجب کفر ہوتا ہے اور ایک حالت میں موجب تکفیر نہیں ہوتا، اسی طرح ایک شخص کے لئے موجب کفر ہوتا ہے اور ایک کے لئے نہیں، مثلاً: "کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحب الدباء" (رسول اللہ ﷺ "کدو" پسند فرماتے تھے)، یہ حدیث سن کر ایک شخص (بطور تاسف) کہے "لا احب الدباء"۔ (مجھے کدو اچھا نہیں لگتا)، اور اس کا مقصد اپنی محرومی اور کم نصیبی کا اظہار ہو، یا صرف واقعہ کا اظہار ہو تو اس کہنے سے کچھ نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی حدیث سن کر (بطور کراہت و استحقار) گستاخی اور بے باکی کے انداز میں جیسے ایک برابر کا آدمی دوسرے برابر کے آدمی کے مقابلہ پر کہتا ہے، یہی کلمہ بلند آواز اور گستاخانہ لب و لہجہ میں کہے:

"انا لا احب الدباء"۔ (میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا) تو یہی کلمہ موجب کفر ہے۔ اور (توبہ نہ کرے تو) یہ شخص کافر ہے، ملا علی کی بہت سی جزئیات اسی اصول پر مبنی ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل ماخذوں کی مراجعت کیجئے

۱۔۔۔۔۔ "تحفہ اثنا عشریہ" مقدمہ ثانیہ باب التولی والتبری۔

۲:۔۔۔۔۔ علماء کلام و عقائد کی مسئلہ خلق قرآن میں متکلم اور غیر متکلم کے فرق کی بحث۔

۳:۔۔۔۔۔ علماء کلام و عقائد کی حرام قطعی کو حلال سمجھ لینے میں عالم اور جاہل کے فرق کی بحث۔

ان تمام ماخذوں کی بحث و تحقیق کا ماحصل یہی ہے کہ اختلاف حالات کے اعتبار سے احکام مختلف ہوتے ہیں، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے، جیسے کہ "شرح شفاء" میں ج:۲ ص:۳۸۳ پر مذکور ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی "بغیۃ المرتاد" میں ص ۳۳ پر یہی تحقیق بیان کی ہے "مواہب" نوع ثالث۔ مقصد سادس کی مراجعت کیجئے۔

تنبیہ

تکفیر کے لئے تکذیب ضروری نہیں: حضرت مصنف قدس اللہ سرہ ایک اہم نکتہ پر متنبہ فرماتے ہیں:

یاد رکھو! مسئلہ تکفیر پر بحث کرنے والے اکثر علماء نے کسی امر متواتر کے انکار یا تاویل کو تکذیب شارع (شارع علیہ السلام کو جھٹلانے) کا موجب اور مستلزم قرار دیا ہے، اور یہ (تکذیب) یقیناً کفر ہے،

العیاذ باللہ! لیکن مذکورہ ذیل مراجع سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تکفیر کا مدار تکذیب پر نہیں ہے، بلکہ کسی بھی "امر متواتر کا انکار، شارع علیہ السلام کی عملاً اور اعتقاداً اطاعت قبول نہ کرنے اور شریعت کو رد کرنے کے مترادف (اور مستقلاً موجب کفر) ہے، اگر شارع علیہ السلام کو جھوٹا نہ بھی کہے تب بھی یہ کھلا ہوا کفر ہے، جیسا کہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" میں ج: ۳، ص: ۲۹۲ پر اور طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کی تعریف کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ (مسئلہ تکفیر میں) تکذیب شارع کا مطلب شارع علیہ السلام کی اطاعت و انقیاد کو قبول نہ کرنا ہے، نہ کذب کی طرف منسوب کرنا، علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تلویح" میں یہی بیان فرمایا ہے۔

کفر کی ایک نئی قسم، محض خواہش نفس اور سرکشی کی بنا پر انکار کرنا:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "الصارم المسلول" میں ص: ۵۲۳ پر فرماتے ہیں۔

"کبھی انکار و تکذیب (عدم قبول) ان تمام امور کے یقینی علم کے بعد جن پر ایمان لانا ضروری ہے، محض سرکشی و سرتابی یا نفسانی اغراض کے اتباع پر مبنی ہوتا ہے اور یہ حقیقت میں کفر ہے، اس لئے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے متعلق وہ سب کچھ جانتا ہے جن کی خبر دی گئی ہے، اور دل میں ان تمام امور کی تصدیق بھی کرتا ہے، جن کی مومنین تصدیق کرتے ہیں، لیکن صرف اس وجہ سے کہ (احکام شرعیہ) اس کی اغراض و خواہشات کے موافق نہیں ہیں، ان کو ناپسند کرتا ہے، اور ان سے ناخوش اور ناراض ہے اور کہتا ہے کہ "میں تو ان کو نہیں مانتا اور نہ میں ان کا پابند ہوں، بلکہ میں تو اس حق کو بغض کی نظر سے دیکھتا ہوں اور نفرت کرتا ہوں۔" پس یہ کفر کی ایک نئی قسم ہے (کہ دل میں ایمان ہے اور زبان پر کفر) جو پہلی قسم سے مختلف ہے، اور اصول دین کے اعتبار سے اس کا کفر ہونا قطعی طور پر معلوم ہے، قرآن اس قسم کے معاندین و متکبرین کی تکفیر سے بھرا پڑا ہے، بلکہ ایسے کافروں کی سزا اور کافروں سے زیادہ سخت ہے۔"

"ما انزل اللہ" کے اقرار کے باوجود انسان کافر ہو جاتا ہے:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہی "الصارم المسلول" میں ص: ۵۱۳ پر فرماتے ہیں

"امام ابو یعقوب ابراہیم بن اسحاق حنظلی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کے امام ہیں فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یا اللہ کے رسول کو سب و شتم کیا، یا ما انزل اللہ (یعنی دین) کی کسی بھی چیز کو رد کیا، یا کسی بھی نبی کے قتل کا مرتکب ہوا، وہ قطعاً کافر ہے، اگرچہ "ما انزل اللہ" (دین و شریعت) کا

اقرار بھی کرتا ہو۔"

مسلمان ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں، عمل بھی ضروری ہے

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الایمان" میں ص: ۸۳ پر امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج (وغیرہ تمام ارکان دین) کا اقرار تو کرتا ہے، مگر مرتے دم تک ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کرتا (نہ صرف یہ) بلکہ ساری عمر قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھتا رہے، وہ بھی مسلمان ہے، جب تک صراحۃً انکار نہ کرے، جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ "ارکان دین کو عملاً ترک کرنے کے باوجود میں مومن ہوں، اس لئے کہ میں ان تمام فرائض اور استقبال قبلہ کا اقرار کرتا ہوں" (یعنی اس کا عقیدہ یہ ہو کہ مومن ہونے کے لئے صرف زبان سے اقرار کر لینا کافی ہے، عمل کرنا ضروری نہیں ہے)۔ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے یہ تن کر کہا کہ یہ تو کھلا ہوا کفر ہے، اور یہ حکم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء اسلام کے (فیصلے کے) خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین"

ترجمہ: ..."اور ان (کفار) کو تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صدق دل سے صرف اللہ کی عبادت کریں (مگر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس لئے جہنمی ہوئے)۔"

اس کے بعد امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سنا کہ جو شخص اس کا قائل ہو (کہ ایمان کے لئے صرف اقرار کافی ہے، عمل ضروری نہیں) وہ کافر ہے، اس لئے کہ اللہ کے حکم اور رسول کی شریعت کو اس نے رد کر دیا۔"

مصنف فرماتے ہیں تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی "شرح شفاء" میں ج: ۲، ص: ۳۸۲ پر بھی یہی مذکور ہے۔

تاویل کلام شارع علیہ السلام کی تنقیص کے مرادف ہے

مصنف مد ظلہ فرماتے ہیں ("ما جاء به الشارع" میں موول کا) تاویل کرنا، درحقیقت صاحب شریعت کی تحقیق (و بیان) میں غلطی نکالنے کے مرادف ہے، اور یہ کہ شارع علیہ السلام کی تحقیق غلطی (اور غلط) ہے، اور حقیقت حق وہ ہے جو موول کی (خود اس کی) تحقیق ہے۔

یہ (زعم) بلا شک و شبہ کھلا ہوا کفر ہے، اس لئے کہ جس شخص کا زعم یہ ہو کہ میں شریعت کے حقائق (اور اس کے اساسی اصول و اغراض) کو صاحب شریعت سے زیادہ سمجھتا ہوں، وہ یقیناً کافر ہے، اگرچہ شارع کی تکذیب (اعاذنا اللہ منہ) اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔

پس کسی بھی امر متواتر میں تاویل، جب تک کوئی قطعی اور یقینی دلیل اس کی صحت پر موجود نہ ہو، اس وقت تک العیاذ باللہ! صاحب شریعت کی تجہیل و تحمیق کے مرادف ہے، اور (گویا) جو خلل اور نقص (پناہ بخدا!) شارع سے رہ گیا ہے، اس کی اصلاح کے ہم متمنی ہے، بصرف اس عقیدہ کی بناء پر ہی سوول کی تکفیر کی جا سکتی ہے، کسی اور دلیل کی مطلق ضرورت نہیں ہے، یہ زعم بذات خود کفر ہے۔

اس لئے کہ وہ امر جس کی تاویل کی جا رہی ہے، اگر "متشابہات" یا "صفات الٰہیہ" میں سے ہے (جن کی حقیقت اور مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا) تو ظاہر ہے کہ صاحب شریعت کی تعبیر سے زیادہ جامع اور بہتر تعبیر کسی کی نہیں ہو سکتی (اس لئے شارع علیہ السلام صاحب وحی و الہام اور علم الاولین والآخرین کے مالک ہیں، بڑے سے بڑا صاحب کشف و الہام ولی بھی نبی ﷺ کے مقام علم تک نہیں پہنچ سکتا)، اور اگر وہ امر "متشابہات" میں سے نہیں ہے، تب بھی صاحب شریعت کی بیان کردہ مراد کو غلط کہنا کسی صورت میں بھی قابل برداشت اور درست نہیں ہو سکتا) اس لئے کہ شریعت کی مراد کو صاحب شریعت سے زیادہ اور کون سمجھ سکتا ہے؟) ہاں صرف ایک صورت ہے کہ کسی ایسے امر متشابہ کی مراد (جس کے بیان سے صاحب شریعت نے سکوت فرمایا ہے) بطور احتمال بیان کی جائے (تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے) مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، (اس لئے کہ اگر بیان مراد کی گنجائش ہوتی تو شارع سکوت نہ فرماتے) اس لئے اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کر دینے میں ہی عافیت ہے، باقی رہے وہ متواتر امور جن کی مراد بالکل واضح (اور بطور تواتر شارع سے منقول) ہے، ان کو ظاہری معنی سے ہٹا کر کوئی اور مراد بیان کرنا تو قطعاً کفر ہے، اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں:

فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون "(الانعام ۳۳)

ترجمہ..... "بے شک اے نبی! وہ کفار تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے، یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔"

مصنف علیہ رحمہ فرماتے ہیں: یہ (مسئلہ تکفیر پر ہماری کوشش و کاوش ہے) باقی اللہ اور اس کا رسول اس سے زیادہ جانتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا علم ہی زیادہ کامل اور محکم ہے، مناسب ہے کہ ہم اس بحث کا خاتمہ، خاتم المحدثین، شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ کے بیان پر کریں، حضرت شاہ صاحب کی تحقیق ان کے فطری ملکہ سے اور مشکوٰۃ نبوت سے نکلا ہوا ایک نور ہے۔

خاتمہ

شیخ المشائخ خاتم المحدثین

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ کی تحقیق انیق

مسئلہ تکفیر میں ایک تضاد اور اس کی تحقیق

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ "فتاویٰ عزیزیہ" میں ج:۱ ص:۲۲۳ پر فرماتے ہیں:

تضاد مسئلہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ "شرح عقائد" میں فرماتے ہیں

"علمائے اہل کلام کے ان دو اقوال کو جمع کرنا بہت دشوار ہے۔

۱..... اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہا جائے۔

۲..... جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو یا (آخرت میں بھی) اللہ تعالیٰ کی رویت (دیدار) کو محال کہتا ہو یا شیخین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتا یا ان پر لعنت بھیجتا ہو (اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو) اس کو ضرور کافر کہا جائے۔"

علامہ شمس الدین خیالی کی تحقیق:۔۔۔ محقق شمس الدین خیالی "حاشیہ شرح عقائد" میں فرماتے ہیں۔

"علماء اہل سنت کا یہ اصول کہ "صاحب قبلہ کو کافر نہ کہا جائے"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اجتہادی مسائل کے انکار پر (کسی اہل قبلہ کو) کافر نہ کہا جائے، اس لئے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے اس کی تکفیر میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہے، (ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے) علاوہ ازیں یہ اصول (کہ اہل قبلہ کافر نہ کہا جائے) صرف امام ابوالحسن اشعری اور ان کے بعض متبعین کا قول ہے، باقی تمام اشاعرہ شیخ اشعری سے اس اصول میں متفق نہیں، اور یہی وہ تمام اشاعرہ ہیں جو معتزلہ اور شیعہ کو ان کے بعض عقائد (جس کا اوپر تذکرہ آیا ہے) کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا ان ہر دو اقوال کو جمع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اس لئے کہ قول اول کے قائلین خود آپس میں متفق نہیں۔"

حضرت شاہ صاحب کا اس تحقیق پر اعتراض حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی خفا نہیں کہ علامہ خیالی کا جواب اول ایک "عام" اصول اور مسلمہ ضابطہ میں بغیر کسی دلیل کے "تخصیص" کرنے اور "مطلق" کو "مقید" بنانے کے مرادف ہے، اور دوسرا جواب اس پر

حق ہے کہ دونوں قولوں کے قائلین الگ الگ ہیں، حالانکہ (واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ) جو لوگ اس اصول کے قائل ہیں وہی عقیدہ خلق قرآن پر، سب و شتم پر، عالم کو قدیم ماننے پر، علم جزئیات سے انکار پر بھی تکفیر کرتے ہیں (لہٰذا تضاد موجود ہے اور جمع و تطبیق کی ضرورت باقی ہے)۔"

میر سید شریف کی تحقیق: میر سید شریف "شرح مواقف" میں فرماتے ہیں

"یاد رکھو اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا، یہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہا کی تحقیق ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، لیکن ہم جب گمراہ فرقوں کے عقائد کی چھان بین کرتے ہیں تو ان میں بہت سے ایسے عقائد ملتے ہیں جو قطعاً موجب کفر ہیں، مثلاً

۱... اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور معبود کے وجود یا کسی انسان میں اس کے "حلول" سے متعلق عقائد۔

۲... یا محمد ﷺ کی نبوت کے انکار یا آپ ﷺ کی توہین و ذم سے متعلق عقائد و اقوال۔

۳... یا محرمات شرعیہ کو حلال اور فرائض شرعیہ کو ساقط قرار دینا۔

(لہٰذا ہم شیخ اشعری اور فقہا کے اس اصول سے اتفاق نہیں کر سکتے، بلکہ اگر کوئی مسلمان فرقہ موجب کفر عقائد و اعمال و اقوال کو اختیار کرے گا تو ہم اس کو ضرور کافر کہیں گے، اگرچہ وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو)۔"

حضرت شاہ رحمہ اللہ کی تحقیق: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"(اہل قبلہ سے ہر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ) تحقیق یہ ہے کہ اس مذکورہ بالا مشہور معروف مقولہ میں "اہل قبلہ" سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں گویا قبلہ دین سے کنایہ ہے مراد دین کو ماننے والے لوگ ہیں، نہ کہ وہ شخص جو صرف قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں

"لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر ...... الخ

ترجمہ: نیکی اور دین داری صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی جانب منہ پھیر لو، بلکہ نیک اور دین دار وہ شخص ہے جو اللہ (کی ذات و صفات) پر یوم آخر (یعنی حیات بعد الموت اور جزائے اعمال) پر ایمان رکھتا ہو...... الخ۔"

ضروریات دین: لہٰذا جو شخص ضروریات دین کا انکار کرتا ہے وہ اہل قبلہ (اور مسلمان) رہتا ہی نہیں، اس لئے کہ متکلمین کے نزدیک ضروریات دین صرف تین (قسم کے امور) ہیں

۱... کتاب اللہ کی آیات کو مدلول (مصداق) بشرطیکہ وہ ایسی صریح النصوص ہوں جن میں کوئی تاویل ممکن نہیں، مثلاً ماؤں اور بیٹیوں کی حرمت (یعنی ان سے نکاح حرام ہونا)، شراب اور جوئے کی حرمت، یا اللہ تعالیٰ کے لئے علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ صفات کو ثابت کرنا (یعنی ماننا)، یا مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین (سب سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ) سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا عقیدہ اور یہ کہ ان کی تحقیر و توہین (کسی صورت میں بھی) جائز نہیں۔

۲...... لفظی اور معنوی ہی متواتر احادیث خواہ اعتقادیات سے متعلق ہوں، خواہ اعمال و احکام سے، وہ احکام خواہ فرض ہوں، خواہ نفل ہوں، مثلاً اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے محبت کا فرض ہونا، خواہ وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہوں، خواہ صاحبزادیاں، جمعہ، جماعت، اذان اور عیدین (وغیرہ شعائر دین) کو ماننا۔

۳...... وہ امور جن پر قطعی طور سے امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے مثلاً صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت (کے برحق ہونے) کا عقیدہ اور اس کے علاوہ امت کے باقی اجماعی عقائد و احکام۔

جو شخص ان امور کو نہیں مانتا، اس کا ایمان معتبر نہیں۔ فرماتے ہیں: اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کے عقائد اور احکام کا انکار کرتا ہے اس کا ایمان کتاب اللہ اور انبیاء پر بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ (مثلاً) قطعی اجماع کو غلط کہنا پوری امت کو گمراہ کہنے کے مترادف ہے اور (درج ذیل) قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ کا انکار ہے

(۱) "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ...... تم تو وہ بہترین امت ہو جس کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین. (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ...... جو کوئی ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے گا۔

(۳) لا تجتمع امتی علی الضلالۃ.

ترجمہ...... (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) کہ میری امت گمراہی پر مجتمع اور متفق نہیں ہوگی

شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث از روئے معنی متواتر ہے۔ لہٰذا اس قسم کے امور کا منکر اہل قبلہ مسلمان ہے ہی نہیں۔

ضروریات دین کی تعریف: چنانچہ بعض علماء نے ضروریات دین کی تعریف یہ کی ہے "وہ عقائد اور احکام جن کے دین ہونے کا علم مسلم اور غیر مسلم سب کو یکساں ہو۔"

اس تعریف کے متعلق حضرت مصنفؒ کی رائے: مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہماری نظر سے جو کتابیں گزری ہیں ان میں تو "ضروریات دین" کی تعریف یہ کی گئی ہے: "وہ عقائد و احکام جن کا علم ہر خاص و عام (عالم و جاہل) کو یکساں ہو۔"

شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے مقولہ کے متعلق شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مختصر یہ کہ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور فقہاء کا یہ قول "لا نکفر احدا من اهل القبلة" ایک مجمل (اور محتاج تفصیل) کلام ہے، یہ اپنے عموم پر بے شک باقی ہیں لیکن اہل قبلہ اور غیر اہل قبلہ کی تعیین و تمیز نہایت اہم تفصیل کو چاہتی ہے کہ اہل قبلہ کون ہے اور کون نہیں؟ (جس کا حاصل اور تحقیق وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے)

اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر جائز نہیں: فرماتے ہیں ہاں بعض فقہاء نے جو ایسے اجتہادی مسائل کے منکرین کی تکفیر کی ہے، جو ایک گروہ کے نزدیک مشہور و معروف ہیں اور ایک گروہ کے نزدیک نہیں مثلاً کسم میں رنگے ہوئے (گیروے رنگ کے) کپڑے پہننے کی حرمت وغیرہ یہ تکفیر نہایت رکیک ہے اور یہ طریقہ غلط مسلک ہے۔

ایک اور نظریہ: بعض فقہاء نے اصول اور فروع میں فرق کیا ہے، چنانچہ اصولی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر کہتے ہیں اور فروعی عقائد و احکام کے منکرین کو کافر نہیں کہتے۔

اس نظریہ کے متعلق شاہ صاحب کی رائے: شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"اگر ان حضرات کی مراد نفس اعمال ہیں (یعنی جو شخص اصولی عقائد و اعمال کا انکار کرے وہ اہل قبلہ نہیں ہے) تو ٹھیک ہے ہم اس نظریہ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اگر ان کی مراد ان اعمال کے فرض یا سنت وغیرہ ہونے کا اعتقاد ہے، (یعنی نفس اعمال کا انکار نہ کرے، مگر ان کے فرض یا سنت ہونے کا انکار کرے) تو ہم اس اصول اور فروع کے فرق کو نہیں مانتے اس لئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص مثلاً زکوۃ کے فرض ہونے، عہد کو پورا کرنے کے واجب ہونے، پنجگانہ نمازوں کے فرض اور اذان کے مسنون ہونے کا منکر ہو وہ یقیناً کافر ہے۔ ابتداء اسلام میں مانعین زکوۃ سے باتفاق صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ کرنا اس کا واضح ثبوت ہے (کہ جو شخص فرائض شرعیہ میں سے کسی بھی فرض کی فرضیت

کا انکار کرے) اگرچہ اصل عمل کا انکار نہ بھی کرے وہ کافر ہے)۔"

کفر تاویلی: فرماتے ہیں:

"ہاں بعض احکام میں کفر تاویلی معتبر ہوتا ہے (یعنی جو کسی تاویل کی بناء پر انکار کرتا ہے اس لئے اس کو کافر نہیں کہا جاتا) لیکن ایسے واضح اور روشن امور میں تاویل نہیں سنی جاتی، جیسا کہ مانعین زکوۃ کی تاویل نہیں سنی گئی جو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں "ان صلوتك سكن لهم۔" (بے شک آپ ﷺ کی نماز (دعا) ان کے لئے سکون کا موجب ہے)۔ (یعنی مانعین زکوۃ کہتے تھے جس طرح آپ ﷺ کی نماز (دعا) کا موجب سکون ہونا آپ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح: (خذ من اموالهم صدقة تطهرهم) کا حکم (آپ ﷺ ان کے مال میں سے صدقہ (زکوۃ) لیجئے، یہ صدقہ ان کے اموال کو پاک کر دے گا)۔ کا حکم بھی آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا، اسی طرح فرقہ "حروریہ" یعنی خوارج کی تاویل نہیں سنی گئی جو "ان الحكم الا لله۔" (حکم صرف اللہ کیلئے ہی ہے) کی بناء پر "تحکیم" کے باطل اور موجب کفر ہونے پر استدلال کرتے تھے (اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے تھے جنہوں نے حکم کی تجویز کو قبول کیا)۔

کن امور پر تکفیر نہ کرنی چاہئے: فرماتے ہیں،

"ہاں قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ، یا اللہ کی رویت کا انکار (محال سمجھ کر)، یا اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو بطور کلی تسلیم کر لینے کے بعد ہر ہر جزئی کے تفصیلی علم کا انکار، ایسے نظری اور استدلالی امور پر کسی کو کافر کہنے کا اقدام نہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ ان امور کے مخالفین قرآن و حدیث کی کسی صریح اور قطعی نص کا انکار نہیں کرتے (یعنی یہ امور ایسی واضح اور قطعی نصوص سے ثابت نہیں جن میں فی نفسہ تاویل کی گنجائش نہ ہو اور جس حد تک نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں اس کا اعتراف کرتے ہیں)۔"

ایک اعتراض اور اس کا جواب کفر اور ایمان میں تقابل عدم و ملکہ ہے: حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اگر یہ کہا جائے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں اور اہل قبلہ کا لفظ اس پر کیونکر دلالت کرتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کفر اور ایمان ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان میں تقابل "عدم و ملکہ" کا ہے اس لئے کہ "کفر" کے معنی ہیں عدم ایمان، اور جن دو چیزوں میں "عدم و ملکہ" کا تقابل ہوتا ہے ان کے درمیان مصداق کے اعتبار سے واسطہ (یعنی تیسری صورت) نہیں ہوتا، اگرچہ فی نفس الامر واسطہ

ممکن ہو۔ مثلاً نابینا اور بینا، کہ نابینا اس شخص کو کہتے ہیں جس کو بینا ہونا چاہئے مگر نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ جس مخلوق کو بینا ہونا چاہئے وہ دو حال سے باہر نہیں، بینا ہوگا یا نابینا، یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ بینا ہو نہ نابینا بلکہ تیسری حالت ہو، اسی طرح اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کو وہ شرعی مفہوم جو قرآن و حدیث اور تفسیر و عقائد و کلام کی کتابوں میں معتبر ہے، وہ یہی ہے کہ نبی ﷺ کی ان تمام امور دینیہ میں تصدیق کرنا جس کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ آپ ﷺ (بحیثیت رسول) ان کو لے کر آئے ہیں، اور ایسے شخص کا تصدیق کرنا جو اس تصدیق کا اہل ہو (یہ قید اس لئے کہ بچے، مجنوں عقل و خرد اور علم و معرفت سے عاری اور نااہل ہیں، اسی لئے نہ یہ ایمان کے مکلف (اہل) ہیں اور نہ ان کا ایمان معتبر ہے)

یہ "ایمان" کی تعریف ہوئی، اور "کفر" کے معنی ہیں کہ جو شخص اس تصدیق کا اہل ہو وہ ان امور شرعیہ میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق نہ کرے، جن کو وہ یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو لے کر دنیا میں آئے ہیں۔

فرماتے ہیں

"کفر کی یہ تعریف بعینہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے، کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا کفر ہے اور منکر کافر ہے (لہٰذا کسی بھی امر ضروری کے منکر کو مسلمان اور اہل قبلہ نہیں کہا جا سکتا)۔"

کفر کی چار قسمیں ۔۔۔ فرماتے ہیں:

"ہاں اس تصدیق نہ کرنے کے چار مرتبے (اور صورتیں) ہیں:

۱۔ "کفر جہل" (جہالت پر مبنی کفر) یعنی رسول اللہ ﷺ کے ان امور میں، جن کو لے کر آپ ﷺ کا دنیا میں آنا یقینی اور قطعی ہے، تکذیب اور (انکار) کرنا اس علم و یقین کے ساتھ کہ آپ ﷺ (اس منکر کے زعم کے مطابق) اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں، ابوجہل اور اس کے ہمنواؤں کا کفر اسی قسم کا ہے۔

۲۔ "کفر جحود و عناد" (عناد اور جحود (جان بوجھ کر نہ ماننے) پر مبنی کفر) یعنی یہ جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ اپنے دعووں میں بالکل سچے ہیں، پھر محض ضد اور عناد کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھوٹا کہنا، یہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم" (البقرۃ ۱۴۶، الانعام ۲۰)

ترجمہ..... "جن کو ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی (نبی برحق) پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں)۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

"وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلواً" (النمل ۱۴)

ترجمہ (ان اہل کتاب نے) محض ہٹ دھرمی اور تکبر کی بنا پر آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے نفسوں کو آپ ﷺ کی نبوت کا یقین حاصل ہے۔

فرماتے ہیں

ابلیس لعین کا کفر بھی اسی قسم کا ہے۔

۳۔ "کفر شبہ" (وہ کفر جو شبہ پر مبنی ہو) جیسے کہ اکثر منافقین کا کفر ہے (کہ ان کو آپ ﷺ کے نبی ہونے میں تردد تھا)

۴۔ "کفر تاویل" (وہ کفر جو غلط تاویل پر مبنی ہو) یعنی نبی ﷺ کے کلام کی وہ مراد بتانا جو آپ ﷺ کی مراد نہیں (جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اطیعوا اللہ" میں مرکز ملت مراد لینا) یا آپ ﷺ کے کلام کو تقیہ یا مصلحت کی رعایت پر محمول کرنا (جیسے شیعہ اور روافض ان احادیث کی تاویل کرتے ہیں جو افضلیت شیخین سے متعلق ہیں)۔"

نتیجہ بحث ۔۔۔ فرماتے ہیں

"چونکہ (نماز میں) قبلہ کی جانب رخ کرنا ایمان (اور مومنین) کی خصوصیات میں سے تھا، خواہ از روئے عقیدہ ((خاصہ شاملہ)) کہئے خواہ از روئے عمل "خاصہ غیر شاملہ" اس لئے حدیث نے اپنے اقوال میں اہل ایمان کو اہل قبلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ حدیث مندرجہ ذیل میں "مصلی" (نمازی) کہا مسلمان سے "نہیت عن قتل المصلین" (مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے) اس حدیث میں "مصلین" سے یقیناً مومنین مراد ہیں۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل نص صراحتاً بتلاتی ہے کہ اہل قبلہ وہی لوگ ہیں جو نبی ﷺ کی ان تمام امور میں تصدیق کرنے والے ہیں جن کا آپ ﷺ کا (بحیثیت پیغمبر) لے کر آنا یقینی طور پر معلوم ہے۔

"وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ" (البقرۃ ۲۱۷)

ترجمہ "اور اللہ کی راہ (دین) سے لوگوں کو روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہل حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا کفر ہے"

مصنف فرماتے ہیں کفر کی یہ چار قسمیں جو حضرت شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں "معالم التنزیل" وغیرہ کی تفاسیر میں بھی آیت کریمہ "ان الذین کفروا سواء علیہم

الخ" کے ذیل میں مذکور ہیں، نیز "نہایہ" ابن اثیر رحمہ اللہ میں ان کا ذکر موجود ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ایک استفتاء اور اس کا جواب: "رکیک تاویلات کرنے والے کا حکم"

"فتاویٰ عزیزی" میں ج ۱ ص: ۱۵۶ پر فرماتے ہیں۔

سوال: زید حدیث شریف کے حق میں ایسی رکیک اور بے سروپا تاویلات کرتا ہے جن سے حدیث کا انکار لازم آجاتا ہے، فقہی احکام کی رو سے زید پر کیا گناہ لازم آتا ہے؟ بیان فرمائیں۔

جواب: قرآن وحدیث کی تفسیر اور معنی بیان کرنے کے لئے سب سے پہلے علم صرف ونحو ولغت و اشتقاق معانی وبیان اور علم فقہ، اصول فقہ، عقائد وکلام، نیز احادیث وآثار وتاریخ وسیرت کا علم حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان علوم کو حاصل کئے بغیر قرآن وحدیث کے معنی بیان کرنے کی جرأت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ہر صاحب مذہب قرآن وحدیث سے ہی (اپنے مسلک کی حقانیت پر) استدلال کرتا ہے اور اپنے مخالفین کے شبہات (واعتراضات) کا جواب دینے کے لئے تاویل پر مجبور ہوتا ہے، اور قرآن وحدیث میں اپنے مذہب کے موافق تاویل کو حق سمجھتا ہے (کہ جو مطلب قرآن وحدیث کا میں نے سمجھا ہے وہی صحیح ہے) اور اپنے مذہب کے خلاف معنی کو باطل سمجھتا ہے (ایسی صورت میں) حق وباطل کی معرفت کا معیار "صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ تعلیم کے وقت حالی اور مقالی قرائن کی مدد سے جو کچھ سمجھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحۃً تغلیط نہیں فرمائی، وہ تو حق ہے اور واجب القبول۔

لہٰذا یہ رکیک تاویلات کرنے والا اگر پہلے فریق سے ہے (یعنی علوم ضروریہ کی تعلیم سے کورا اور ناواقف ہے) تو اس کے حق میں تو (احادیث میں) شدید وعید آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"من فسر القرآن برایه فلیتبوء مقعده من النار"

(اتحاف ج ۲ ص ...، عمدۃ ... دار الفکر بیروت، ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹ ابواب التفسیر)

ترجمہ: "جس شخص نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اس کو چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالے"

اس معاملہ (بیان مراد) میں قرآن وحدیث کا حکم ایک ہے، اس لئے کہ انہی دونوں پر دین کی بنیاد قائم ہے، علاوہ ازیں عربی زبان میں حقیقت بھی ہے، مجاز بھی، ظاہر بھی ہے اور مؤول بھی، ناسخ بھی اور منسوخ بھی (تو ایک جاہل انسان کس طرح ان میں سے کسی ایک کو متعین کرسکتا ہے؟ اور اس کا فیصلہ اور سمجھ کیسے معتبر ہوسکتی ہے؟۔

اور اگر یہ تاویل کرنے والا دوسرے فریق میں سے ہے (یعنی علوم مذکورہ کا عالم ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے بیان کردہ معنی اور مراد کے خلاف کوئی اور معنی ومراد بتلاتا ہے) تو یہ شخص "مبتدع" ہے لہٰذا اس کی بدعت (تاویل) پر غور کرنا پڑے گا، اگر قطعی دلائل یعنی متواتر نصوص اور قطعی اجماع کے خلاف تاویل کرتا ہے تو اس کو کافر سمجھنا چاہئے اور اگر ظنی یعنی قریب بہ یقین دلائل کا خلاف کرتا ہے، مثلاً حدیث مشہور اور اجماع عرفی کا مخالف ہے تو اس کو فاسق اور گمراہ کہا جاسکتا ہے کافر نہیں، اور اگر اختلاف کرنے والا ان دونوں فریقوں میں سے نہیں ہے تو اس کے اختلاف کو "اختلاف امتی رحمۃ" کے قبیل سے سمجھنا چاہئے۔

لیکن ان تینوں مرتبوں اور فریقوں میں فرق وامتیاز کرنے کے لئے بہت بڑے وسیع علم کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ یہ رکیک تاویلات کرنے والا شخص زید جاہلوں اور نادانوں کے فریق میں سے ہے، لہٰذا اس کو "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے سلسلہ میں جو زجر ووعید اور جہنمی ہونے کا استحقاق احادیث میں وارد ہوا ہے اس سے آگاہ کرکے اس برے کام سے باز رکھنا چاہئے، اور عوام الناس کو سخت تاکید کردینی چاہئے کہ اس شخص سے گفتگو نہ کریں اور نہ اس کی بات سنیں۔ اور اگر یہ دوسرے فرقے (مبتدعہ) میں سے ہے اور اس کا مذہب معلوم ہے، مثلاً وہ رافضی، خارجی، یا معتزلی ہے یا فرق مجسمہ سے تعلق رکھتا ہے تو علماء المسلمین پر اس کے مذہب ومسلک کی حقیقت کو ظاہر کردینا چاہئے (تاکہ لوگ اس کے پاس نہ جائیں اور اس کی بات نہ سنیں) اور اگر وہ اپنے گمراہ عقائد کو مسلک اہل حق کے لباس میں پیش کرتا ہے اور چھپاتا ہے تو اس کی تاویلات وتوجیہات کو ہمارے پاس لکھ کر بھیج دیں، تاکہ ہم اس کا حکم لکھ کر روانہ کردیں"۔

والسلام!

مسجدوں سے ملحدوں کا اخراج اور داخل ہونے کی ممانعت

حدیث سے ثبوت مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تفسیر "روح المعانی" وغیرہ میں آیت کریمہ "سنعذبهم مرتين" کی تفسیر کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مذکور ہے، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اس کی تخریج کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اسی اثنا میں آپ ﷺ نے فرمایا: "اے فلاں! تو کھڑا ہو تو منافق ہے، ابھی مسجد سے نکل جا، اے فلاں! تو کھڑا ہو تو بھی منافق ہے، ابھی مسجد سے نکل جا۔" غرض آپ ﷺ نے ایک ایک منافق کا نام لے کر مسجد سے نکال دیا اور علی الاعلان رسوا فرمایا۔"

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"اس روز حضور علیہ السلام نے منبر پر کھڑے کھڑے ۳۶ منافقوں کو نام بنام کھڑا کر کے مسجد سے نکال دیا۔●"

تفسیر "ابن کثیر" میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے "سیرت" میں ان منافقوں کا نام بنام اس طرح ذکر کیا ہے کہ تمام مجرم الگ اور ممتاز ہو گئے اور نام گنانے کے بعد ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ "یہ منافق مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے اور مسلمانوں کی باتیں سنا کرتے تھے (اور تمسخر کرتے تھے) نیز مسلمانوں کا اور ان کے دین کا (آپس میں) مذاق اڑایا کرتے تھے، چنانچہ ایک دن اس گروہ کے چند آدمی مسجد نبوی میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا یہ لوگ سر سے سر ملائے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں، اس پر حضور ﷺ نے ان کو مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ بڑی سختی کے ساتھ یہ لوگ مسجد سے نکال دیئے گئے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہی نہیں بلکہ اس شخص (ذو الخویصرہ) کے لئے تو نماز کی حالت میں قتل کر دینے کا حکم بھی ثابت ہے جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا "یہ اور اس کے ساتھی قرآن تو

● [illegible]

پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے حلقوم سے آگے نہیں بڑھتا، یہ لوگ دین سے غیر محسوس طریق پر نکل جائیں گے" (مگر وہ شخص اتفاق سے کہیں غائب ہو گیا اس لئے بچ گیا) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند احمد" ج ۳ ص ۱۵ پر اس روایت کی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں ج ۱۲ ص ۲۶۵ پر فرماتے ہیں:

"اس روایت کی سند بہت عمدہ ہے، اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی مؤید ہے، جس کی تخریج ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں کی ہے، اس کے راوی بھی سب ثقہ ہیں۔"

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بلکہ "کنز العمال" ج ۵ ص ۲۹۸ اور "مستدرک حاکم" ج ۳ ص ۴۵ میں ابن ابی سرح وغیرہ کو تو مسجد حرام میں بھی قتل کر دینے کا حکم وارد ہے۔ یہ ابن ابی السرح مردود کہا کرتا تھا کہ "اگر محمد (ﷺ) کے پاس وحی آتی ہے تو میرے پاس بھی ضرور وحی آتی ہے۔●"

قرآن سے ثبوت: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں● قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد

● حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ [illegible] "شرح مواہب" [illegible]

● [illegible] "ومن اظلم ممن منع مساجد الله" [illegible] "ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحي الي ولم يوح اليه شيء" [illegible]

[illegible] "انما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر" [illegible]

فرماتے ہیں:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖۚ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ (سورۃ التوبہ ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: ''مشرکوں کو اپنے خلاف کفر کی شہادت دیتے ہوئے اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں ۔۔۔ اللہ کی مسجدوں کو تو صرف وہی لوگ آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ۔۔۔ الخ''

فرماتے ہیں: اور اگر بالفرض یہ کوئی مسجد تعمیر کرتے بھی تو وہ شرعاً مسجد نہ ہوتی (جیسے مسجد ''ضرار'' کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھا دی گئی اس لئے کہ وہ مسجد نہ تھی)

جو مستحق تکفیر ہے اس کا حکم مرتد کا سا ہے: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''تنویر الابصار'' میں ''ذمیوں کی وصیتوں'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''گمراہ فرقہ کا کوئی آدمی اگر اپنی گمراہی کی بنا پر تکفیر کا مستحق نہیں ہے تو وصیت کے بارے میں اس کا حکم مسلمان کا سا ہے، اور اگر تکفیر کا مستحق ہے تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے (کہ اس کا کوئی تصرف معتبر نہیں ہوتا)۔''

خلاصہ کتاب

تصنیف رسالہ ہذا کا مقصد: مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: یہ رسالہ مذکورہ ذیل احکام شرعیہ کو ثابت کرنے کیلئے لکھا گیا ہے:

۱: ۔۔۔ ضروریات دین (دین کے قطعی اور یقینی عقائد و احکام) میں کوئی تصرف، تاویل اور ان کی جو مراد اب تک امت نے سمجھی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور مراد، مثلاً، اور ان کی جو کلی صورت تواتر سے ثابت ہے، اس سے نکال دینا، سب کفر کا موجب ہے، اس لئے کہ وہ لفظی یا معنوی متواتر نص جس کے معنی اور مراد کھلی ہوئی اور واضح ہو (جس طرح کے الفاظ اور معنی متواتر ہوتے ہیں ایسے ہی) اس کی

مراد بھی متواتر ہوتی ہے، لہٰذا اس مراد میں کوئی بھی تبدیلی کرنا (اور مراد و بدلنا) شریعت سے یقینی امر کو رد کرنے کے مترادف اور کھلا ہوا کفر ہے) اگرچہ مئوول (براہ راست) صاحب شریعت کی تکذیب یا اس کا ارادہ بھی نہ کرے۔

۲ ۔۔۔ اور یہ کہ اس شخص کا حکم یہ ہے کہ (یہ کافر ہو گیا) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ نہ کرے تو کفر کا حکم لگا دیا جائے، اسلامی حکومت ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے)۔

ایک زعم باطل کی تردید: بعض علماء کا خیال ہے کہ (مخطی تاویل کے لئے کہنا کافی نہیں ہے، بلکہ اس حد تک سمجھانا ضروری ہے کہ) اس کے دل میں یقین ڈال دیا جائے اور کلی طور پر اس کو مطمئن کر دیا جائے، اس کے بعد بھی اگر وہ اپنا عناد اختیار کرے تب کفر کا حکم لگایا جائے ورنہ نہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خیال قطعاً باطل ہے، اس لئے کہ اس نظریہ کے مطابق تو دین کی کوئی مستحکم اور غیر متبدل حقیقت ہی باقی نہیں رہتی، بلکہ دین محض انسانی رائے اور خیال کے تابع ہو کر رہ جاتا ہے اور نظر و فکر ہی دین کا مدار بن جاتے ہیں (گویا جس زمانہ کے لوگ اپنی رائے اور قیاس کے مطابق جس کو دین قرار دے دیں گے بس وہی دین ہو گا) اور یہ قطعاً باطل اور غلط ہے، بلکہ ''ضروریات دین'' کا علی حالہا برحق ہونا ایک طے شدہ حقیقت اور ابہام و تشکیک سے بالاتر ہے (کسی کے باور کرنے نہ کرنے پر قطعاً موقوف نہیں) جو ان پر (بے چون و چرا) ایمان لے آئے اور ان کو حق مان لے وہ اللہ کے دین کا متبع اور مومن ہے اور جو ان کا انکار کرے اور نہ مانے (خواہ کسی بھی وجہ سے نہ مانے) وہ کافر ہے، خواہ کفر کا قصد کرے یا نہ کرے، (جیسا کہ آیت کریمہ: الراسخون فی العلم یقولون ۔۔۔ الخ'' اس پر دال ہے کہ ''سمجھ میں آنے نہ آنے'' پر ایمان کا مدار نہیں ہے) صرف اجتہادی (اور اختلافی) مسائل میں رائے و قیاس (اور نظر و فکر) پر مدار ہوتا ہے (کہ ہر لائق اجتہاد عالم دین اپنی سمجھ اور رائے کے مطابق نصوص شرعی کی جو مراد اور معنی متعین کرتا ہے اس کو مانتا ہے اور اختیار کرتا ہے)

اور ''ضروریات دین'' کے باب میں تو جیسے حقائق اشیاء کے منکر ''عنادیہ'' اور ''عندیہ'' کہلاتے ہیں اور ان میں شک اور تردد کرنے والے ''لا ادریہ'' اور ''شاکہ'' کہلاتے ہیں، ایسے ہی ''ضروریات دین'' کے منکرین ''معاندین'' اور ''ملحدین'' کہلاتے ہیں، اور ان میں شک و تردد کرنے والے ''مترددین'' اور ''منافقین'' کہلاتے ہیں، اور سب کافر ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ، جہل عذر نہیں ہے: فرماتے ہیں اور جن علماء نے کلمہ کفر سے نا واقفیت (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) کو عذر قرار دیا ہے، ان کی مراد و نیت

دین کے علاوہ دوسرے امور شرعیہ ہیں (مثلاً مسائل اختلافیہ یا نظریہ) کہ ان میں ناواقفیت کی صورت میں منکر کو کافر نہیں کہا جا سکتا) جیسا کہ "امر ثالث" کے ذیل میں ہم "فتح الباری" کی عبارتوں کے فوائد کے سلسلہ میں اس پر متنبہ کر چکے ہیں، اسی طرح "الاشباہ والنظائر" اور اس کے حاشیہ کی نقول کے ذیل میں بھی اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ان تصریحات کے علاوہ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں فرماتے ہیں:

"وجوہ کفر میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی زبان سے کلمہ کفر کہتا ہے اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، مگر وہ کہتا ہے اپنے قصد و اختیار اور مرضی سے (کسی کے دباؤ یا جبر سے نہیں کہتا) تو جمہور علماء کے نزدیک یہ شخص کافر ہے اور ناواقفیت کی بناء پر اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا صرف بعض علماء اس کے مخالف ہیں (اور وہ اس شخص کو "معذور" سمجھتے ہیں اور کافر نہیں کہتے)"

"مجمع الانہر" میں "البحر الرائق" پر استدراک (تعقیب) کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن "درر" میں تصریح کی ہے کہ زبان سے کلمہ کفر کہنے والا اگر اپنے اختیار اور مرضی سے کہتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک وہ کافر ہے، اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ ہو (کہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے) یا اس بات کو نہ جانتا ہو (کہ یہ کلمہ کفر ہے) اور ناواقفیت کی وجہ سے اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ صاحب "درر" نے اس قول کو "محیط" کے باب "الکراہیۃ" اور باب "الاستحسان" کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"اور یہ اختلاف (کہ ناواقفیت عذر ہے یا نہیں؟) ضروریات دین کے علاوہ دیگر امور (اجتہادیہ) میں ہے، ضروریات دین میں تو کلمہ کفر کہنے والے کا حکم صرف یہ ہے کہ (وہ کافر ہے) اس سے توبہ کرائی جائے (اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ کافر قرار دے دیا جائے) باقی یہ (کلمہ کفر کہنے والی اگر) عورت ہو تو اس سے صرف توبہ کرائی جائے گی۔"

مرتد مرد و عورت کا حکم:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

"معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا جو مرد اسلام سے پھر جائے (اول) اس کو اسلام لانے کی دعوت دینا، اگر وہ باز آ جائے (اور از سر نو مسلمان ہو جائے) تو فبہا ورنہ اس کی گردن مار دو، اسی طرح جو عورت اسلام سے پھر جائے اس کو بھی اسلام لانے کی دعوت دو، اگر اسلام لے آئے تو فبہا ورنہ اس کو بھی قتل کر دو۔"

حافظ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند "حسن" (اچھی) ہے۔

حافظ جمال الدین زیلعی نے بھی اس حدیث کو تخریج ہدایہ (نصب الرایہ) میں مسئلہ ثانیہ کے تحت "معجم طبرانی" کے حوالے سے نقل کیا ہے، مگر اس میں (مرتد عورت سے) صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں ہے)۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرتد عورت کے بارے میں احناف کا مذہب یہی ہے (کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے) الا یہ کہ مذکورۃ الصدر حدیث (جس میں مرتد عورت کے قتل کا حکم ہے) کا مصداق سب و شتم کرنے والی عورت کو قرار دیا جائے، اس لئے کہ "در مختار" باب "جزیہ" کے آخر میں امام محمد سے سب و شتم کرنے والی عورت کو قتل کر دینے کی صریح روایت موجود ہے، (لہٰذا معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی پر محمول کیا جائے) صاحب "در مختار" بحوالہ "ذخیرہ" نقل کرتے ہیں کہ امام محمد نے سب و شتم کرنے والی عورت کے قتل کر دینے پر عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے (اسی حدیث میں آتا ہے) کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کے متعلق سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (گالیاں دے کر اور) ایذا پہنچاتی ہے تو ایک دن رات کو (موقع پا کر) اسے قتل کر ڈالا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر رضی اللہ عنہ کی (غیرت ایمانی کی) تعریف فرمائی۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس روایت اور استدلال کو یاد رکھنا چاہئے (بہت کارآمد ہے) زیلعی کی طرح "کنز" میں ج ۳ ص ۱۹۱ پر بھی مذکور ہے، چنانچہ مصنف "کنز" ج ۳ ص ۱۹۱ پر الشافی شرح کے حوالے سے قابوس بن مخارق کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مسلمانوں کے بارے میں لکھا کہ "یہ زندیق ہو گئے ہیں" (الی آخرہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ "جو دو آدمی زندیق ہو گئے ہیں، اگر وہ توبہ کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کر دو۔" حافظ زیلعی رحمہ اللہ نے بھی "تخریج" میں باب "مسوت الکاتب او بجزء" کے ذیل میں مذکورہ بالا روایت کی تخریج کی ہے، مگر اس میں صرف توبہ کرانے کا ذکر ہے (قتل کا ذکر نہیں)

مصنف رحمہ اللہ (تمام مذکورہ بالا روایات کو سامنے رکھ کر) فرماتے ہیں انسان کی قدرت میں تو یہی ہے (کہ توبہ کرا لے) ایمان دل میں ڈال دینا اور مطمئن کر دینا تو خدا کا کام ہے، لہٰذا مذکورہ علماء کا نظریہ "ثلج صدر" صحیح نہیں، کیونکہ یہ انسانی قدرت سے باہر ہے)

دلوں میں ایمان ڈالنا اللہ کا کام ہے، ہم تو صرف توبہ کرانے کے مامور ہیں

حضرت مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں "صحیح بخاری" ج ۱ ص ۱۸ کتاب العلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ:

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس ہدایت (دین) اور علم کو دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے، وہ اس موسلادھار بارش کی مانند ہے جو کسی خطہ زمین پر برسی تو جو عمدہ اور صاف ستھری (زرخیز) زمین تھی انہوں نے تو پانی کو اچھی طرح جذب کرلیا اور ان میں خوب گھاس پھوس اور سبزہ پیدا ہوا اور کچھ بنجر زمینیں تھیں، انہوں نے پانی اپنے اندر روک لیا (اور ان سے تالاب حوض وغیرہ پانی سے بھر گئے) اور لوگوں نے خود بھی پیا، مویشیوں کو بھی پلایا اور کھیتیوں کو بھی ان سے سیراب کیا اور کچھ چٹیل میدان تھے (نہ انہوں نے خود پانی جذب کیا کہ روئیدگی ہوتی اور نہ ہی ان میں پانی ٹھہرا کہ مخلوق اس سے سیراب ہوتی)۔" آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا " یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ کے دین کی سمجھ اور فہم و فراست حاصل کرلی اور میری آوردہ تعلیمات نے اس کو نفع پہنچایا، چنانچہ اس نے خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی علم دین سکھلایا، اور تیسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس علم دین کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جو میں لے کر آیا ہوں۔"

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں، دیکھئے اس حدیث میں دین و ایمان یا کفر و عناد کا دارومدار قبول کرنے یا نہ کرنے پر رکھا ہے، جو اپنی اپنی فطرت کے مطابق انسانوں کا اپنا اختیاری فعل ہے، نہ کہ دلوں میں ایسا ایمان و یقین پیدا کر دینے پر کہ جس کے بعد بس جحود و عناد کا مرتبہ ہی رہ جائے۔ اسی لئے بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اس دعوت و تبلیغ کے بعد بھی اعراض و انکار کرنا بھی ہٹ دھرمی اور ضد (جحود و عناد) ہے، خواہ منکر کا قصد عناد ہو یا نہ ہو، (یعنی دعوت تبلیغ حق کے بعد اعراض و انکار کرنا ہی جحود و عناد ہے)۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں سعدی شیرازی رحمہ اللہ کا یہ شعر اسی حدیث کی تمثیل پر مبنی ہے،

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ترجمہ: " وہ بارش جس کی طبعی لطافت اور خوبی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اسی بارش سے باغ و راغ میں لالہ و گل اگتے ہیں اور شور و بنجر زمین میں خاشاک اور جھاڑیاں۔"

(جیسے یہ مٹیوں کی سرشت کا فرق ہے، ایسا ہی فرق کافر و مومن کی فطرت میں موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے "يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا" میں اسی فرق کو واضح فرمایا ہے)

شیخ ابن ہمام "تحریر الاصول" میں منکر رسالت کے بارے میں فرماتے ہیں:

" ثبوت نبوت کے متواتر دلائل کے بعد رسالت کا انکار کرنے والے سے کسی مناظرہ کی ضرورت نہیں، مقصود یہ ہے کہ تم اس کو قتل کر دیئے جانے کا حکم سنا دو"

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مختصر یہ ہے کہ تبلیغ حق سے زیادہ وہم پر ادراک تو لازم نہیں، جیسا کہ کافروں سے جہاد کے وقت صرف اسلام کی دعوت کافی ہے۔

توبہ کس سے کرائی جائے؟ اور کس سے نہیں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

فرماتے ہیں: اور یہ مسئلہ تو تمام ائمہ دین سے متفق طور پر منقول ہے، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الصارم المسلول" میں فرماتے ہیں:

" اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے (کہ مرتد سے توبہ کے لئے کہنا بھی ضروری نہیں) ابو ادریس کی مذکورہ ذیل روایت کافی ہے،

ابو ادریس خولانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے چند ایسے زندیق لوگ پیش کئے گئے جو اسلام سے پھر گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا (کہ کیا واقعی تم لوگ دین سے پھر گئے ہو؟) انہوں نے (ارتکاب جرم سے) صاف انکار کر دیا، تب (استغاثہ کی جانب سے) ان کے خلاف ثقہ اور عادل گواہ پیش کئے گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ان گواہوں کی شہادت کی بناء پر) ان کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور ان سے توبہ نہیں کرائی (اس لئے کہ وہ پہلے ہی جھوٹا انکار کر چکے تھے، ایسے ہی جھوٹی توبہ بھی کر لیتے) ابو ادریس خولانی کہتے ہیں، کہ ایک نصرانی کو بھی پیش کیا گیا جو مسلمان ہو چکا تھا اور پھر اسلام سے پھر گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی دریافت کیا (کہ کیا تو اسلام سے پھر گیا ہے؟) اس نے جو جرم (ارتداد) اس سے سرزد ہوا تھا اس کا اقرار کرلیا تو آپ نے اسے توبہ کے لئے کہا، (اس نے توبہ کرلی) تو اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے تو اس نصرانی سے توبہ کرائی اور ان زندیقوں سے توبہ نہیں کرائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس نصرانی نے تو اپنے جرم کا اقرار کرلیا (اس لئے میں نے اس کی توبہ بھی قبول کرلی کہ وہ سچا ہے) اور ان لوگوں نے اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا، بلکہ صاف انکار کر دیا (وہ جھوٹے ہوئے) یہاں تک کہ ان کے خلاف عادل گواہ پیش ہوئے (اور ان کی شہادت سے ان کا جرم اور جھوٹ ثابت ہو گیا) اسی لئے میں نے ان سے توبہ نہیں کرائی (کہ یہ بحیثیت مجرم جھوٹے ثابت ہو چکے، ان کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور انہیں ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ سے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا جو نصرانی ہو گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے نصرانیت سے توبہ کرنے کے لئے فرمایا، اس نے تو۔

کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ایک دوسرے شخص کو پیش کیا گیا جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ زندیق اور بے دین تھے اور ان کے زندیق ہونے پر دو گواہ قائم ہو چکے تھے مگر انہوں نے اس جرم (زندقہ) کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا دین تو صرف اسلام ہی ہے (مگر یہ جھوٹ تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا (اور ان سے توبہ کے لئے نہیں کہا) اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لئے کیوں کہا؟ (اور زندیقوں سے کیوں نہیں کہا؟) میں نے اس نصرانی سے توبہ کے لئے اس لئے کہا کہ اس نے اپنا دین صاف ظاہر کر دیا (اور جھوٹ نہیں بولا) اس کے برعکس یہ زندیق جن کے خلاف دو گواہ قائم ہو چکے تھے (اور ان کا جرم ثابت ہو چکا تھا پھر انہوں نے مجھ سے جھوٹ بولا (اور ارتکاب جرم سے صاف انکار کر دیا) اس لئے میں نے "بینہ" (شرعی گواہ) قائم ہو جانے کے باوجود انکار جرم کرنے پر ان کو قتل کیا ہے۔"

مصنف علیہ الرحمۃ اللہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ جو زندیق اپنے زندقہ کو چھپائے گا اور ارتکاب جرم سے انکار کرے گا اور اس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں گے اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کے لئے بھی نہیں کہا جائے گا (اس لئے کہ وہ مرتد عام مردود القول ہو چکا اس کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں)۔

ایک جاہلانہ اعتراض کا جواب، مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: اگر کوئی جاہل معترض یہ کہے کہ کسی منکر کو مسکت دلائل سے عاجز کئے بغیر قتل کر دینا عدل پروردگار کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہے تو مسکت دلائل سے عاجز کر دینے کے بعد بھی قتل کرنا عدل کے منافی ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس کو ہدایت اور قبول حق کی توفیق دیئے بغیر قتل کرنا بھی تو عدل پروردگار کے منافی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں ان سے خدا کی پناہ مانگنی چاہئے اور "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھنا چاہئے۔

اس رسالہ کی تالیف کا مقصد تو مذکورہ بالا ہی تھا، مگر اس مسئلہ "تاویل" پر بحث کے دوران بہت سی مفید نقول اور حوالے بیان ہو گئے ہیں، جو اہم ترین فوائد سے خالی نہیں، مثل مشہور ہے "بات سے بات نکل آتی ہے۔" اس لئے اور بھی مناسب و متعلقہ امور بیان کر دیئے گئے ہیں جو ان شاء اللہ ناظرین کے کام آئیں گے۔

آخری تنبیہ: فرماتے ہیں: بہر حال سن لیجئے! جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا دین کے خلاف ہے، اسی طرح کسی کافر کو مسلمان کہنا اور اس کے کفر سے چشم پوشی کرنا بھی دین کے خلاف ہے، یہی اعتدال کی راہ ہے (مسلمان کو مسلمان کہئے اور کافر کو کافر) اس زمانہ میں عام طور پر لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں (ایک طرف اچھے بھلے مسلمان کو کافر بنانے میں مصروف ہیں دوسری طرف کھلے ہوئے کافروں کو مسلمان کہنے اور ان کو سینے سے لگانے میں منہمک ہیں) بے شک حق کہا ہے جس نے کہا ہے: "جاہل یا حد افراط پر جا پہنچتا ہے یا حد تفریط میں گر پڑتا ہے۔"

خاتمہ

حضرت مصنف نوراللہ مرقدہ حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"یہ مضمون ختم اور رسالہ تمام ہوا، اس رسالہ کی تحریر سے مقصد صرف اہل علم سے مؤلف کے حق میں حسن انجام اور خاتمہ بالخیر کی دعوات صالحہ حاصل کرنا ہے اور بس۔

میں ہوں احقر محمد انور شاہ، ابن معظم شاہ، ابن الشاہ عبد الکبیر، ابن الشاہ عبد الخالق، ابن الشاہ محمد اکبر، ابن الشاہ حیدر، ابن الشاہ محمد عارف، ابن الشاہ علی، ابن الشیخ عبد اللہ، ابن الشیخ مسعود نروری الکشمیری۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائیں۔"

شیخ نروری کے فرزند جمیل کے قلمی مکتوبات میں لکھا ہے کہ

"ان کے والد بزرگوار بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے، اول ملتان ٹھہرے، اس کے بعد لاہور منتقل ہو گئے، اور لاہور سے کشمیر آ کر آباد ہو گئے، واللہ اعلم۔"

۱۳۲۳ھ کے صرف چند دنوں میں اس رسالہ کی تالیف وتبییض سے فراغت ہوئی۔

فہرست کتب حوالہ

"اکفار الملحدین"

مع اسماء مصنفین وسنین وفات

الف

الاتحاف: علامہ زبیدی (۱۲۰۵ھ)

الاتقان: علامہ سیوطیؒ (۹۱۱ھ)

احکام القرآن: قاضی ابوبکر ابن عربی (۳۴۳ھ-۵۴۳ھ)

الاحکام: علامہ آمدی (۶۳۱ھ)

احکام القرآن: قاضی ابوبکر جصاص (۳۷۰ھ)

ازالۃ الخفاء: شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۷۶ھ)

الاسماء والصفات: علامہ ابوبکر بیہقی (۴۵۸ھ)

الاشباہ والنظائر: علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ)

الاصل: امام محمد (۱۸۹ھ)

اصول بزدوی: فخر الاسلام بزدوی (۴۸۲ھ)

الاعلام: ابن حجر مکیؒ (۹۷۳ھ)

اقامۃ الدلیل: الحافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)

الاقتصاد: علامہ غزالی (۵۰۵ھ)

الام: امام شافعیؒ (۲۰۴ھ)

ایثار الحق: الشیخ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی (۸۴۰ھ)

ب

البحر الرائق: علامہ ابن نجیم (۹۷۰ھ)

بدائع الصنائع: ابوبکر الکاسانی (۵۸۷ھ)

بدائع الفوائد: علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ)

بزازیہ: حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البزاز الکردری الحنفی (۸۲۷ھ)

بغیۃ المرتاد: حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

البنایۃ: علامہ عینی (۸۵۵ھ)

ت

تاریخ ابن عساکر: علامہ ابن عساکر (۵۷۱ھ)

التحریر: الشیخ ابن الہمام (۸۶۱ھ)

تحفۃ الباری: شیخ الاسلام زکریا انصاری (۹۲۵ھ)

تحفۃ المحتاج لشرح المنہاج: علامہ ابن حجر مکی (۹۷۳ھ)

الترغیب والترہیب: الحافظ المنذری (۶۵۶ھ)

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح للمؤلف رحمہ اللہ (۱۳۵۲ھ)

التفرقۃ بین الایمان والزندقۃ: علامہ غزالی

(۵۰۵ھ)
تفسیر ابن کثیر: الحافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)
تفسیر النیسابوری: اسماعیل بن احمد نیشاپوری الضریر (۴۳۰ھ)
التقریر: ابن امیر الحاج (۸۷۹ھ)
التلخیص الحبیر: الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)
تلخیص المستدرک: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)
التلویح: تفتازانی (۷۹۱ھ)
التمہید (فی بیان التوحید): ابو شکور محمد بن عبدالسید الکشی السالمی الحنفی
تنویر الابصار بمتن الدر المختار: السید محمد بن خلیل الطرابلسی المعروف بالقاوقجی (۱۳۰۵ھ)
تہذیب الآثار: علامہ طبری (۳۱۰ھ)
تہذیب التہذیب: علامہ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)
التوضیح: علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی (۷۴۷ھ)

ج

الجامع الصحیح: امام ابو عیسیٰ ترمذی (۲۷۹ھ یا ۲۷۵ھ)
جامع الفصولین: الشیخ بدر الدین محمود بن اسماعیل الشہیر بابن قاضی سماونہ الحنفی (۸۲۳ھ)
الجمع والفرق: محمد بن محمد الحنفی الحموی (۱۰۹۸ھ)
جوہرۃ التوحید: ابراہیم اللقانی (۱۰۴۱ھ)

ح

حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی: عبدالحکیم سیالکوٹی (تقریباً ۱۰۶۰ھ)

خ

الخانیۃ: قاضی خان (دیکھئے فتاویٰ قاضی خان) (۵۹۲ھ)
خزانۃ المفتین: حسین بن محمد السمعانی الحنفی (فرغ من التصنیف ۷۴۰ھ)
الخصائص: امام نسائی (۳۰۳ھ)
خلاصۃ الفتاویٰ: شیخ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری (۵۴۲ھ)
خلق افعال العباد: امام بخاری (۲۵۶ھ)
الخیریۃ (فتاویٰ الخیریہ): علامہ خیر الدین الرملی (۱۰۸۱ھ)

د

دائرۃ المعارف: فرید وجدی
الدرر (درر الحکام فی شرح غرر الاحکام): المولی محمد بن فراموز الشہیر بمولی خسرو الحنفی (۸۸۵ھ)
الدر المختار شرح تنویر الابصار: علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (۱۰۸۸ھ)
الدر المنتقی: محمد بن علی الملقب بعلاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ)

ر

رد المحتار علی الدر المختار: علامہ محمد امین ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)
الرسالۃ التدمریۃ: الحافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)
الرسائل: علامہ ابن عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)
روح المعانی: علامہ محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)
ریاض المرتاض: علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ)
الریاض (ریاض النضرۃ فی فضائل العشرۃ): محب الدین احمد بن عبداللہ المحب الطبری (۶۹۴ھ)

ز

زاد المعاد: حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)

س

سنن ابی داؤد: سلیمان بن اشعث السجستانی (۲۷۵ھ)
سنن نسائی: علامہ ابو عبدالرحمن نسائی (۳۰۳ھ)
السیر الکبیر: امام محمدؒ (۱۸۹ھ)
سیرۃ ابن اسحاق: (۱۵۱ھ)

ش

شرح الاشباہ: علامہ حموی (۱۰۹۸ھ)
شرح التحریر: محقق ابن امیر حاج (۸۷۹ھ)
شرح الترمذی: القاضی ابو بکر ابن العربی (۵۴۳ھ)
شرح جوہرۃ التوحید: شیخ عبدالسلام اللقانی (۱۰۷۸ھ)
شرح جمع الجوامع: تقی الدین السبکی (۷۵۶ھ)
شرح السیر الکبیر: علامہ سرخسی (۴۹۰ھ)
شرح الشفاء: ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)
شرح الصحیح المسلم: علامہ ابی (۸۲۷ھ یا ۸۲۸ھ)
شرح الصحیح المسلم: علامہ نووی (۶۷۶ھ)
شرح العقائد النسفی: علامہ تفتازانی (۷۹۱ھ)
شرح العقیدۃ الطحاویۃ: محمود بن احمد بن مسعود الحنفی القونوی (۷۷۰ھ)
شفاء العلیل: حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ)
شرح الفرائض: علامہ عبدالحق ابن (۱۰۲۳ھ)
شرح الفقہ الاکبر: علامہ علی القاری (۱۰۱۴ھ)
شرح الکنز: علامہ زیلعی (۷۴۳ھ)
شرح معانی الآثار: ابو جعفر الطحاوی (۳۲۱ھ)
شرح منیۃ المصلی: الشیخ ابراہیم الحلبی (۹۵۶ھ)
شرح المواقف: علامہ جرجانی (۸۱۶ھ)
المواہب اللدنیہ: احمد بن محمد ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)
شرح المواہب اللدنیہ: علامہ زرقانی

(۱۱۲۲ھ)
الشفاء: قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ)

ص

الصارم المسلول: حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)
صبح الاعشیٰ: ابوالعباس احمد القلقشندیؒ (۸۲۱ھ)
الصحیح للبخاری: امام بخاریؒ (۲۵۶ھ)
الصحیح المسلم: امام مسلم بن الحجاج القشیریؒ (۲۶۱ھ)
الصلات والبشر: مجد الدین الشیرازی فیروزآبادی صاحب القاموسؒ (۸۱۷ھ)
الصواعق المحرقہ: علامہ ابن حجر المکی الہیثمیؒ (۹۷۳ھ)

ط

طبقات الحنفیہ: علامہ کفویؒ (۹۹۰ھ)
الطحاوی: (۳۲۱ھ)

ع

العتبیۃ: محمد بن احمد بن عبدالعزیز القرطبیؒ (۲۵۵ھ)
عقیدہ السفارینی وشرحہ: علامہ سفارینیؒ (۱۱۸۸ھ)
عمدۃ الاحکام: تقی الدین ابن دقیق العیدؒ (۷۰۲ھ)
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: علامہ عینیؒ (۸۵۵ھ)

غ

غایۃ التحقیق شرح اصول الحسامی: شیخ عبدالعزیز البخاریؒ (۷۳۰ھ)
غنیۃ الطالبین: الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ)

ف

الفتاویٰ: حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)
فتاویٰ: الشیخ تقی الدین سبکیؒ (۷۵۶ھ)
الفتاویٰ العزیزیۃ: الشاہ عبدالعزیز الدہلویؒ (۱۲۳۹ھ)
فتاویٰ قاضی خان: الامام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی الحنفیؒ (۵۹۲ھ)
الفتاویٰ الہندیۃ: جمعۃ من العلماء فی عہد السلطان اورنگ زیب عالمگیر۔
فتح الباری شرح صحیح البخاری: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ)
فتح البیان: نواب صدیق حسن خان القنوجی (۱۳۰۷ھ)
فتح القدیر: علامہ قاضی الشوکانیؒ (۱۲۵۰ھ)
فتح القدیر: الشیخ ابن الہمامؒ (۸۶۱ھ)
فتح المغیث: علامہ سخاویؒ (۹۰۲ھ)
الفتوحات: الشیخ الاکبر ابن العربی محی الدینؒ (۶۳۸ھ)
الفرق بین الفرق: الاستاذ ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادیؒ (۴۲۹ھ)
فصل المقال: علامہ ابن رشد الحفیدؒ (۵۹۵ھ)
فقہ الاکبر: الامام ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ)
فواتح الرحموت: عبدالعلی محمد بن نظام الدین بحرالعلوم (۱۲۲۵ھ)

ق

القواصم والعواصم: محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانیؒ (۸۴۰ھ)

ک

کتاب الایمان: الحافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)
کتاب الخروج: قاضی ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ)
کتاب العلو: علامہ ذہبیؒ (۷۴۸ھ)
کتاب الفصل: علامہ ابن حزمؒ (۴۵۶ھ)
کشف الاسرار شرح البزدوی: شیخ عبدالعزیز البخاریؒ (۷۳۰ھ)
الکلیات: قاضی ابوالبقاء ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی الحنفیؒ (۱۰۹۴ھ)
کنز العمال: علی المتقیؒ (۹۷۵ھ)

م

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: الشیخ عبدالرحمن بن محمد المدعو بشیخ زادہؒ (۱۰۷۸ھ)
مجمع الانہر: الشیخ محمد بن علی بن محمد الحصکفی
الجزائری الحنفیؒ (۱۰۸۸ھ)
المحیط: برہان الدین محمود بن تاج الدین الصدر الشہید البخاری الحنفیؒ (۶۱۶ھ)
المختصر: علامہ جمال الدین عثمان بن عمر ابن حاجبؒ (۶۴۶ھ)
مختصر مشکل الآثار: علامہ طحاویؒ (۳۲۱ھ)
المدخل: علامہ بیہقیؒ (۴۵۸ھ)
المسایرۃ: الشیخ ابن الہمامؒ (۸۶۱ھ)
المستدرک: الحافظ ابو عبداللہ الحاکمؒ (۴۰۵ھ)
المستصفیٰ: علامہ غزالیؒ (۵۰۵ھ)
مسند الامام احمد: امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)
المسوی علی الموطا: شاہ ولی اللہ الدہلوی (۱۱۷۶ھ)
معالم التنزیل: علامہ بغویؒ (۵۱۶ھ)
المعتصر مختصر مشکل الآثار: جمال الدین یوسف بن موسیٰ الملطی الحنفیؒ (۸۰۳ھ)
المفہم: الامام احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبیؒ (۶۵۶ھ)
المقاصد وشرحہ: علامہ تفتازانیؒ (۷۹۱ھ)
مکتوبات امام ربانی: مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی الحنفیؒ (۱۰۳۴ھ)
منتخب کنز العمال: الشیخ علی المتقیؒ (۹۷۵ھ)
المنتقیٰ فی الاحکام: الحافظ عبدالسلام (جد ابن تیمیہ)
منحۃ الخالق علی البحر الرائق: علامہ ابن

عابدین شامی (۱۲۵۲ھ)

منہاج السنۃ النبویہ: حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)

المنہاج: علامہ نووی (۶۳۱ یا ۶۷۷ھ)

الموافقات: علامہ شاطبی (۷۹۰ھ)

المواقف: علامہ عضد الدین الایجی (۷۵۶ھ)

موضح القرآن: شاہ عبدالقادر دہلوی (۱۲۳۰ھ)

المواہب اللدنیہ: احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی (۹۲۳ھ)

المؤطا: امام مالک (۱۷۹ھ)

المیزان: علامہ شعرانی (۹۷۳ھ)

میزان الاعتدال: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

ن

نبراس شرح عقائد: شیخ عبدالعزیز

النبراس فاروقی (۱۲۳۹ھ تقریباً)

النبلاء: علامہ ذہبی (۷۴۸ھ)

نسیم الریاض شرح الشفاء: علامہ خفاجی (۱۰۶۹ھ)

نہایہ: علامہ المبارک بن محمد ابن الاثیر الشیبانی الجزری ابو السعادات مجد الدین (۶۰۶ھ)

ی

الیواقیت: ابو المواہب عبدالوہاب بن احمد الشعرانی (۹۷۳ھ)

تمت بالخیر

مجاذیب کی پُراسرار دنیا

[illegible]

محمد ربیع اللہ نقشبندی غفوری

مکتبہ عمر فاروق

مثالی فکر انگیز

واقعات و لطائف

[illegible]

مولانا عبدالرحمٰن راشد

حضرت مولانا ابوالبشر صاحب

مکتبہ عمر فاروق

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345